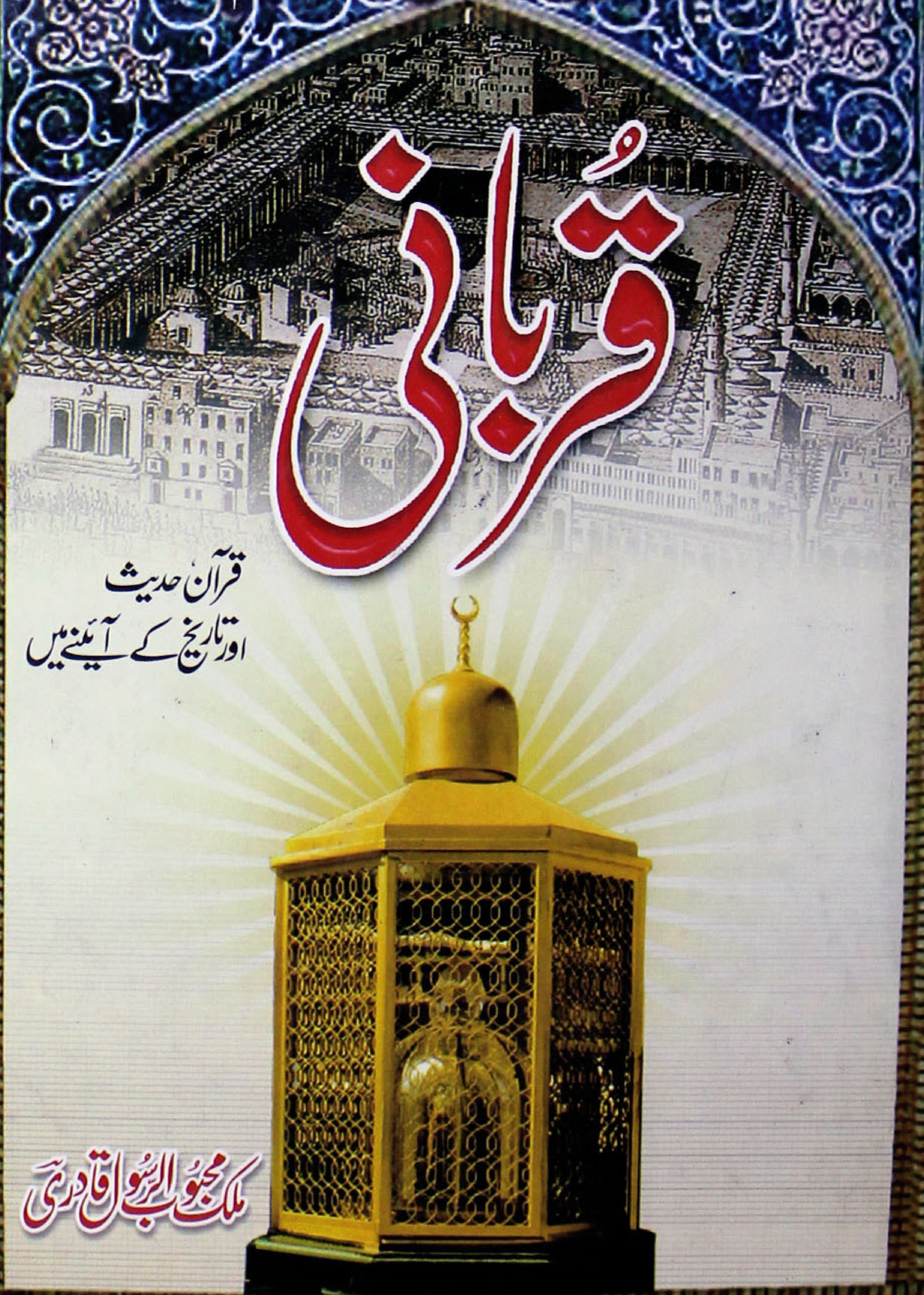
فضائل مسائل اور تاریخ کے تناظر میں مستند اور عام فہم کتاب

قربانی

قرآن حدیث
اور تاریخ کے آئینے میں

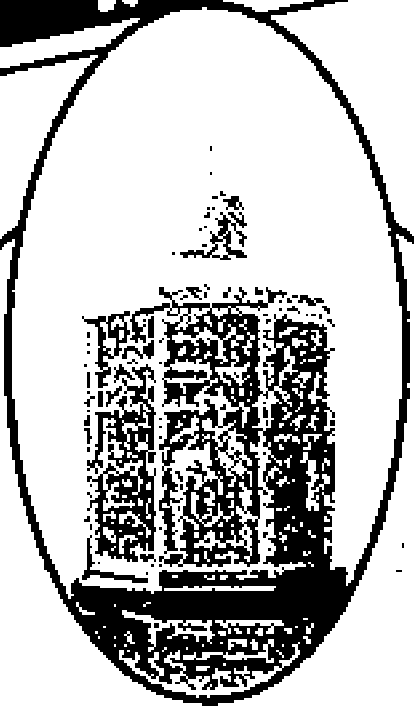


ملک محبوب الرسول قادری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قربانی

فضائل مسائل اور تاریخ کے تناظر میں مستند اور عام فہم کتاب



قربانی

قرآن حدیث اور تاریخ کے آئینے میں

ملک محبوب الرسول قادری

نوری کتب خانہ
نزد جامع مسجد نوری بالمقابل ریلوے اسٹیشن لاہور

بفیضانِ کرم
حضرت الحاج پیر سید محمد معصوم شاہ گیلانی قدس سرہٗ
قادری نوری

بفیضانِ نظر
صاحبزادہ الحاج پیر سید محمد حسن شاہ گیلانی مدظلہ
قادری نوری

اہتمام اشاعت
پیرزادہ سید محمد عثمان نوری

2005

ناشر : نوری کتب خانہ، لاہور
طابع : موٹروے پرنٹرز، لاہور

قیمت 120 روپے

تقسیم کار

نوری کتب خانہ
معصوم شاہ روڈ بالمقابل ریلوے اسٹیشن، لاہور
فون: 042-6366385

نوری بک ڈپو
دربار مارکیٹ گنج بخش روڈ، لاہور
فون: 042-7112917

حسنِ ترتیب

میزانِ حروف

اسلام دین فطرت ہے اور جملہ اسلامی احکام، انسان کے لیے، ظاہر و باطن روح و جسم، دین و دنیا، عقل و خرد ہر اعتبار سے بہتری اور کامیابی کی ضمانت ہیں۔ دیگر عبادات کی طرح اسلام نے ''قربانی'' کو صاحب نصاب مسلمانوں پر واجب قرار دیا ہے۔قربانی ویسے تو تقریباً تمام ادیان میں رائج رہی لیکن اس کی ہیئت و ماہیت ہمیشہ جدا جدا تھی۔ جبکہ اسلام کی تاریخ ہی ایثار وقربانی کی تاریخ ہے۔کبھی مال کی قربانی، کبھی وطن کی قربانی، کبھی انا کی قربانی، کبھی خواہشات کی قربانی، کبھی اولاد اور اہل وعیال کی قربانی، کبھی تعلقات و مراسم اور آرام وسکون کی قربانی حتیٰ کہ کبھی جان کی قربانی، گزشتہ ساڑھے چودہ سو سال سے اہل اسلام کا معمول اور طریقہ رہا ہے کہ کسی دانا نے بالکل درست کہا تھا کہ...... نظریات کے لیے قربانی نہ دی جائے تو وہ زندہ نہیں رہ سکتے...... اسلامی نظریات کے تحفظ کے لیے گزشتہ ساڑھے چودہ صدیوں میں لا تعداد مسلمانوں کی لازوال قربانیوں کا ایک تسلسل ہے انسانی تاریخ میں سب سے پہلی قربانی حضرت آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں ہابیل اور قابیل نے کی۔ گویا قرآن مجید میں ہے کہ...... جب دونوں نے قربانی کی تو ایک کی قربانی قبول ہوگئی اور دوسرے کی مسترد (المائدہ) عید الاضحی کے موقع پر جانوروں کی قربانی درحقیقت اس اخلاص، للّٰہیت اور جذبۂ ایثار کو پروان چڑھانے کی ایک کوشش ہے، ریہرسل ہے، کاوش ہے جو ایک مسلمان سے اسلام تقاضا کرتا ہے ورنہ اللہ تعالیٰ کو تو قربانی کا گوشت اور خون ہرگز نہیں پہنچتا۔ گویا قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ...... اللہ کو ہرگز نہ ان کے گوشت پہنچتے ہیں نہ ان کے خون، ہاں تمہاری پرہیزگاری اس تک باریاب ہوتی ہے...... (الحج: ۳۷...... ترجمہ...... کنز الایمان) چنانچہ اسی آیت مبارکہ کی تفسیر میں صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر خزائن العرفان میں رقمطراز ہیں کہ...... یعنی قربانی کرنے والے صرف نیت کے اخلاص اور شروطِ تقویٰ کی رعایت سے اللہ تعالیٰ کو راضی کر سکتے ہیں۔ شانِ نزول یہ ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں کفار اپنی قربانیوں کے خون سے کعبہ معظمہ کی دیواروں کو آلودہ کرتے تھے اور (اپنے) اس (عمل) کو سبب تقرب جانتے تھے اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی......

قربانی کے ہمیشہ ہر امت میں رائج ہونے پر قرآن کریم نے یوں گواہی دی...... اور ہر امت کے لیے ہم نے ایک قربانی مقرر فرمائی کہ اللہ کا نام لیں۔ اس کے دیئے ہوئے بے زبان چوپایوں پر، تو تمہارا معبود ایک معبود ہے تو اسی کے حضور گردن رکھو۔ (الحج: ۳۴...... ترجمہ کنز الایمان) اور اسی سے پہلی آیت مبارکہ میں رب کریم نے حکم دیا کہ...... اور قربانی کے ڈیل دار جانور اونٹ اور گائے ہم نے تمہارے لیے اللہ کی نشانیوں سے کیے، تمہارے لیے ان میں بھلائی ہے تو ان پر اللہ کا نام لو...... (الحج: ۳۶۔ ترجمہ کنز الایمان) اس کے حاشیے میں صاحب تفسیر خزائن العرفان لکھتے ہیں کہ اس ارشاد کی تعمیل میں جانور ذبح کرنے والے کو دنیا میں نفع اور آخرت میں اجر و ثواب اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے عطا ہوگا...... اسی طرح ارشادِ الٰہی ہے کہ...... تو تم اپنے رب کے لیے نماز پڑھو اور قربانی دو...... (الکوثر: ۲)

حضرت صدر الافاضلؒ فرماتے ہیں کہ یہ حکم اس لیے ہوا کہ بت پرست اپنے بتوں کے نام پر جانور ذبح کرتے تھے اور اس آیت میں نماز سے مراد، نماز عید بھی ہے...... قربانی کے حوالے سے حضور اقدس ﷺ کی مجلس بابرکت کی رپورٹ پڑھیے ابن ماجہ نے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت نقل کی ہے کہ بارگاہ رسالت میں صحابہ حاضر تھے انہوں نے پوچھا، یا رسول اللہ ﷺ! یہ قربانیاں کیا ہیں؟ حضور سید عالم نور مجسم ﷺ نے فرمایا کہ...... تمہارے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہیں...... پھر عرض کیا گیا...... ان قربانیوں کے کرنے سے ہمیں کیا نفع ہوگا؟...... آپ ﷺ نے فرمایا کہ...... قربانی کے ہر بال کے بدلے نیکی ملے گی...... پھر سوال ہوا کہ اگر کوئی اون والا جانور قربانی کرے تو اس کے لیے کیا اجر ہے؟...... رحمت کائنات ﷺ نے فرمایا...... کہ اس کو اون کے ایک ایک روئیں، ایک ایک بال کے بدلے نیکی ملے گی...... اللہ اکبر...... ام المومنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ پیغمبر امن و رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ...... عید قربان کے روز (یوم النحر) میں اولادِ آدم کا کوئی عمل اللہ تعالیٰ کے نزدیک قربانی کرنے سے زیادہ پیارا نہیں۔ اور وہ جانور قیامت کے دن اپنے سینگ اور بال اور کھروں کے ساتھ آئے گا اور قربانی کا خون زمین پر گرنے سے پہلے رب کریم کے نزدیک شرف قبولیت حاصل کر لیتا ہے اس لیے تم خوشی خوشی قربانی کیا کرو...... (ابن ماجہ، ابو داؤد، ترمذی)

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور سید عالم ﷺ نے مدینہ منورہ میں اپنے دس سالہ قیام کے دوران باقاعدگی کے ساتھ ہر سال قربانی کی۔ (مشکوٰۃ، ترمذی) استطاعت کے باوجود قربانی نہ کرنے والوں کو سید کائنات ﷺ کا یہ ارشاد گرامی وعید سمجھنا چاہیے کہ...... جو شخص وسعت رکھنے کے باوجود قربانی نہیں کرتا وہ ہماری عید گاہ کے قریب بھی نہ آئے۔

(سنن ابن ماجہ)...... نیز فرمایا کہ...... جو روپیہ عید کے دن قربانی پر خرچ کیا گیا اس سے زیادہ کوئی روپیہ پیارا نہیں۔ (المعجم الکبیر...... امام طبرانی) گویا قربانی ہر تونگر، آزاد، مقیم مسلمان پر شرعاً واجب ہے۔

قربانی کی اس ساری تحریک کے پیچھے جو فلاسفی کارفرما ہے وہ یہ ہے کہ اخلاص، للّٰہیت، روحانیت، تقویٰ، ایثار اور مجاہدانہ کردار کی تیاری کو یقینی بنایا جا سکے اسی لیے اللہ تعالیٰ کی نظر میں اس قربانی کی کوئی اہمیت نہیں جس کے پیچھے تقویٰ کے جذبات نہ ہوں. بلکہ خدا کے دربار میں تو وہی عمل مقبول ہے جس کا محرک تقویٰ ہو اور مقصود رضائے الٰہی...... رضائے الٰہی کے پیش نظر قربانی کرنے والا گوہر مراد کو پالیتا ہے کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مقصود و مدعا بھی یہی تھا۔ قربانی، سے نفسانی خواہشات پر مکمل کنٹرول کرنے کا درس بھی ملتا ہے اور حوصلہ بھی۔ قربانی، اللہ تعالیٰ کے دو پیارے پیغمبروں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے مقبول بارگاہِ الٰہی عمل کی یاد کو تازہ رکھنے کا ذریعہ اور وسیلہ ہے ایک طرف اسلاف کی یادگاروں کے تحفظ کی طرف اشارہ ہے تو دوسری طرف اللہ تعالیٰ کی رضا کو ماں، باپ، اولاد، وطن ہر شے کی محبت پر فوقیت دینے کا درس ہے۔ قربانی، مفاد پرستی اور ہوس زر کے خلاف کھلا جہاد ہے اور انسانی قدروں کی محافظت کی ضمانت، قربانی، کا جذبہ ملک و ملت اور مذہب کے لیے جانثاری کا آئینہ دار ہے۔ اور جہادی حوالے سے تربیتی سلسلہ ہے کیونکہ کہ پہلے مال کی قربانی دے گا تو جان کی قربانی کے لیے تیاری ممکن ہوگی۔ نیز جانوروں کو اللہ کی رضا کے لیے ذبح کرنے سے مسلمان کے اندر حوصلہ، جرات، ولولہ اور خاک و خون سے مناسبت پیدا ہوتی ہے۔ دوسرے بے نوا اور غریب لوگوں کی امداد و نصرت کا موقع ملتا ہے اور مسلم برادری جسد واحد کی طرح متحد ہو کر خوشی مناتی ہے قربانی سے انسان کو روحانی طور پر یہ فائدہ ہوتا ہے کہ وہ ایثار اختیار کرتا ہے اور ہوس کو خیر باد کہتا ہے جس سے نور ایمان اور معرفت الٰہی نصیب ہوتی ہے خدا ہمیں اپنی رضائے لیے قربانی کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

قربانی، بارگاہِ الٰہی کا مقبول و محبوب عمل ہے لیکن یہ عمل خلوص و تقویٰ کے ساتھ مشروط ہے...... قربانی کا معنیٰ اللہ پاک کے قرب کے حصول کے لیے جانثاری ہے...... قربانی، شعائر اسلام میں سے ہے...... جان، مال، انا، خواہش اور وطن کی قربانی کی لازوال داستانیں ابتدائے آفرینش سے

آج تک پورے تسلسل کے ساتھ ہر عہد میں رقم کی جاتی رہی ہیں۔ اور حشر تک اہل ایمان اس پر عامل رہیں گے...... لیکن...... اصطلاحی طور پر...... قربانی...... کا لفظ، عید الاضحیٰ (۱۰، ۱۱، ۱۲ ذوالحجہ) کے موقع پر ارشاد خداوندی کی تعمیل میں ذبح کیے جانے والے جانوروں کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ قرآن مجید میں متعدد مقامات پر قربانی کا ذکر وارد ہوا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے...... "...... تم فرماؤ، بے شک میری نماز اور میری قربانیاں اور میرا جینا اور مرنا، سب اللہ کے لیے ہے جو رب سارے جہان کا......" ...... (الانعام: ۱۶۲) دوسری جگہ ارشاد فرمایا...... "...... اور ہر امت کے لیے ہم نے ایک قربانی مقرر فرمائی کہ اللہ کا نام لیں۔ اس کے لیے دیئے ہوئے بے زبان چوپایوں پر، تو تمہارا معبود ایک معبود ہے۔ تو اسی کے حضور گردن رکھو۔ اور اے محبوب! خوشی سنا دو، ان تواضع والوں کو......" ...... (الحج: ۳۴) تیسری جگہ اللہ کریم نے حج وعمرہ کرنے والوں کو قربانی کا ان مبارک الفاظ میں حکم دیا...... "...... اور حج اور عمرہ اللہ کے لیے پورا کرو۔ پھر اگر تم روکے جاؤ تو قربانی بھیجو، جو میسر آئے اور اپنے سر نہ منڈاؤ جب تک قربانی اپنے ٹھکانے نہ پہنچ جائے......" ...... (البقرۃ: ۱۹۶...... ترجمہ، کنز الایمان)...... زمانۂ جاہلیت میں بھی لوگ قربانی کرتے تھے کفار خانہ کعبہ کے سامنے جانور ذبح کرکے گوشت کی ڈھیریاں بناتے اور خون سے کعبہ معظمہ کی دیواروں کو آلودہ کرتے تھے اور اپنے اس عمل کو سبب تقرب جانتے تھے اس پر آیت نازل ہوئی...... "...... اللہ کو ہرگز نہ ان کے گوشت پہنچتے ہیں نہ ان کے خون، ہاں تمہاری پرہیزگاری اس تک باریاب ہوتی ہے......" ......(الحج: ۳۷۔ ترجمہ کنز الایمان) اس آیت کی تفسیر میں صاحب خزائن العرفان صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ قربانی کرنے والے صرف نیت کے اخلاص اور شروط تقویٰ کی رعایت سے اللہ تعالیٰ کو راضی کر سکتے ہیں۔ گویا ثابت ہوا کہ قربانی کا مقصود اور منتہا تقویٰ و پرہیزگاری ہے اور اگر تقویٰ ہی نصیب نہیں تو پھر قربانی کرنا محض فضول ہے اس لیے خلوص اور صرف رضائے الٰہی کے حصول کی نیت سے قربانی کرنی چاہیے۔

سنن ابن ماجہ میں حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث شریف مروی ہے کہ رسول پاک ﷺ سے صحابہ کرام نے دریافت کیا۔ قربانی کیا ہے؟ فرمایا۔ تمہارے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت...... پوچھا...... اس سے کیا ملے گا؟ فرمایا...... ثواب اور اس قدر ثواب، کہ ہر بال

کے بدلے ایک نیکی، پھر پوچھا...... اگر مینڈھا ہو؟ (یعنی مینڈھے کے جسم پر باریک بال ہوتے ہیں اور تعداد میں بہت زیادہ ہوتے ہیں) فرمایا۔ پھر بھی ہر بال کے بدلے ایک نیکی ملے گی۔ (سبحان اللہ)

ام المومنین حضرت سیدہ طیبہ، طاہرہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا راوی ہیں کہ سید عالم و عالمیان ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قربانی کے دن (دس، گیارہ بارہ ذوالحجہ) کو اللہ تعالیٰ کے نزدیک خون بہانے (قربانی کرنے) سے زیادہ بندے کا کوئی عمل محبوب نہیں۔ وہ قربانی (جانور) یوم حشر اپنے سینگوں اور کھروں سمیت آئے گا...... جب قربانی کو ذبح کیا جاتا ہے تو خون گرنے سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شرف قبولیت پالیتا ہے۔ تمہیں چاہیے کہ قربانی دو اور خوشی محسوس کرو...... (ابن ماجہ)

حضور اکرم ﷺ نے تعلیم امت کے سلسلہ میں زندگی کے ایک ایک موڑ پر ہماری راہنمائی فرمائی ہے۔ آپ نے قربانی کے وقت اپنی پیاری بیٹی سیدہ النساء العالمین زہرا بتول فاطمہ خاتون جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو فرمایا کہ...... اے فاطمہ! اپنی قربانی کے پاس کھڑی ہو جاؤ۔ کیونکہ خون کا پہلا قطرہ گرنے سے قبل ہی انسان کے سابقہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں...... سیدہ نے پوچھا، یا رسول اللہ ﷺ یہ صرف اہلبیت کے لیے ارشاد ہے یا ساری امت کے لیے ہے؟ فرمایا...... ہمارے اہلبیت کے لیے بھی ہے اور جملہ مسلمانوں کے لیے بھی یہی حکم ہے...... (ترغیب و ترہیب جلد دوم صفحہ ۱۰۲)

امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ تعالیٰ تفسیر کبیر میں ارشاد فرماتے ہیں کہ...... وہ چیز جو اللہ تعالیٰ کے قرب کا ذریعہ ہو اسے قربانی کہتے ہیں۔ چاہے وہ جانور ذبح کیا جائے یا ویسے ہی صدقہ دیا جائے۔ (تفسیر کبیر: ۲۰۵/۱۱) یہاں سے کچھ لوگوں کو یہ مغالطہ ہوا کہ ۱۰، ۱۱، ۱۲ ذوالحجہ کو جانور ذبح کرنا شاید ضروری نہیں۔ اسی مغالطہ کی بناء پر یہ غلط فہمی پیدا کرنے کی کوشش کی گئی کہ اتنے زیادہ جانور ذبح کرنے کی بجائے نقد صدقہ کر دینا چاہیے غلہ و اناج خیرات کر دینا چاہیے۔ وغیرہ وغیرہ...... حالانکہ یہ بات سراسر ذہنی اختراع ہے اور منشائے اسلام سے اس کا دور کا بھی واسطہ نہیں...... سنن ابن ماجہ میں واضح طور پر حدیث موجود ہے جس میں قربانی نہ کرنے والوں کے لیے شدید وعید فرمائی گئی ہے۔ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ...... استطاعت کے باوجود، جو شخص قربانی نہ کرے وہ عید کے روز ہمارے مصلیٰ کے قریب بھی نہ آئے...... اس لیے اس غلط فہمی کا ازالہ از حد ضروری ہے کہ صاحب

استطاعت پر جانور ذبح کرنا ہی لازمی وضروری ہے صدقہ دینے (نقدی یا اجناس کی صورت میں) سے یہ فریضہ ادانہیں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ قران مجید میں ارشاد فرماتا ہے...... ''تو تم اپنے رب کے لیے نماز پڑھو اور قربانی کرو......'' ...... (الکوثر:۲۔ ترجمہ کنز الایمان شریف۔ از۔ امام احمد رضا خان قادری علیہ الرحمۃ)

ویسے قربانی کی تاریخ بہت پرانی ہے یعنی یہ صرف امت محمدیہ میں ہی نہیں بلکہ مفسرین نے لکھا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں کے درمیان جب تنازعہ طول پکڑ گیا تو پھر ہابیل اور قابیل دونوں نے قربانی کی اللہ تعالیٰ نے ان میں سے ہابیل کی قربانی کو شرف قبول بخشا۔ (انہوں نے ایک بہت عمدہ بکری کی قربانی کی تھی)...... قربانی ہی وہ سنت ابراہیمی ہے جو امت محمدیہ میں باقی رکھی گئی ہے یوں تاریخی حوالے سے بھی اپنی نوعیت کی منفرد عبادت قرار پاتی ہے۔ حدیث نبوی ہے کہ ...... جو روپیہ عید الاضحیٰ کے موقع پر قربانی کے لیے خرچ کیا جاتا ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس سے زیادہ پیارا کوئی پیسہ نہیں...... حضور ﷺ کا اپنا مبارک عمل یہ تھا کہ آپ ہر سال قربانی کے لیے دو جانور خرید فرماتے جو خوب طاقتور اور موٹے تازے ہوتے تھے خوبصورت، پلے ہوئے ایک اپنی طرف سے ذبح فرماتے تھے اور دوسرا، اپنی امت کی طرف سے قربان کرتے...... اللہ اکبر...... زندگی کے ہر موڑ پر پیغمبر رحمت ﷺ نے اس گناہ گار امت کو یاد فرمایا...... غریبوں اور بے سہارا امتیوں کی طرف سے آپ نے خود ہی قربانی فرمائی...... اب خوب غور فرمایئے کہ نبی ﷺ اپنی امت کو اس قدر یاد فرمائے اور اس کی فوز وفلاح اور بہتری کے لیے فکر مند رہے کیا اس امت پر ایسے لجپال نبی کے کوئی حقوق نہیں ہیں؟ یقیناً ہیں اور لازم ہے کہ امت بھی اپنے پیغمبر کی ذات گرامی سے والہانہ محبت کرے۔ ان کی سنت کو اپنائے۔ ان کے ذکر خیر کو اپنا معمول بنائے اور اس عظیم رسول ﷺ کے دین کی تفہیم حاصل کرنے کے بعد اسے دوسروں تک پہنچانے کا فریضہ سرانجام دے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے سچ فرمایا تھا کہ۔

جو نہ بھولا ہم غریبوں کو رضا
یاد اس (ﷺ) کی اپنی عادت کیجئے

حضور اکرم ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر اپنی ازواج مطہرات کی طرف سے ایک

گائے کی قربانی دی..... (ابن ماجہ) وصال نبوی ﷺ کے بعد امیر المومنین سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہر سال دو دنبے ذبح کرتے تھے ایک اپنی طرف سے قربانی کرتے اور دوسرا حضور اکرم ﷺ کی طرف سے..... اور فرماتے تھے کہ مجھے حضور ﷺ نے وصیت فرمائی تھی کہ اے علی! میرے بعد میری طرف سے بھی قربانی کرنا۔ (ابوداؤد) اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ کوئی شخص اگر چاہے تو کسی دوسرے صاحب ایمان مسلمان کی طرف سے بھی قربانی کر سکتا ہے چاہے وہ زندہ ہو یا وفات پا چکا ہو دونوں صورتوں میں رب کریم اس کو ثواب عطا فرماتا ہے اور یہ بات سنت سے ثابت ہے کہ حضور سید عالم ﷺ نے خود اپنے لیے بھی قربانی کی، اپنے اہلبیت کی طرف سے بھی اور قیامت تک آنے والے اپنے امتیوں کے لیے بھی۔ اور یہ عمل آپ کے جدِ اعلیٰ حضرت سیدنا ابراہیم علی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت کے احیاء اور یادگار کے طور پر رب کریم کی طرف سے عطا ہوا تھا پھر حضور علیہ السلام نے حضرت علی المرتضیٰ کو وصیت بھی فرمائی کہ میرے بعد اپنی طرف سے بھی قربانی دینا اور میری طرف سے بھی قربانی دینا جس پر امیر المومنین نے ہمیشہ عمل کیا..... رب کریم ہمیں بھی اس پر عمل کی توفیق بخشے۔ قربانی ہر اس مسلمان پر واجب ہے جو صاحب نصاب، مقیم اور آزاد ہو۔ (صاحب نصاب سے مراد ایسا شخص ہے جس کے پاس ضروریاتِ زندگی سے زائد ساڑھے باون تولے چاندی یا ساڑھے سات تولے سونا یا ان دونوں کو ملا کر ان میں سے کم قیمت والی شے کے برابر کل پونجی موجود ہو نیز یہاں یہ امر بھی قابل توجہ ہے کہ غالباً زمانہ قدیم میں ساڑھے سات تولے سونے کی قیمت ساڑھے باون تولے چاندی کے برابر تھی۔ وگرنہ عہد حاضر میں تو ان دونوں دھاتوں میں قیمت کے اعتبار سے بہت زیادہ تفاوت پایا جاتا ہے) اس پر زکوٰۃ کی ادائیگی، صدقۂ فطر اور قربانی واجب ہے۔ قربانی ہر سال دینا ضروری ہے اور خلوص نیت اس کی پہلی شرط ہے گوشت کھانے کا ارادہ، شہرت اور ناموری کی خواہش اس کے اجر و ثواب کو تباہ و برباد کر دیتی ہے محض رضائے رب کا حصول اور سید عالم ﷺ کی سنت کا احیاء اور احکام شریعت کا اتباع مقصود ہونا چاہیے سید عالم ﷺ کی خدمت میں سوال کیا گیا کہ اے اللہ تعالیٰ کے محبوب ﷺ! اگر کوئی شخص قربانی کرنے کی استطاعت نہ رکھتا ہو تو وہ کیا کرے؟ فرمایا وہ نماز عید کے بعد اپنے گھر میں اس طرح دو نفل پڑھے کہ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد تین مرتبہ سورۂ کوثر پڑھے اللہ پاک اس کو اونٹ کی قربانی کا اجر و ثواب عطا فرمائے گا۔ (راحت القلوب)

حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص قربانی کی طاقت نہیں رکھتا وہ ذوالحجہ کا چاند دیکھنے کے بعد نہ تو حجامت بنوائے اور نہ ہی ناخن کٹوائے۔ بلکہ عید کے روز (۱۰ ذوالحجہ) کو نماز عید کے بعد حجامت بنوالے اور ناخن کٹوالے۔ اللہ تعالیٰ اس کو قربانی کا ثواب عطا فرما دے گا۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ قربانی کا اصل مدعا مسلمان کے اندر جذبۂ ایثار اجاگر کرنا اور اللہ پاک کی رضا کے لیے ہر شے قربان کرنے کا جذبہ پیدا کرنا ہے یہی اسلام کا حقیقی منشاء ہے اللہ تعالیٰ امت مسلمہ کو اس عالی ذوق سے سرشار فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

اسی مقصد کے لیے بہت سارے منتشر مواد کو یکجا کر دیا گیا ہے تاکہ اس موضوع پر معلومات جملہ قارئین کو میسر آسکیں اس مقصد میں ہم کس حد تک کامیاب ہوئے ہیں، اس کا فیصلہ اب ہمارے معزز قارئین کے ہاتھ میں ہے۔

میری دعا ہے کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ ہماری اس سعی کو اپنی بارگاہ میں شرفِ قبول بخشے قارئین کے لیے فیض رساں اور ہمارے لیے دین و دنیا میں عزت و سرخروئی اور نفع کا باعث بنائے۔

غبارِ راہِ حجاز

محمد محبوب الرسول قادری

۲۹ر شوال المکرم ۱۴۲۵ھ

چیف ایڈیٹر...... مجلہ انوارِ رضا جوہر آباد

الاھداء

اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے خلیل، جدُّ الانبیاء

حضرت ابراہیم علیہ الف الف تحیۃٍ وسلام

جن کی ساری حیاتِ طیبہ عظیم قربانیوں سے عبارت ہے

کی خدمتِ بابرکت میں

عجز و نیاز کے ساتھ

۶ رشوال المکرم ۱۴۲۵ھ
جمعۃ المبارک ...... ساڑھے چار بجے سہ پہر

غبار راہِ حجاز
محمد محبوب الرسول قادری

خیر مقدم

علامہ صاحبزادہ محمد اسماعیل فقیر الحسنی

سجادہ نشین، آستانہ عالیہ شاہ والا شریف ضلع خوشاب

دورِ حاضر بلاشبہ نشر و اشاعت کا دور ہے سیاسی و ادبی لٹریچر کی فراوانی کے ساتھ مذہبی کتب و رسائل کی بھی کوئی کمی نہیں نت نئے مضامین اور مختلف النوع نگارشات دادِ تحقیق وصول رہی ہیں باوجود ایں ہمہ کچھ موضوعات آج بھی ایسے ہیں جو ابھی تک تشنۂ تکمیل اور اربابِ تحقیق اور اصحابِ قلم و قرطاس کی صحیح کاوشوں کے منتظر ہیں قربانی کا موضوع انہیں موضوعات میں سے ایک ہے علم و دانش کے میدان کے ابھرتے ہوئے لکھاری نوجوان محقق اور تقریر و تحریر کی اعلیٰ صلاحیتوں سے بہرور ادیب و خطیب جناب ملک محمد محبوب الرسول قادری کو ربِّ قدیر نے خصوصی امتیاز اور خوبصورت اعلیٰ ذوق عطا فرمایا کہ وہ اس خلا کو پر کرتے ہوئے اسلاف کی علمی خدمات کو عصر حاضر کے تقاضوں کے مطابق نئے قالب میں ڈھال کر جدید دنیا کے سامنے پیش کر رہے ہیں آج ان کی بہت سی چھوٹی بڑی کتابیں قبول عام کا درجہ حاصل کر چکی ہے تصنیف و تالیف کے میدان میں ان کا رہوارِ قلم پوری آب و تاب و قوت سے رواں دواں ہے معیاری رسائل کا نکالنا خاصا مشکل کام ہے لیکن وہ اپنے مخلص ساتھیوں کے تعاون سے ''پورے حجازا'' اور مجلہ انوارِ رضا جیسے شاندار جرائد کے اجرا سے اپنی بلند ہمتی کا ثبوت فراہم کر رہے ہیں، احکم الحاکمین بطفیل رحمۃ للعالمین وبجاہِ غوث الارضین ان کو اپنی علمی سرگرمیاں استقامت و صدق و اخلاص کے ساتھ ہمیشہ جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے اور ان کے اس جذبۂ ایثار قربانی کو سلامت رکھے۔

قارئین کرام! قربانی کے موضوع پر قادری صاحب کی یہ تازہ تالیف قربانی کی تاریخ اور اس کے فلسفے کو سمجھنے کے لیے ہر چند کافی ہے لیکن یہاں یہ کہنا موزوں و مناسب سمجھتا ہوں کہ قربانی و ایثار، دین دُنیا میں سر بلندی کا واحد ذریعہ ہیں یہ ایک مسلّم حقیقت ہے کہ سرفروشی و قربانی کے بغیر کوئی قوم ترقی کی راہ پر گامزن ہو سکتی نہ حیات کے حقیقی مراحل طے نہیں کر سکتی ہے اور نہ ہی کوئی

گروہ بجز جذبۂ جاں سپاری کے عروس شادکامی سے ہمکنار ہو سکتا ہے سنت الہیہ یہی ہے کہ قربانی کے بغیر نہ کسی پر ابوابِ فتح کھل سکتے ہیں نہ فروغ حیات ثمر شیریں پیدا کر سکتا ہے اسی لیے قربانی اسلام کا شعار اعظم ہے اور اس عظیم قربانی کی یادگار جو آج سے ہزارہا سال پہلے ریگستان حجاز میں اللہ کے خلیلِ جلیل نے اللہ کی راہ میں پیش کی ''خدائے خلیل'' کی بارگاہ میں یہ قربانی زیور قبولیت سے اس طرح آراستہ ہوئی کہ آنے والی نسلوں کیلیے اس کو قائم کر دیا گیا حضرت ابراہیم علیہ السلام جب ہر بڑے سے بڑے امتحان میں کامیاب ہوئے اور ہر قربانی میں سرخرو، تو مالک الملک نے ان پر انعامات کی بارش کر دی آتش نمرود کے عوض ''گلزار خلیل'' عطا کیا فرزند دلبند کی قربانی کے بدلے میں بیٹے کیا انبیاء وصلحاء کی پوری نسلیں عطا فرمائیں اپنا گھر چھوڑنے کے مقابلے میں ایک عظمت والے گھر کی تعمیر کا بانی بنایا جس کی عظمت وجلال میں دنیا کی کوئی عمارت جس کی حریف نہیں بن سکتی غرضیکہ ان کی ایک ایک شان کو لافانی اور ان کی ایک ایک ادا کو رہتی دنیا تک محفوظ کر دیا اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہماری قربانیاں بارگاہ ایزدی میں مقبول ہوں تو حضرت خلیل کی قربانی کو اپنے پیش نظر رکھیں اور اپنے اندر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے جذبۂ ایثار اور رضائے الٰہی کیلیے شان تسلیم و رضا کی جھلک پیدا کرنی چاہیے جانوروں کو ذبح کرنے کے ساتھ اپنی خواہشات نفسانی کی گردن پر بھی چھری پھیر دینی چاہیے اور اپنے قلب و روح کو تقویٰ و پرہیزگاری سے معمور کر لینا چاہیے خدائے بزرگ و برتر کا ارشاد ہے کہ لن ینال اللہ لحومھا والا دماء ھا ولکن ینالہ التقوی یعنی خدا کے حضور قربانیوں کا گوشت نہیں تقویٰ و پرہیزگاری پہنچتی ہے ہمارے اسلاف کے جملہ اشغال و اعمال، صدق و خلوص اور قربانی و ایثار کی روح میں ڈوبے ہوئے تھے اللہ کرے آج روئے زمین کے تمام مسلمان اسی جذبہ و ایثار کی راہ پر گامزن ہو کر دارین کی جملہ سرفرازیاں سمیٹ لیں آمین بجاہِ سیدالمرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ واتباعہ اجمعین۔

❁......❁

نمازعید کا طریقہ

نیت کرتا ہوں دو رکعت نماز عیدالاضحیٰ واجب چھ زائد تکبیروں کے ساتھ، پیچھے اس امام کے ......اللہ اکبر......نیت کے بعد امام کے ساتھ تکبیر تحریمہ کہہ کر ہاتھ باندھ کر سبحانک اللہ..... پڑھے۔ پھر امام کے ساتھ کانوں تک ہاتھ اٹھا کر تین مرتبہ تکبیریں کہے۔ دو تکبیروں میں ہاتھ چھوڑتا رہے اور تیسری مرتبہ ہاتھ باندھ لے اور حسب دستور رکعت مکمل کرے۔ دوسری رکعت میں بعد از قرأت تین تکبیریں کہے اور ہاتھ چھوڑتا رہے۔ چوتھی تکبیر کہتے ہی امام کے ساتھ رکوع کر کے حسب دستور نماز مکمل کرے ......نماز عید کے بعد خطبہ سننا واجب ہے۔

قربانی کا طریقہ

قربانی دینے والے کا اپنے ہاتھ سے قربانی کرنا افضل ہے۔ اگر خود جانور ذبح نہ کرسکتا ہو تو کوئی دوسرا مسلمان کرسکتا ہے۔ مگر اجازت ضروری ہے اور سنت یہ ہے کہ اپنے سامنے قربانی کروائے۔ بھوکا، پیاسا جانور ذبح نہ کیا جائے۔ اور نہ ہی اس کے سامنے چھری تیز کی جائے۔ جب تک ٹھنڈا نہ ہو جائے کھال نہ اتاریں، جانور کو قبلہ رو پہلو لٹائیں اور داہنا پاؤں اس کے شانے پر رکھیں۔ بوقت ذبح یہ دعا پڑھیں: اِنِّی وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ حَنِیْفًا وَمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ۔ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُكِیْ وَ مَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ لَاشَرِیْکَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ اور پھر اَللّٰھُمَّ مِنْکَ بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَر پڑھ کر تیز چھری سے جلد ذبح کرے۔ اگر اپنی قربانی کا جانور ذبح کرے تو ذبح کرنے کے بعد پڑھے: اَللّٰھُمَّ تَقَبَّلْ مِنِّیْ كَمَا تَقَبَّلْتَ مِنْ خَلِیْلِكَ اِبْرَاهِیْم عَلَیْهِ السَّلَامِ وَحَبِیْبِكَ مُحَمَّد صَلّٰی اللّٰه علیه وسلم اگر دوسرے کی قربانی کا جانور ذبح کرے تو مِنِّیْ کی مِنْ پڑھ کر اس کا نام لے۔

قرآن وسنت میں قربانی

اللہ تعالیٰ کے انبیاء اور رسول اس کے حکم وفرمان کے پابند ہوتے ہیں ان کے قول وفعل میں بھی تضاد اس لیے نہیں ہوتا کہ وہ خدا کے حکم کے بغیر کوئی کام نہیں کرتے انبیائے کرام کے خواب بھی وحی الٰہی کا حصہ ہوتے ہیں امام انبیاء حضور سید المرسلین ﷺ کے جد امجد حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے بھی ایک خواب دیکھا کہ خدا کی راہ میں سب سے پیاری چیز قربان کی جائے جب انہوں نے دیکھا کہ بیٹے اسماعیل علیہ السلام سے زیادہ پیاری چیز اور کوئی نہیں تو باپ نے بیٹے کو خدا کا پیغام سنایا جذبہ ایثار وقربانی سے سرشار اور خدا کے پیغمبر حضرت اسماعیل نے عرض کیا کہ ابا جان! آپ وہ کچھ کر گزریں جس کا آپ کو حکم دیا گیا ہے۔ نہلا دھلا کر۔ خوشبوئیں لگا کر اور خوب سجا کر اپنے بیٹے کو پہاڑ پر لے جا کر لٹا دیا گیا اور جب یہ گمان ہو کہ شفقت پدری کا حکم خداوندی سے روک نہ لے تو اپنی آنکھوں پر پٹی باندھ لی۔ چھری چلائی مگر خدا کی طرف سے کاٹنے کا حکم نہ ہوا۔ جبرئیل امین جو تمام ملائکہ کے سردار اور امام ہیں کو حکم دیا گیا کہ جنت سے دنبہ لے کر اسماعیل علیہ السلام کی جگہ لٹا دو اور ابراہیمعلیہ السلام سے کہہ دو کہ آپ کی قربانی قبول ہوئی۔

قربانی کا مقصد مسلمانوں میں ایثار قربانی کا جذبہ پیدا کرنا ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے سنت ابراہیمی کو قیامت تک کے مسلمانوں کے لیے فریضہ بنا دیا۔ یہ عبادت گذشتہ چودہ سو سال سے کسی اختلاف کے بغیر امت محمدیہ میں رائج ہے ترمذی کی حدیث ہے کہ آقا کے دو جہان ﷺ نے ہجرت کے بعد مدینہ طیبہ میں دس سال تک قیام فرمایا اور ہر سال برابر قربانی کرتے رہے۔

قربانی اور حکم خداوندی

ارشاد الٰہی ہے فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ یعنی اپنے رب کے لیے نماز پڑھ اور قربانی کر اسی لیے قربانی سے پہلے نماز عید ادا کی جاتی ہے دوسری جگہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ کہ

قل ان صلاتی ونسکی ومحای مماتی للہ رب العلمین ولا شریک لہ، وبذالک امرت ولنا اول المسلمین۔

ترجمہ: اے محبوب ﷺ آپ فرما دو کہ میری نماز، میری قربانی، میری زندگی اور میری

موت صرف رب العلمین کے لیے ہے جس کا کوئی شریک نہیں مجھے اسی کا حکم دیا گیا ہے اور میں مسلمان ہوں۔

قربانی اور سنت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت سے پہلے اور بعد خود بھی ہر سال قربانی کرتے اور مسلمانوں کو تاکید بھی فرماتے تھے اسی لیے جمہور اسلام کے نزدیک قربانی واجب ہے (شامی) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ آقائے دو جہان صلی اللہ علیہ وسلم دو مینڈھوں کی قربانی کرتے تھے اور میں بھی دو ہی مینڈھوں کی قربانی کیا کرتا تھا مسند احمد میں حضرت علی بن حسین سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم عیدالاضحیٰ کے دن دو مینڈھے خوب موٹے تازے بڑے سینگوں والے خرید فرماتے اور نماز کے بعد خطبے سے فارغ ہو کر ذبح فرماتے تھے۔

قربانی اور حکم مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آقائے دو جہان صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عید کے دن سب سے پہلا کام نماز کے بعد قربانی ہے جس نے نماز کے بعد قربانی کی اس نے ہماری سنت کو پالیا اس حدیث کو بخاری نے نقل کیا ہے ابن ماجہ اور احمد میں حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ، سے روایت ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ قربانیاں کیا ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ تمہارے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہیں عرض کیا گیا اس سے ہمیں ثواب ملے گا؟ فرمایا ''ہر بال کے بدلے ایک نیکی ملے گی پھر عرض کیا گیا اور اون کے بدلے؟ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ فرمایا۔ کہ اون کے ہر بال کے بدلے بھی ایک نیکی ملے گی۔

ترمذی شریف میں حضرت ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قربانی کے دنوں میں ابن آدم کا کوئی عمل خدا کے نزدیک قربانی کرنے سے زیادہ محبوب نہیں اور وہ جانور قیامت کے دن اپنے سینگوں، بالوں، کھروں کے ساتھ آئے گا اور قربانی کا خون زمین پر گرنے سے قبل بارگاہ الٰہی میں شرف قبولیت پا لیتا ہے اس لیے خوشی سے قربانی کرو۔

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ ﷺ نے فرمایا کہ عیدالاضحٰی کے دن کسی بھی نیک کام میں روپیہ خرچ کرنا قربانی کرنے سے افضل نہیں ہے۔

سرکار نور مجسم رحمت عالم ﷺ فرماتے ہیں کہ جس میں استعداد ہو اور وہ قربانی نہ کرے د ہماری عیدگاہ کے قریب نہ آئے۔

قربانی اور عمل صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ مدینہ منورہ میں قربانی کے جانور خوب کھلا پلا کر موٹے کرتے تھے اور عام مسلمانوں کا یہی قاعدہ تھا اور حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم مدنیہ طیبہ میں قربانی کے گوشت کو نمک لگا کر رکھ دیا کرتے تھے اور پھر حضور علیہ ﷺ کی خدمت میں پیش کرتے تھے۔

قربانی کس پر واجب ہے؟

ہر مسلمان جو عاقل، بالغ اور مقیم ہو اس پر قربانی واجب ہے بشرطیکہ صاحب نصاب ہو یعنی اس کی ملکیت میں ساڑھے باون تولہ چاندی یا اس رقم سے زائد مال موجود ہو .... اس کے علاوہ جو شرعی قاعدہ کے مطابق مسافر ہو اس پر قربانی لازم نہیں مگر جس شخص پر قربانی واجب نہیں اس نے قربانی کی نیت سے جانور خرید لیا تو اب اس پر قربانی واجب ہو جائے گی۔(شامی)

قربانی کب کی جائے؟

قربانی کے لیے صرف تین دن مخصوص ہیں ان میں دس گیارہ اور بارہ ذوالحج شامل ہیں تین دنوں میں کسی بھی دن قربانی ہو سکتی ہے مگر افضل پہلے روز ہے۔

قربانی کس وقت کی جائے؟

جن آبادیوں میں جمعہ وعیدین کی نمازیں جائز ہے وہاں عید سے پہلے قربانی جائز نہیں ہے اگر کسی نے نماز عید سے پہلے قربانی کر دی تو پھر اس کو دوبارہ کرنا ہو گی اور جہاں نماز جمعہ وعیدین نہیں پڑھی جاتیں وہاں دسویں ذی الحجہ کی صبح صادق کے بعد قربانی ہو سکتی ہے اگر اس طرح پہلے روز کسی عذر شرعی کی وجہ سے نماز عید نہ پڑھی جا سکے۔ تو نماز عید کا وقت گزر جانے کے بعد قربانی درست

ہے۔(درمختار)

قربانی رات کے وقت میں بھی جائز ہے۔مگر بہتر نہیں ہے۔(شامی)

قربانی کن جانوروں کی جائز ہے؟

بکرا، دنبہ، اور بھیڑ کی قربانی ایک ہی شخص کر سکتا ہے جبکہ گائے، بھینس، اور اونٹ میں سات آدمی شریک ہو سکتے ہیں لیکن اس میں خالص خیال یہ رکھا جائے کہ تمام شرکائے قربانی کی نیت خالص قربانی ہی کی ہو محض گوشت کھانے کی نیت نہ ہو۔

قربانی کے جانوروں کی عمریں کیا ہونی چاہئیں؟

بکرا، بکری ایک ہی سال کے ہونا ضروری ہے اس سے ایک دن بھی کم ہو گا تو قربانی کے قابل نہیں ہے بھیڑ اور دنبہ اتنا موٹا تازہ ہو کر دیکھنے میں سال بھر کا معلوم ہو تو وہ بھی جائز ہے گائے بھینس دو سال اور اونٹ پانچ سال کا ہونا ضروری ہے۔ان عمروں سے کم عمر کے جانور قربانی کے اہل نہیں ہیں اسی طرح لنگڑے، کانے یا ایسے مریض اور لاغر جانور کی قربانی بھی جائز نہیں ہے جو قربان گاہ تک نہ جا سکے۔

اس کے علاوہ خریدنے کے بعد اگر قربانی کے جانور میں عیب پیدا ہو گیا مثلاً ٹانگ ٹوٹ گئی۔ لاغر ہو گیا، کانا ہو گیا، اندھا ہو گیا یا کان وغیرہ کٹ گیا تو اب اس کی قربانی جائز نہیں البتہ غریب اور نادار اس کی قربانی بھی دے سکتے ہیں۔

قربانی اور اس کے آداب

قربانی کے جانور کا دودھ نکالنا جائز نہیں ہے اور نہ ہی بال کاٹنا جائز ہے اگر ایسا کیا تو دودھ بال یا اس کی قیمت صدقہ کرنا واجب ہے قربانی کے جانور کو چند روز پہلے سے پالنا افضل ہے۔

قربانی کا جانور گم ہو گیا اب دوسری قربانی ضرور خریدنا ہو گی اب بعد میں پہلا گم شدہ جانور بھی مل گیا تو دونوں کی قربانی دینی چاہیے مگر واجب صرف ایک ہی کی ہے مگر غریب آدمی کو اگر دوسرا جانور مل گیا تو اس پر دونوں جانوروں کی قربانی واجب ہوئی جس جانور میں کئی حصہ دار ہوں تو اس کے گوشت کو وزن کر کے تقسیم کیا جائے محض اندازے سے تقسیم کرنا صحیح نہیں ہے افضل یہ ہے کہ گوشت

کے تین حصے کیے جائیں ایک اہل وعیال کے لیے دوسرا حصہ اعزہ و اقارب اور احباب کے لیے ہو اور تیسرا حصہ فقرا و مساکین میں تقسیم کر دیا جائے۔ قربانی کا گوشت بیچنا جائز نہیں ہے۔

قربانی کی کھال کو اپنے استعمال میں لانا اس طرح جائز ہے کہ مصلّٰی یا ڈول وغیرہ بنا لیا جائے مگر فروخت کر کے پیسے اپنے لیے استعمال کرنا جائز نہیں بلکہ صدقہ کر دینا واجب ہے اور قربانی کی کھال کو صدقہ کی نیت کے بغیر بیچنا جائز نہیں ہے۔

قربانی کی کھال کسی خدمت کے معاوضے میں امام مسجد یا موذن وغیرہ کو دینا جائز نہیں ہے اور اسی طرح قصاب کو مزدوری کے طور پر بھی نہیں دی جا سکتی۔

دینی، فلاحی تنظیمیں اور نشر و اشاعت اسلام کے ادارے اس کے علاوہ دینی مدارس کے طلبہ قربانی کی کھالوں کا بہترین مصرف ہیں کیونکہ اس میں احیائے علم دین خدمت بھی ہے اور مدرسین وغیرہ کی خدمت بھی ہوتی ہے۔

آج کل قربانی محض ایک رسم بن کر رہ گئی ہے اللہ تعالیٰ اس کی اصل روح تک پہنچنے کی توفیق عطا کرے قربانی کی اصل روح تقوی اور پرہیزگاری ہے شاید ایسے ہی حالات میں علامہ اقبال نے کہا تھا کہ

رگوں میں وہ لہو باقی نہیں ہے
وہ دل وہ آرزو باقی نہیں ہے
نماز و روزہ و قربانی و حج
یہ سب باقی ہیں تو باقی نہیں ہے

اپنی قربانی کے جانور کو خود ذبح کرنا چاہیے اگر ذبح کرنا نہیں جانتا تو دوسرے سے بھی ذبح کروا سکتا ہے ذبح کے وقت خود موجود رہنا افضل ہے قربانی کی نیت دل سے کرنا ہی کافی ہے ذبح کرتے وقت "بسم اللہ اللہ اکبر" کہنا ضروری ہے سنت یہ ہے کہ جانور کو قبلہ رو لٹائے اور یہ دعا پڑھے۔

اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُكِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ.

اور ذبح کے بعد یہ دعا پڑھے۔

اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْهُ مِنِّیْ كَمَا تَقَبَّلْتَ مِنْ حَبِیْبِكَ مُحَمَّدٍ وَّخَلِیْلِكَ اِبْرَاهِیْمَ السَّلَامُ

احادیث نبوی ﷺ اور قربانی

عہد حاضر کے نامور محقق، محدث، عالم، فقیہہ، روحانی پیشوا، حضرت پیر سیّد محمد امیر شاہ گیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ (التوفی ۱۴۲۵ھ) نے قربانی کے موضوع پر رسول رحمت ﷺ کے چند ارشادات مبارکہ ترجمہ اور ان کی تشریح و توضیح کے ساتھ پیش فرماتے ہیں۔ واضح رہے کہ ان احادیث کو حضرت کی مجلسِ بابرکت میں نوجوان فاضل مولانا تنویر احمد مادری زید لحدہٗ نے بڑی محنت سے مرتب کیا ہے۔

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللّٰہ صلی تعالی علیہ وسلم من وجد سعتہ ولم یفتح فلا یقربن مصلانا (ابن ماجہ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جس میں وسعت ہو اور قربانی نہ کرے وہ ہماری عید گاہ کے قریب ہرگز نہ آئے۔

قربانی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے اس اعتبار سے قربانی کی اصل حقیقت، بارگاہِ الٰہی میں اپنی جان کا نذرانہ پیش کرنا ہے۔ جانور کی قربانی اس نذرانۂ جان کا بدل ہے۔ اس لیے مستحب یہ ہے کہ قربانی کا جانور خوب فربہ و توانا ہو، نہایت عمدہ و نفیس اور انتہائی خوبصورت ہو تا کہ انسان اس کی طرف رغبت و کشش رکھے۔ اور قربانی کرتے وقت اپنے دل میں ایک کسک اور جذبۂ ایثار کا لمس محسوس کرے۔ قرآن حکیم میں قربانی کے جانور کو شعائر اللہ میں شامل کرتے ہوئے اس کی تعظیم و تکریم کو ''دل کے تقویٰ'' سے تعبیر کیا گیا ہے جو شخص قربانی کا اردہ رکھا ہو اس کو چاہیے کہ یکم ذی الحج سے لے کر قربانی تک اپنے ناخن اور بال نہ کٹائے ایک حدیث پاک میں اس کی تلقین آئی ہے اس کی حکمت بیان کرتے ہوئے ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں ''قربانی کرنے والا شخص درحقیقت اپنی جان کے فدیے اور گناہوں کے کفارے میں جانور کی قربانی پیش کر رہا ہے جانور کا ہر عضو اس قربانی کرنے والے کے ہر عضو بدن کا کفارہ بنتا ہے۔ اس لیے قربانی کرنے والے کو ناخن اور بال کٹوانے کی اجازت نہیں تا کہ قربانی کے وقت بارگاہ الٰہی سے رحمت و بخشش

اور عنایت و کرم کا جو خاص الخاص فیضان میسر آئے گا اس سے اس کا کوئی عضو بدن اس فیض سے محروم نہ رہے'' قربانی کے تین ایام ہیں تاہم پہلے دن یعنی دس ذی الحج کو قربانی کرنا افضل ہے کیونکہ وقت کی فضیلت کے لحاظ سے عمل کی فضیلت اور اجر وثواب بڑھ جاتا ہے۔ رات کے وقت قربانی کا کرنا مکروہ یعنی ناپسندیدہ ہے بہتر یہ ہے کہ قربانی کرنے والا شخص خود اپنے ہاتھ سے جانور ذبح کرے۔ اگر کوئی شخص، خود ذبح نہ کر سکتا ہو تو موقع پر اس کو موجود ہونا اور ذبح میں مدد کرنا پسندیدہ عمل ہے قربانی کرتے وقت جانور اور ذبح کرنے والے شخص (دونوں) کا چہرہ قبلہ رو ہونا چاہیے نیز قربانی کا جانور ذبح کرتے وقت بسم اللہ اور تکبیر سے پہلے مسنون دعا بھی پڑھیں قربانی کا خون مقدس اور محترم ہے لہٰذا یہ عام چلنے پھرنے کی جگہ نہ پڑنا چاہیے تاکہ اس کی بے حرمتی نہ ہو۔ بہتر یہ ہے کہ گڑھا کھود کر اس میں خون جمع کر کے دفن کر دیں افضل یہ ہے کہ قربانی کا گوشت ایک تہائی صدقہ کریں، ایک تہائی حصہ رشتہ داروں اور احباب کے لیے نکالیں اور باقی ایک تہائی حصہ اپنے لیے رکھیں۔ اگر کوئی ایسا شخص جس پر شرعاً قربانی واجب نہیں، قربانی کی نذر مان لے یا قربانی کی نیت سے جانور خریدے تو اس نیت کی وجہ سے اس شخص پر قربانی لازم ہو جائے گی قربانی کی اہمیت اور اجر وثواب کو پیش نظر رکھتے ہوئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قربانی نہ کرنے والے کو بطور تنبیہ فرمایا ہے کہ وہ ہماری عید گاہ کے قریب ہرگز نہ آئے۔

اَدْنَاهُ شَاةٌ وَهُوَ مِنْ ثَلٰثَةِ اَنْوَاعٍ مِّنَ الْاِبِلِ وَالْبَقَرِ وَالْغَنَمِ يَجْزِئُ فِیْ ذٰلِکَ كُلِّهٖ الثَّنِیُّ فَصَاعِدًا اِلَّا الضَّانِ فَاِنَّ الْجَزْعَ مِنْهُ يُجْزِئُ فِيْهِ وَلَا يَجُوْزُ فِی الْهَدْیِ مَقْطُوْعُ الْاُذُنِ اَوْ اَكْثَرِهَا وَلَا مَقْطُوْعُ الْيَدِ وَالرِّجْلِ وَلَا مَقْطُوْعُ الذَّنَبِ وَلَا ذَاهِبَةُ الْعَيْنِ وَلَا الْعَجْفَآءُ وَلَا الْعَرْجَآءُ الَّتِیْ لَا تَمْشِیْ اِلَی الْمَنْسَکِ وَالشَّاةُ جَائِزَةٌ فِیْ كُلِّ دَمٍ

قربانی کا کم سے کم درجہ بکری ہے اور قربانی کی تین اقسام ہیں۔ اونٹ، گائے اور بکری کی قربانی، ان سب میں گائے میں ثنی دو سالہ کو کہتے ہیں مگر اونٹ میں ثنی پانچ سالہ کو کہتے ہیں۔ یا زیادہ عمر کا جانور کافی ہے مگر دنبہ کہ جس میں چھ مہینے کا بچہ بھی کافی ہے اور قربانی میں پورا یا اکثر کان کٹا، ہاتھ، پاؤں اور دم کٹا، اندھا، کانا، نحیف اور لنگڑا جو مذبح تک نہ جا سکے جائز نہیں ہے اور بکری ہر دم میں جائز ہے۔

اِلَّا فِیْ مَوْضِعَیْنِ فِیْ مَنْ طَافَ طَوَافَ الزِّيَارَةِ جُنُبًا وَمَنْ جَامَعَ بَعْدَ الْوُقُوْفِ بِعَرَفَةَ فَاِنَّ فِیْ هٰذَيْنِ الْمَوْضِعَيْنِ لَا يَجُوْزُ اِلَّا بُدْنَةٌ وَالْبُدْنَةُ

وَالْبَقَرَةُ يَجُوْزُ كُلٌّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا عَنْ سَبْعَةِ اَنْفُسٍ اِذَا كَانَ كُلُّ وَاحِدٍ مِّنَ الشُّرَكَآءِ يُرِيْدُ الْقُرْبَةَ فَاِنْ اَرَادَ اَحَدُهُمْ بِنَصِيْبِهٖ لَحْمًا لَمْ يَجُزْ لِلْبَاقِيْنَ عَنِ الْقُرْبَةِ وَيَجُوْزُ الْاَكْلُ لِلْمَالِكِ مِنَ التَّطَوُّعِ وَالْمُتْعَةِ وَالْقِرَانِ وَلَا يَجُوْزُ الْاَكْلُ مِنْ بَقِيَّةِ الْهَدَايَا لِلْمَالِكِ وَلَا لِلْغَنِيِّ.

مگر دو جگہوں پر جائز نہیں۔ ایک جس نے جنابت کی حالت میں طواف زیارت کیا اور جس نے وقوف عرفہ کے بعد مجامعت کر لی پس بے شک ان دونوں جگہوں پر جائز نہیں مگر اونٹ۔ اونٹ اور گائے میں سے ہر ایک ان سات اشخاص کی طرف سے جائز ہے جن میں سے ہر ایک قرب الٰہی کی نیت سے شریک ہو اور اگر ان میں سے ایک نے اپنے حصے کے گوشت کا ارادہ کیا تو باقیوں کی جانب سے ازروئے ثواب جائز نہیں ہے اور مالک کے لیے نفلی، تمتع اور قران کی قربانی میں سے کھانا جائز ہے اور مالک اور مالدار کے لیے باقی قربانیوں سے کھانا جائز نہیں ہے۔

وَلَا يَجُوْزُ ذَبْحُ هَدْيِ التَّطَوُّعِ وَالْمُتْعَةِ وَالْقِرَانِ اِلَّا فِيْ يَوْمِ النَّحْرِ وَيَجُوْزُ ذَبْحُ بَقِيَّةِ الْهَدَايَا فِيْ اَيِّ وَقْتٍ شَآءَ وَلَا يَجُوْزُ ذَبْحُ دَمِ الْهَدْيِ اِلَّا فِي الْحَرَمِ وَيَجُوْزُ اَنْ يَّتَصَدَّقَ بِهَا عَلٰى مَسَاكِيْنِ الْحَرَمِ وَ غَيْرِ هِمْ وَلَا يَجِبُ التَّعْرِيْفُ بِقَلَادَةٍ بِالْهَدْيِ وَالْاَفْضَلُ فِي الْبُدْنَةِ النَّحْرِ وَفِي الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ الذَّبْحُ وَالْاَفْضَلُ اِنْ يَتَوَلَّى الْاِنْسَانُ بِنَفْسِهٖ اِذَا كَانَ يَحْسِنُ ذٰلِكَ وَيَتَصَدَّقَ بِجَلَالِهَا وَخِطَامِهَا وَلَا يُعْطِيْ اُجْرَةَ الْجَزَّارِ مِنْهَا.

اور نفلی، تمتع اور قرآن کی قربانی کو ذبح کرنا جائز نہیں مگر قربانی کے دن۔ اور باقی قربانیوں کو ذبح کرنا جائز ہے جس وقت بھی چاہے اور دم کی قربانی کو ذبح کرنا جائز نہیں مگر حرم میں اور ان کا گوشت وغیرہ حرم کے مسکینوں اور دوسرے مسکینوں پر صدقہ کرنا جائز ہے۔ اور قربانی کے جانور کو پٹہ کے ساتھ نشان لگانا واجب نہیں ہے اور بہتر اونٹ میں نحر کرنا اور گائے، بھیڑ، بکری میں ذبح کرنا، اور خود اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا بہتر ہے جبکہ اچھی طرح ذبح کر سکتا ہو اور اس کی جھول (کھال) اور رسی صدقہ کر دے اور ان سے قصاب کی مزدوری ادا نہ کرے۔

وَمَنْ سَاقَ بُدْنَةً فَاضْطُرَّ اِلٰى رُكُوْبِهَا وَاِنْ اِسْتَغْنٰى عَنْ ذٰلِكَ لَمْ يَرْكَبْهَا

وَاِنْكَانَ لَهَالَبَنٌ لَمْ يَحْلِبُهَا وَلٰكِنْ يَنْضَحُ ضَرْعَهَا بِالْمَآءِ الْبَارِدِ حَتّٰى يَنْقَطِعُ اللَّبَنُ وَمَنْ سَاقَ هَدْيًا فَعَطِبَ فَاِنْ كَانَ تَطَوُّعًا فَلَيْسَ عَلَيْهِ غَيْرُهُ وَاِنْ كَانَ وَاجِبًا فَعَلَيْهِ اَنْ يُقِيْمَ غَيْرَهُ مُقَامَهُ وَكَذٰلِكَ لَوْ اَصَابَهُ عَيْبٌ كَثِيْرٌ اَقَامَ غَيْرَهُ مَقَامَهُ وَصَنَعَ بِالْمَعِيْبِ مَاشَآءَ وَاِنْ عَطَبَتِ الْبُدْنَةُ فِي الطَّرِيْقِ فَاِنْكَانَ تَطَوُّعًا نَحَرَهَا.

اور جو اونٹ لے گیا پس اس پر سوار ہونے پر مجبور ہو گیا تو اس پر سوار ہو جائے اور اگر مجبور نہ ہو تو اس پر سوار نہ ہو اور اگر اس کا دودھ ہو تو نہ دوہے بلکہ اس کے تھنوں پر ٹھنڈا پانی ڈالے یہاں تک کہ اس کا دودھ خشک ہو جائے اور جو قربانی کا جانور لے گیا پس وہ مر گیا۔ اگر نفلی ہے تو اس پر اس کا بدل نہیں ہے اور اگر قربانی واجب ہے تو پہلی کے بدلے میں دوسری لانا اس پر لازم ہے۔ اسی طرح اگر قربانی کے جانور میں بہت سے عیوب پیدا ہو گئے تو اس کی جگہ دوسرا لائے۔ اورعیب دار کا جو چاہے کرے اور اگر اونٹ راستے میں مر گیا اگر نفلی ہے تو اس کو نحر کر لے۔

وَصَبَغَ نَعْلَهَا بِدَمِهَا وَضَرَبَ بِهَا صَفْحَةَ سَنَامِهَا وَلَمْ يَاْكُلُ مِنْهَا هُوَ وَلَا غَيْرُهُ مِنَ الْاَغْنِيَآءِ وَاِنْكَانَتْ وَاجِبَةً اَقَامَ غَيْرَهَا مُقَامَهَا وَصَنَعَ بِهَا مَاشَآءَ وَيُقَلِّدُ هَدْيَ التَّطَوُّعِ وَالْمُتْعَةِ وَالْقُرَانِ وَلَا يُقَلِّدُ دَمَ الْاِحْصَارِ وَلَا دَمِ الْجِنَايَاتِ.

اور اس کے نعل کو اس کے خون سے رنگ لے اور اس خون کو اس کے کوہان کو مارے اور وہ اور نہ کوئی دوسرا مالداروں میں سے اس کا گوشت کھائے اور اگر واجب ہے تو اس کے بدلے دوسرا لائے اور پہلے کے ساتھ جو چاہے کرے اور نفلی، تمتع اور قرآن کی قربانی کی گردنوں میں پٹہ ڈالے صرف دم احصار اور دم جنایات کو پٹہ نہ ڈالے۔

عہد

عہد حاضر میں انڈیا سے تعلق رکھنے والے دنیائے اسلام کے نامور محدث حضرت شیخ الحدیث علامہ مولانا جلال الدین امجدی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ''انوار الحدیث'' میں اس موضوع پر جو روایات جمع فرمائی ہیں ان میں سے چند ملاحظہ ہوں۔

عَنْ زَیْدِ بْنِ اَرْقَمَ قَالَ قَالَ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا هٰذِهِ الْاَضَاحِیُّ قَالَ سُنَّةُ اَبِیْکُمْ اِبْرَاهِیْمَ عَلَیْهِ السَّلَامُ قَالُوْا فَمَا لَنَا فِیْهَا یَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ بِکُلِّ شَعْرَةٍ حَسَنَةٌ قَالُوْا فَالصُّوْفُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ بِکُلِّ شَعْرَةٍ مِنَ الصُّوْفِ حَسَنَةٌ.

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! یہ قربانیاں کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا یہ تمہارے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا اس سے ہم کو ثواب ملے گا؟ فرمایا ہر بال کے بدلے ایک نیکی ہے عرض کیا اور اون یا رسول اللہ! تو آپ نے فرمایا کہ اون کے ہر بال میں بھی ایک نیکی ملے گی۔ (احمد، ابن ماجہ)

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا عَمِلَ ابْنُ اٰدَمَ مِنْ عَمَلٍ یَوْمَ النَّحْرِ اَحَبَّ اِلَی اللّٰهِ مِنْ اِهْرَاقِ الدَّمِ وَاِنَّهٗ لَیَاْتِیْ یَوْمَ الْقِیَامَةِ بِقُرُوْنِهَا وَ اَشْعَارِهَا وَاَظْلَافِهَا وَاِنَّ الدَّمَ لَیَقَعُ مِنَ اللّٰهِ بِمَکَانٍ قَبْلَ اَنْ یَّقَعَ بِالْاَرْضِ.

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ قربانی کے ایام میں ابن آدم کا کوئی عمل خدا تعالیٰ کے نزدیک خون بہانے (یعنی قربانی کرنے) سے زیادہ پیارا نہیں اور وہ جانور قیامت کے دن اپنے سینگوں بالوں، کھروں کے ساتھ آئے گا اور قربانی کا خون زمین پر گرنے سے قبل خدائے تعالیٰ کے نزدیک مقامِ قبول میں پہنچ جاتا ہے۔ (ترمذی۔ ابن ماجہ)

عَنْ حَنَشٍ قَالَ رَاَیْتُ عَلِیًّا یُضَحِّیْ بِکَبْشَیْنِ فَقُلْتُ لَهٗ مَا هٰذَا فَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَوْصَانِیْ اَنْ اُضَحِّیَ عَنْهُ فَاَنَا اُضَحِّیْ عَنْهُ.

حضرت حنش رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کو دو دنبے ذبح کرتے ہوئے دیکھا میں نے پوچھا...... یہ کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھے وصیت فرمائی ہے کہ میں حضور ﷺ کی جانب سے قربانی کیا کروں میں (دوسرا دنبہ حضور ﷺ کی جانب سے) قربانی کر رہا ہوں۔ (ابوداؤد)

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ وَّجَدَ سَعَةً وَّلَمْ یُضَحِّ فَلاَ یَقْرُبَنَّ مُصَلاَّنَا.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جس میں وسعت ہو اور قربانی نہ کرے تو وہ ہماری عیدگاہ کے قریب ہرگز نہ آئے۔

(ابن ماجہ)

عَنْ اُمِّ سَلْمَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا رَاَیْتُمْ هِلاَلَ ذِی الْحَجَّةِ وَاَرَادَ اَحَدُ کُمْ اَنْ یُّضَحِّیَ فَلْیُمْسِکْ عَنْ شَعْرِهٖ وَاَظْفَارِهٖ.

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب تم بقرعید کا چاند دیکھو اور تم میں کوئی قربانی کرنا چاہے تو اس کو چاہیے کہ بال منڈانے، ترشوانے اور ناخن کٹوانے سے رکا رہے۔ (مسلم)

یہاں علامہ امجدی رحمہ اللہ علیہ نے ان احادیث سے چند مسائل شرعیہ کی نشاندہی کرتے ہوئے یوں وضاحت فرمائی ہے۔

(۱) قربانی کے مسئلے میں صاحب نصاب وہ شخص ہے جو ساڑھے باون تولہ چاندی یا ساڑھے سات تولہ سونا کا مالک ہو یا ان میں سے کسی ایک کی قیمت کا سامانِ تجارت یا سامان غیر تجارت کا مالک ہو اور مملوکہ چیزیں حاجت اصلیہ سے زائد ہوں۔

(۲) جو مالک نصاب اپنے نام سے ایک بار قربانی کر چکا ہے اور دوسرے سال بھی وہ صاحب نصاب ہے تو پھر اس پر اپنے نام سے قربانی واجب ہے اور یہی حکم ہر سال کا ہے۔ حدیث میں ہے۔ اِنَّ عَلٰی کُلِّ اَهْلِ بَیْتٍ فِیْ کُلِّ عَامٍ اَضْحِیه (ترمذی)

(۳) اگر کوئی صاحب نصاب اپنی طرف سے قربانی کرنے کے بجائے دوسرے کی طرف سے کر دے اور اپنے نام سے نہ کرے تو سخت گنہ گار ہوگا لہٰذا اگر دوسرے کی طرف سے بھی کرنا چاہتا ہے تو اس کے لیے ایک دوسری قربانی کا انتظام کرے۔

(۴) بعض لوگوں کا جو یہ خیال ہے کہ ''اپنی طرف سے زندگی میں صرف ایک بار قربانی واجب ہے'' شرعاً غلط اور بے بنیاد ہے اس لیے کہ مالکِ نصاب پر ہر سال اپنے نام سے قربانی واجب ہے۔

(۵) دیہات میں (جہاں نماز عید کا اہتمام نہیں) دسویں ذی الحجہ کو طلوع صبح صادق کے بعد ہی سے قربانی کرنا جائز ہے لیکن مستحب یہ ہے کہ سورج نکلنے کے بعد کرے۔ فتاویٰ عالمگیری جلد پنجم مصری ص ۲۶۰ میں ہے۔ والوقت المستحبة للتضحیة فی حق اهل السواد

بعد طلوع الشمس۔
شہر میں نمازِ عید سے پہلے قربانی کرنا جائز نہیں۔ (بہار شریعت)

(۷) شہری آدمی کو قربانی کا جانور دیہات میں بھیج کر نماز عید سے پہلے قربانی کرا کے گوشت کو شہر میں منگا لینا جائز ہے درمختار مع ردالمختار جلد پنجم ص ۲۰۹ میں ہے۔ حیلة مصری اذا اداد التعجیل ان یخرجھا لخارج المصر فیضحی بھا اذا طلع الفجر۔

(۸) قربانی کا چمڑا یا گوشت یا اس میں کوئی چیز قصاب یا ذبح کرنے والے کو اجرت میں دینا جائز نہیں۔ درمختار میں ہے لا یعطی اجرا الجزار منھا۔

(۹) قربانی کا گوشت کافر کو دینا جائز نہیں۔

(۱۰) قربانی کے جانور کو بائیں پہلو پر اس طرح لٹائیں کہ اس کا منہ قبلہ کی طرف ہو اور اپنا داہنا پاؤں اس کے پہلو پر رکھیں اور ذبح سے پہلے یہ دعا پڑھیں۔ اِنِّیْ وَجَّھْتُ وَجْھِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَالسَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ. اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَبِذَالِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ پھر اَللّٰھُمَّ مِنْکَ وَلَکَ بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰہُ اَکْبَرْ پڑھتے ہوئے تیز چھری سے ذبح کریں قربانی اپنی طرف سے ہو تو ذبح کے بعد یہ دعا پڑھیں۔ اَللّٰھُمَّ تَقَبَّلْ مِنِّیْ کَمَا تَقَبَّلْتَ مِنْ خَلِیْلِکَ اِبْرَاھِیْمَ عَلَیْہِ السَّلَامُ وَ حَبِیْبِکَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اور اگر دوسرے کی طرف سے ذبح کرتا ہے تو مِنِّیْ کی جگہ مِنْ کے بعد اس کا نام لے۔

شارح بخاری علامہ غلام رسول سعیدی مدظلہ شرح صحیح مسلم میں رقمطراز ہیں کہ حدیث میں ہے لا فرع ولا عتیرۃ ”کوئی فرع ہے نہ کوئی عتیرہ“ امام شافعی نے اس کی یہ تاویل کی ہے کہ فرع اور عتیرہ واجب نہیں ہیں میں کہتا ہوں کہ یہ تاویل سنن نسائی کی اس روایت سے مردود ہے:

فھی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم عن الفرع و العتیرہ۔

رسول اللہ ﷺ نے فرع اور عتیرہ سے منع فرمایا ہے۔

فرع اور عتیرہ کے سلسلہ میں متعدد متعارض روایات ہیں، امام نسائی نے حارث بن عمرو سے یہ روایت کیا ہے کہ حجۃ الوداع میں ان کی رسول اللہ ﷺ سے ملاقات ہوئی...... ایک شخص نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ عتائر اور فرائع کا کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا: جو چاہے عتیرہ کو ذبح کرے اور جو چاہے نہ ذبح کرے اور جو چاہے فرع کو ذبح کرے اور جو چاہے نہ کرے نیز امام نسائی نے

روایت کیا ہے کہ حضرت ابو ذر بن لقیط بن عامر عقیلی نے کہا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم زمانہ جاہلیت میں رجب میں ایک جانور ذبح کرتے، خود بھی اس سے کھاتے تھے اور جو شخص ہمارے پاس آتا اس کو بھی کھلاتے تھے؟ آپ نے فرمایا اس میں کوئی حرج نہیں ہے پھر علامہ عینی نے ان احادیث کا ذکر کیا ہے جن کو ہم علامہ نووی کے حوالے سے بیان کر چکے ہیں اس کے بعد علامہ عینی لکھتے ہیں:
یہ تمام احادیث فرع اور عتیرہ کی اباحت پر دلالت کرتی ہیں، علامہ ابن بطال نے لکھا ہے کہ علماء میں سے علامہ ابن سیرین، رجب میں عتیرہ کو ذبح کرتے تھے اور امام طحاوی نے آثار میں لکھا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ عتیرہ ذبح کرتے تھے فقہاء شافعیہ نے اس کو مستحب لکھا ہے اور قاضی عیاض اور علامہ حازمی نے لکھا ہے کہ جس حدیث میں آپ نے فرع اور عتیرہ سے منع فرمایا ہے وہ جواز کی احادیث کی ناسخ ہے اور جمہور علماء کا اسی پر عمل ہے۔

شرح صحیح مسلم میں علامہ سعیدی نے 694 ویں باب میں ''قربانی کرنے والے کے لیے قربانی کرنے سے پہلے بال اور ناخن کٹوانے کی ممانعت'' کے عنوان سے چند احادیث بیان کی ہیں کہ جن کا مطالعہ قارئین کے لیے نہایت نفع بخش ہے۔

حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عُمَرَ الْمَکِّیُّ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ حُمَیْدِ بْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ سَمِعَ سَعِیْدَ بْنَ الْمُسَیَّبِ یُحَدِّثُ عَنْ اُمِّ سَلَمَۃَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا دَخَلَتِ الْعَشْرُ وَاَرَادَ اَحَدُ کُمْ اَنْ یُّضَحِّیَ فَلَا یَمَسَّ مِنْ شَعْرِہٖ وَبَشَرِہٖ شَیْئًا قِیْلَ لِسُفْیَانَ فَاِنَّ بَعْضَھُمْ لَا یَرْفَعُہٗ قَالَ لٰکِنِّیْ اَرْفَعُہٗ.

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا جب عشرہ ذوالحج شروع ہو جائے اور تم میں سے کوئی شخص قربانی کرنے کا ارادہ کرے، تو وہ اپنے بالوں اور ناخنوں کو بالکل نہ کاٹے، سفیان (راوی) سے کہا گیا کہ بعض راوی اس حدیث کو مرفوعاً بیان نہیں کرتے، انہوں نے کہا میں اس کو مرفوعاً بیان کرتا ہوں۔

وَحَدَّثَنَاہُ اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاھِیْمَ اَخْبَرَنَا سُفْیَانُ حَدَّثَنِیْ عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ حُمَیْدِ بْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ الْمُسَیَّبِ عَنْ اُمِّ سَلَمَۃَ تَرْفَعُہٗ قَالَ اِذَا دَخَلَ الْعَشْرُ وَعِنْدَہٗ اُضْحِیَّۃٌ یُّرِیْدُ اَنْ یُّضَحِّیَ فَلَا یَاْخُذَنَّ شَعْرًا وَّلَا یَقْلِمَنَّ ظُفُرًا.

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب عشرہ ذوالحج داخل ہو جائے تو جس شخص کے پاس قربانی ہو اور وہ قربانی کرنے ارادہ رکھتا ہو وہ اپنے بالوں کو کاٹے نہ ناخنوں کو۔

وَحَدَّثَنِي حُجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ كَثِيرِ الْعَنْبَرِيُّ اَبُوْ غَسَّانَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مَالِكِ بْنِ اَنَسٍ عَنْ عَمْرٍ وبْنِ مُسْلِمٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا رَاَيْتُمْ هِلَالَ ذِي الْحِجَّةِ وَاَرَادَ اَحَدُكُمْ اَنْ يُّضَحِّيَ فَلْيُمْسِكْ عَنْ شَعْرِهٖ وَ اَظْفَارِهٖ.

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ جب تم ذوالحجہ کا ہلال دیکھو اور تم میں سے کوئی شخص قربانی کا ارادہ کرے وہ اپنے بالوں اور ناخنوں کو اسی حال پر رہنے دے۔

وَحَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ الْحَكَمِ الْهَاشِمِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مَالِكِ بْنِ اَنَسٍ عَنْ عُمَرَ اَوْ عَمْرٍ و بْنِ مُسْلِمٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَهٗ.

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی۔

وَحَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذِ الْعَنْبَرِيُّ حَدَّثَنَا اَبِي حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو اللَّيْثِيُّ عَنْ عُمَرَ بْنِ مُسْلِمِ بْنِ عَمَّارِ بْنِ اُكَيْمَةَ اللَّيْثِيِّ قَالَ سَمِعْتُ سَعِيْدَ بْنَ الْمُسَيِّبِ يَقُوْلُ سَمِعْتُ اُمَّ سَلَمَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ لَهٗ ذِبْحٌ يَذْبَحُهٗ فَاِذَا اُهِلَّ هِلَالُ ذِي الْحِجَّةِ فَلَا يَاْخُذَنَّ مِنْ شَعْرِهٖ وَلَا مِنْ اَظْفَارِهٖ شَيْئًا حَتّٰى يُضَحِّيَ.

نبی ﷺ کی زوجہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص کے پاس ذبح کرنے کے لیے کوئی ذبیحہ ہو تو جب ذوالحجہ کا چاند نظر آ جائے تو وہ قربانی کرنے تک اپنے بالوں اور ناخنوں کو بالکل نہ کاٹے۔

حَدَّثَنِي الْحَسَنُ بْنُ عَلِيِّ الْحُلْوَانِيُّ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مُسْلِمِ بْنِ عَمَّادِ اللَّيْثِيُّ قَالَ كُنَّا فِي الْحَمَّامِ قُبَيْلَ

الْاَضحٰی فَاطَّلٰی فِیْهِ نَاسٌ فَقَالَ بَعْضُ اَهْلِ الْحَمَّامِ اِنَّ سَعِیْدَ بْنَ الْمُسَیَّبِ یَکْرَهُ هٰذَا اَوْ یَنْهٰی عَنْهُ فَلَقِیْتُ سَعِیْدَ بْنَ الْمُسَیَّبِ فَذَکَرْتُ ذٰلِکَ لَهٗ فَقَالَ یَا ابْنَ اَخِیْ هٰذَا حَدِیْثٌ قَدْنُسِیَ وَتُرِکَ حَدَّثَتْنِیْ اُمُّ سَلَمَةَ زَوْجُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنٰی حَدِیْثِ مُعَاذٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو.

عمرو بن مسلم بن عمار لیثی بیان کرتے ہیں کہ عید الاضحیٰ سے کچھ پہلے ہم حمام میں تھے، بعض لوگوں نے چونے سے اپنے بال صاف کیے، بعض اہل حمام نے کہا کہ سعید بن مسیّب اس فعل کو مکروہ کہتے ہیں یا اس سے منع کرتے ہیں میری سعید بن مسیّب سے ملاقات ہوئی تو میں نے ان سے اس بات کا ذکر کیا انہوں نے کہا اے بھتیجے! یہ حدیث بھلا دی گئی اور ترک کر دی گئی مجھے نبی ﷺ کی زوجہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے یہ حدیث بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔

وَحَدَّثَنِیْ حَرْمَلَةُ بْنُ یَحْیٰی وَاَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَخِیْ ابْنِ وَهْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِیْ حَیْوَةُ اَخْبَرَنِیْ خَالِدُ بْنُ یَزِیْدَ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ اَبِیْ هَلَالٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُسْلِمٍ الْجُنْدَعِیِّ اَنَّ ابْنَ الْمُسَیَّبِ اَخْبَرَهٗ اَنَّ اُمَّ سَلَمَةَ زَوْجَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خَبَرَتْهُ وَذَکَرَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنٰی حَدِیْثِهِمْ.

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے (بھی) نبی ﷺ سے اس (حدیث پاک) کی مثل (ہی) روایت بیان کی۔

عشرۂ ذوالحجہ میں قربانی سے پہلے قربانی کرنے والے کے بال اور ناخن کاٹنے میں مذاہب فقہا کے حوالے سے صاحب شرح صحیح مسلم نے خوب تحقیق پیش کی ہے۔

علامہ یحیٰی بن شرف نووی شافعی لکھتے ہیں:

عشرہ ذوالحج داخل ہونے کے بعد قربانی کرنے والے کے لیے اپنے بال اور ناخن کاٹنے کے متعلق علماء کا اختلاف ہے، سعید بن مسیّب، ربیعہ، امام احمد، اسحاق، داؤد (ظاہری) اور بعض اصحاب شافعی نے یہ کہا ہے کہ عشرہ ذوالحج میں قربانی کرنے والے پر قربانی سے پہلے اپنے بالوں اور ناخنوں کو کاٹنا حرام ہے، اور امام شافعی اور ان کے اصحاب نے یہ کہا کہ یہ مکروہ تنزیہی ہے حرام نہیں ہے، اور امام مالک کے اس مسئلہ میں دو قول ہیں ایک قول یہ ہے کہ یہ مکروہ ہے اور ایک قول یہ ہے

کہ یہ مکروہ نہیں ہے اور ایک قول یہ بھی ہے کہ نفلی قربانی میں یہ حرام ہے اور جو قربانی واجب ہو اس میں حرام نہیں ہے، جو فقہاء اس کو حرام قرار دیتے ہیں ان کا استدلال ان احادیث سے ہے امام شافعی اور دوسرے فقہاء جو حرمت کے قائل نہیں ہیں ان کا استدلال صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی اس حدیث سے ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ''میں رسول اللہ ﷺ کی ہدی (قربانی کا جانور) کے لیے ہار بنتی تھی رسول اللہ ﷺ وہ ہار اس کے گلے میں ڈال کر اس کو روانہ کر دیتے اور جو چیزیں اللہ تعالیٰ نے آپ پر حلال کی تھیں ان میں سے کوئی چیز آپ پر حرام نہیں ہوتی تھی یہاں تک کہ آپ کی ہدی کی قربانی ہو جاتی۔'' امام شافعی فرماتے ہیں ہدی کو بھیجنا قربانی کرنے کے ارادہ سے زیادہ قوی ہے اور جب ہدی بھیجنے سے کوئی چیز حرام نہیں ہوتی تو قربانی کرنے کے ارادہ سے کوئی چیز کیسے حرام ہو جائے گی؟ اس وجہ سے امام شافعی نے اس باب کی احادیث کو کراہت تنزیہہ پر محمول کیا ہے۔

بال کاٹنے کی ممانعت سے مراد عام ہے خواہ کسی طریقہ سے یا جسم کے کسی حصہ کے بال بھی کاٹے جائیں ہمارے علماء نے یہ کہا ہے کہ بال کاٹنے کی ممانعت میں حکمت یہ ہے کہ انسان اپنے تمام اجزاء کے ساتھ مکمل طور پر باقی رہے تاکہ مکمل جہنم سے آزاد ہو، بعض علماء نے کہا یہ ممانعت اس وجہ سے ہے کہ قربانی کرنے والے کی محرم کے ساتھ مشابہت ہو لیکن یہ غلط ہے کیونکہ بال اور ناخن نہ کاٹ کر وہ محرم کے ساتھ مشابہ نہیں ہوتا کیونکہ وہ عورتوں سے پرہیز کرتا ہے نہ خوشبو اور سلے ہوئے کپڑے پہننے کو ترک کرتا ہے حالانکہ محرم ان چیزوں کو ترک کرتا ہے۔ علامہ سعیدی نے اس پر لکھا ہے کہ ''یہ اعتراض صحیح نہیں ہے کیونکہ مشابہت صرف بعض اوصاف میں اشتراک سے ہو جاتی ہے مشابہت کے لیے مکمل اشتراک ضروری نہیں ہے۔

ملا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

امام ابو حنیفہ کے نزدیک عشرہ ذوالحج میں قربانی کرنے والے کے لیے قربانی سے پہلے بالوں اور ناخنوں کو کاٹنے کی رخصت ہے اور ممانعت تنزیہی ہے یعنی قربانی کے ایام میں بالوں اور ناخنوں کو کاٹنا مکروہ تنزیہی یا خلاف اولیٰ ہے اور یہی مذہب شافعی ہے۔

امام دارالہجرہ حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ

حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ جو امام دارالہجرۃ کے لقب سے معروف ہیں۔

☆ جنہوں نے ایک مرتبہ فریضہ حج کی ادائیگی کے بعد پوری زندگی اس خیال سے مدینہ طیبہ سے باہر کا سفر نہ کیا کہ کہیں شہر محبوب میں موت کی سعادت سے محروم نہ ہو جاؤں۔

☆ جو تعظیم و عشق رسالت مآب ﷺ میں زندگی بھر شہر مدینہ کے گلی کوچوں میں بغیر سواری ننگے پاؤں اور عمومی گزر گاہوں سے ہٹ کر چلے کہ مبادا پاؤں آقائے نامدار ﷺ کے نقوشِ پا پر نہ آ جائے۔

☆ جنہیں آقائے نامدار ﷺ سنِ شعور کے آغاز سے تا وصال ہر رات اپنے دیدار سے فیض یاب فرماتے رہے۔

☆ جن کے بارے میں سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے کہ میں نے کسی مسئلے کا ان جیسا سچا، کامل اور فوری حل پیش کرنے والا فقیہ نہیں دیکھا۔

☆ جن کے بارے میں امام شافعی کا قول ہے کہ جو شخص حدیث صحیح کا طالب ہو اسے چاہیے کہ امام مالک سے رجوع کرے۔

ان امام مالک رضی اللہ عنہ نے قربانی کے حوالے سے چند احادیث مبارکہ جمع فرمائیں ملاحظہ ہوں۔

اب موطاء امام مالک (عربی، اردو) کی کتاب الضحایا سے آنحضرت ﷺ کے ارشادات عالیہ ملاحظہ ہوں۔ پہلے ایسے جانوروں کا بیان ہے جن کی قربانی روا نہیں۔

حَدَّثَنِی یَحْیٰی عَنْ مَالِکٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ عُبَیْدِ بْنِ فَیْرُوْزَ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ مَاذَا یُتَّقٰی مِنَ الضَّحَایَا؟ فَاَشَارَ بِیَدِهٖ، وَقَالَ "اَرْبَعًا" وَكَانَ الْبَرَاءُ یُشِیْرُ بِیَدِهٖ وَیَقُوْلُ: یَدِی اَقْصَرُ مِنْ یَدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهِ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ "اَلْعَرْجَاءُ الْبَیِّنُ ظَلْعُهَا وَالْعَوْرَاءُ الْبَیِّنُ عَوْرُهَا وَالْمَرِیْضَةُ الْبَیِّنُ مَرَضُهَا وَالْعَجْفَاءُ الَّتِی لَا تُنْقِیْ"

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ قربانی دینے کے لیے کیسے جانوروں سے بچا جائے تو آپ نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے بتایا کہ چار سے اور حضرت براء بھی اپنے ہاتھ سے اشارہ کر کے فرماتے کہ میرا ہاتھ رسول اللہ ﷺ کے دستِ مبارک سے بہت چھوٹا ہے وہ لنگڑا جو چل نہ سکے جس کا کانا ہونا ظاہر ہو جس کی بیماری ظاہر ہو اور ایسا دبلا جانور جس میں گودا نہ رہے۔

وَحَدَّثَنِیْ عَنْ مَالِکٍ عَنْ نَافِعٍ، اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ کَانَ یَتَّقِیْ مِنَ

الضَّحَایَا وَالْبُدْنِ، الَّتِیْ لَمْ تُسِنَّ، وَالَّتِیْ نَقَصَ مِنْ خَلْقِھَا.

قَالَ مَالِکٌ: وَھٰذَا اَحَبُّ مَاسَمِعْتُ اِلَیَّ.

نافع سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ان جانوروں کی قربانی نہ دیتے جو مسنہ نہ ہوتے اور نہ ان کی قربانی دیتے جن کی پیدائش میں نقص ہوتا۔

اب ایسے جانوروں کا بیان ملاحظہ ہو جن کی قربانی مستحب ہے۔

حَدَّثَنِیْ یَحْیٰی عَنْ مَالِکٍ، عَنْ نَافِعٍ، اَنَّ عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ عُمَرَ ضَحّٰی مَرَّۃً بِالْمَدِیْنَۃِ قَالَ نَافِعٌ: فَاَعَرَنِیْ: اَنْ اَشْتَرِیَ لَہٗ کَبْشًا فَحِیْلًا اَقْرَنَ ثُمَّ اَذْ بَحَہٗ یَوْمَ الْاَضْحٰی، فِیْ مُصَلَّی النَّاسِ. قَالَ نَافِعٌ فَفَعَلْتُ ثُمَّ حُمِلَ اِلٰی عَبْدِاللّٰہِ بْنِ عُمَرَ، فَحَلَقَ رَاْسَہٗ حِیْنَ ذُبِحَ الْکَبْشُ وَکَانَ مَرِیْضًا.لَمْ یَشْھَدِ الْعِیْدَ مَعَ النَّاسِ قَالَ نَافِعٌ: وَکَانَ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ عُمَرَ یَقُوْلُ: لَیْسَ حِلَاقُ الرَّاْسِ بِوَاجِبٍ عَلٰی مَنْ ضَحّٰی وَقَدْ فَعَلَہُ ابْنُ عُمَرَ.

نافع کا بیان ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک دفعہ مدینہ منورہ میں عید الاضحیٰ کی اور مجھے حکم فرمایا کہ سینگوں والا ایک بکرا خرید کو لاؤں اور عید الاضحیٰ کے روز اسے عید گاہ میں ذبح کروں نافع کا بیان ہے کہ میں نے ایسا ہی کیا پھر اسے حضرت عبداللہ بن عمر کی خدمت میں بھیجا گیا تو انہوں نے بکرا ذبح ہو جانے کے بعد اپنا سر منڈایا اس وقت وہ بیمار تھے اور انہوں نے لوگوں کے ساتھ عید کی نماز بھی نہیں پڑھی تھی۔ نافع کا بیان ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر فرمایا کرتے کہ قربانی کرنے والے پر سر منڈانا واجب نہیں ہے لیکن حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے ایسا کیا۔

حدیث نبوی میں تو امام کے نمازِ عید سے لوٹنے سے پہلے قربانی کی ممانعت ہے اس سلسلہ میں ارشادِ گرامی ہے۔

حَدَّثَنِیْ یَحْیٰی عَنْ مَالِکٍ، عَنْ یَحْیَی بْنِ سَعِیْدٍ عَنْ بُشَیْرِ بْنِ یَسَارٍ، اَنَّ اَبَابُرْدَۃَ بْنِ نِیَارٍ ذَبَحَ ضَحِیَّتَہٗ قَبْلَ اَنْ یَذْبَحَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَوْمَ الْاَضْحٰی فَزَعَمَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَمَرَہٗ اَنْ یَعُوْدَ بِضَحِیَّۃٍ اُخْرٰی قَالَ اَبُوْبُرْدَۃَ لَا اَجِدُ اِلَّا جَذَعًا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ "وَاِنْ لَمْ تَجِدْ اِلَّا جَذَعًا فَاذْبَحْ".

بشیر بن یسار سے روایت ہے کہ حضرت ابو بردہ بن نیار نے اپنی قربانی ذبح کر لی اس سے پہلے کہ عید الاضحیٰ کے روز رسول اللہ ﷺ اپنی قربانی ذبح کرتے۔ پس رسول اللہ ﷺ نے انہیں دوبارہ قربانی کرنے کا حکم دیا حضرت ابو بردہ عرض گزار ہوئے کہ یا رسول اللہ ﷺ! میرے پاس تو صرف بکری کا ایک سالہ بچہ ہے فرمایا اگر اور کچھ میسر نہیں تو وہی ایک سالہ بچہ ذبح کر دو۔

وَحَدَّثَنِیْ عَنْ مَالِکٍ عَنْ یَحْیَی بْنِ سَعِیْدٍ عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِیْمٍ اَنَّ عُوَیْمِرَ بْنَ اَشْقَرَ ذَبَحَ ضَحِیَّتَهٗ قَبْلَ اَنْ یَغْدُوَ یَوْمَ الْاَضْحٰی وَاَنَّهٗ ذَکَرَ ذٰلِکَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاَمَرَهٗ اَنْ یَعُوْدَ بِضَحِیَّةٍ اُخْرٰی۔

عباد بن تمیم سے روایت ہے کہ حضرت عویمر بن اشقر نے عید الاضحیٰ کے روز صبح سویرے ہی اپنی قربانی ذبح کر لی جب انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے انہیں دوبارہ قربانی کرنے کا حکم فرمایا۔

قربانی کا گوشت رکھنے کے متعلق بھی احادیث نبوی ﷺ کا ایک ذخیرہ موجود ہے ملاحظہ ہو۔

حَدَّثَنِیْ یَحْیٰی عَنْ مَالِکٍ عَنْ اَبِی الزُّبَیْرِ الْمَکِّیْ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهِ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَهٰی عَنْ اَکْلِ لُحُوْمِ الضَّحَایَا بَعْدَ ثَلَاثَةِ اَیَّامٍ ثُمَّ قَالَ بَعْدُ کُلُوْا، وَ تَصَدَّقُوْا، وَ تَزَوَّدُوْا، وَادَّخِرُوْا۔

جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے (پہلے) تین دن کے بعد قربانی کا گوشت کھانے سے منع فرمایا پھر اس کے بعد فرما دیا کہ کھاؤ، خیرات کرو، توشہ بناؤ اور جمع رکھ چھوڑا کرو۔ (یعنی جس طرح چاہو کر لیا کرو)

وَحَدَّثَنِیْ عَنْ مَالِکٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ بَکْرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ وَاقِدٍ اَنَّهٗ قَالَ نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنْ اَکْلِ لُحُوْمِ الضَّحَایَا بَعْدَ ثَلَاثَةِ اَیَّامٍ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِیْ بَکْرٍ: فَذَکَرْتُ ذٰلِکَ لِعَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ فَقَالَتْ: صَدَقَ سَمِعْتُ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ تَقُوْلُ دَفَّ نَاسٌ مِنْ اَهْلِ الْبَادِیَةِ حَضْرَةَ الْاَضْحٰی فِیْ زَمَانِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهُ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِدَّخِرُوْا الثَّلَاثَ وَتَصَدَّقُوْا بِمَا بَقِیَ قَالَتْ فَلَمَّا کَانَ بَعْدَ ذٰلِکَ قِیْلَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ کَانَ النَّاسُ یَنْتَفِعُوْنَ بِضَحَایَاهُمْ

وَیَجْمِلُوْنَ مِنْهَا الْوَدَکَ وَیَتَّخِذُوْنَ مِنْهَا الْاَسْقِیَةَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَمَا ذٰلِکَ؟ اَوْ کَمَا قَالَ قَالُوْا نَهَیْتَ عَنْ لُحُوْمِ الضَّحَایَا بَعْدَ ثَلَاثٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا نَهَیْتُکُمْ مِنْ اَجْلِ الدَّافَةِ الَّتِیْ دَفَّتْ عَلَیْکُمْ فَکُلُوْا، وَ تَصَدَّقُوْا وَادَّخِرُوْا.

یَعْنِی بِالدَّافَّةِ، قَوْمًا مَسَاکِیْنَ قَدِمُوْا الْمَدِیْنَةَ. الافۃ (وہ لوگ مراد ہیں جو اس وقت مدینہ منورہ آئے تھے۔)

حضرت عبداللہ بن واقد سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تین روز کے بعد قربانی کا گوشت کھانے سے منع فرمایا ہے عبداللہ بن ابوبکر کا بیان ہے کہ میں نے عمرہ بنت عبدالرحمٰن سے اس کا ذکر کیا تو فرمایا کہ سچ کہا کیونکہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں کچھ دیہاتی لوگ قربانی کے دنوں میں آ گئے تھے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تین دن کے لیے رکھ لو اور باقی صدقہ کر دو۔ وہ فرماتی ہیں کہ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کی گئی کہ قبل ازیں لوگ اپنی قربانیوں سے نفع حاصل کرتے چربی رکھ چھوڑتے اور مشکیں بناتے تھے۔ رسولِ خدا ﷺ نے فرمایا تو پھر کیا ہو گیا؟ عرض کی گئی کہ آپ نے تین دن کے بعد قربانی کا گوشت کھانے سے منع فرما دیا ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے تو ان لوگوں کی وجہ سے منع کیا تھا جو تمہارے پاس آ گئے تھے۔ پس تم کھاؤ، بانٹو اور جمع کر لو۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ہم قربانی کا گوشت تین دن سے زائد نہیں کھایا کرتے تھے پھر رسول اللہ ﷺ نے ہمیں اجازت مرحمت فرما دی کہ کھاؤ اور جمع کر لیا کرو تو ہم کھانے اور جمع کرنے لگ گئے (متفق علیہ) حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو تم میں سے قربانی کرے تو تین دن کے بعد اس کے گھر میں قربانی کا گوشت نہ رہے جب اگلا سال آیا تو لوگ عرض گزار ہوئے:۔ یا رسول اللہ ﷺ! کیا ہم اسی طرح کریں جیسے پچھلے سال کیا تھا؟ فرمایا کہ کھاؤ، کھلاؤ اور جمع کرو، سالِ گزشتہ چونکہ کچھ ضرورت مند آ گئے تھے ان کی مدد کے پیش نظر میں نے وہ حکم دیا تھا (متفق علیہ) معلوم ہوا کہ وہ وقتی ضرورت کے تحت وقتی حکم تھا نہ کہ دائمی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

وَحَدَّثَنِیْ عَنْ مَالِکٍ، عَنْ رَبِیْعَةَ بْنِ اَبِیْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ

الْخُدْرِیّ، اَنَّهُ قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ فَقَدَمَ اِلَیْهِ اَهْلُهُ لَحْمًا. فَقَالَ: انْظُرُوْا اَنْ یَكُوْنَ هٰذَا مِنْ لُحُوْمِ الْاَضْحٰی فَقَالُوْا هُوَ مِنْهَا فَقَالَ اَبُوْ سَعِیْدٍ اَلَمْ یَكُنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَهٰی عَنْهَا؟ فَقَالُوْا اِنَّهُ قَدْ كَانَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَكَ اَمْرٌ فَخَرَجَ اَبُوْ سَعِیْدٍ، فَسَاَلَ عَنْ ذٰلِكَ فَاُخْبِرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَهَیْتُكُمْ عَنْ لُحُوْمِ الْاَضْحٰی بَعْدَ ثَلَاثٍ فَكُلُوْا وَتَصَدَّقُوْا، وَادَّخِرُوْا، وَنَهَیْتُكُمْ عَنِ الْاِنْتِبَاذِ، فَانْتَبِذُوْا وَكُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ وَنَهَیْتُكُمْ عَنْ زِیَارَةِ الْقُبُوْرِ فَزُوْرُوْهَا وَلَا تَقُوْلُوْا هُجْرًا، یَعْنِیْ لَا تَقُوْلُوْا سُوْءً ا.

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب ایک سفر سے اپنے گھر واپس لوٹے اور گھر والوں نے ان کے آگے گوشت رکھا تو فرمایا: کہیں یہ گوشت قربانی کا تو نہیں؟ کہا گیا کہ قربانی کا ہے چنانچہ حضرت ابو سعید نے فرمایا کہ کیا رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع نہیں فرمایا؟ عرض کی گئی کہ آپ کے بعد رسول اللہ ﷺ نے اس کی اجازت دے دی ہے پس حضرت ابو سعید، یہ پوچھنے کے لیے باہر نکلے تو انہیں بتایا گیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں نے تمہیں منع کیا تھا کہ تین روز کے بعد قربانی کا گوشت نہ کھانا لیکن اب کھاؤ۔ خیرات کرو اور جمع کرلو نیز نبیذ بنانے سے منع کیا تھا لیکن اب بنا لیا کرو اور نشہ لانے والی ہر چیز حرام ہے اور میں نے تمہیں قبروں کی زیارت کرنے سے منع کیا تھا لیکن اب کرلیا کرو لیکن بری بات نہ کہنا۔

یہاں اس حدیث مبارکہ سے چند مسائل کا استخراج کیا گیا بلکہ واضح ہیں جن کی نشان دہی یوں کی گئی ہے۔

اس حدیث میں تین کاموں کا ذکر ہے جن سے رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا تھا اور ایک مدت گزرنے کے بعد ان کی اجازت مرحمت فرما دی یعنی:۔

۱۔ قربانی کا گوشت تین دن کے بعد کھانے سے منع کیا تھا لیکن اب کھاؤ، خیرات کرو اور جمع کر چھوڑو۔

۲۔ شراب کے برتنوں میں نبیذ بنانے سے منع کیا تھا لیکن اب بنا لیا کرو مگر یہ بات مدنظر رکھنا کہ ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔

۳۔ زیارت قبور سے تمہیں منع کیا تھا مگر اب کرلیا کرو لیکن کوئی بری بات نہ کہنا۔ اس ارشاد گرامی

یعنی بری بات کہنے کی کئی صورتیں ہو سکتی ہیں مثلاً
تم زیارت کے لیے جاؤ اور اس مردے کی برائی کرنے لگو تو اب جبکہ وہ دارالعمل سے جا چکا، دفتر عمل لپیٹ دیا گیا تو برائی کرنے سے کیا فائدہ؟ اب کونسی اس کی اصلاح ممکن ہے اس کی برائی کر کے اپنا نامۂ عمل سیاہ نہ کرنا کیونکہ اس کا معاملہ تو خدا کے سپرد ہو چکا اب برائی کر کے ان کا دل نہ دکھانا، جلتی پہ تیل نہ گرانا۔ نیز تم مردے کو نہلانے لگے تھے تو وہ تم سے کہہ رہا تھا کہ آرام سے نہلاؤ تم دیر کر رہے تھے تو وہ تم سے جلدی لے چلنے کے لیے کہہ رہا تھا تم لے کر چلے تو وہ تمہیں چار پائی ہلانے جلانے سے منع کر رہا تھا تم اسے دفن کر کے چلے تو وہ تمہارے جوتوں کی پچاپل (آواز) سن رہا تھا لہٰذا اب قبرستان میں جاؤ تو ان کو سلام کر کے ان کی بخشش کے لیے دعا کیا کرنا۔ ایسا نہ ہو کہ انہیں گونگے بہرے بتا کر ان کا مذاق اڑانے لگو۔

۴۔ غرباء مسکین ہمیشہ مالداروں کی طرف دوڑتے ہیں اور اس کے بغیر چارۂ کار نہیں ایسا کیے بغیر بات بنتی ہی نہیں اللہ والے نہ صرف مالدار ہیں بلکہ رحمتِ الٰہیہ کے خزانے لیے بیٹھے ہیں۔ خدا کے خزانوں سے اپنا حصہ لینے کے لیے ان کی جانب دوڑتے رہنا، مالدار اپنی دولت سے زکوٰۃ اور خیرات بانٹتے ہیں لیکن اللہ والے اپنی خدا داد دولت سے رحمت الٰہی کی خیرات بانٹتے ہیں اس سے رکنے اور دوسروں کو روکنے نہ لگ جانا کیونکہ یہ خود محروم رہنا اور دوسروں کو محروم رکھنا ہے۔

۵۔ اللہ والوں کی آرام گاہوں پر رحمت الٰہیہ کی بارش برستی رہتی ہے وہاں پہنچنے والا محروم کیوں رہے گا؟ اگر اس بارش میں بھیگ نہ سکا تو ایک آدھ چھینٹا اس کے اوپر ضرور پڑ ہی جائے گا۔ اس حاضری کو بے سود یا خلاف شرع بتا کر کہیں اپنے پیروں پر کلہاڑی نہ مار لینا۔

۶۔ اللہ والے اگرچہ ہرگز خدا نہیں ہیں لیکن وہ اپنے خدا سے ہرگز جدا نہیں ہیں کیونکہ وہ اللہ کے دوست ہیں خدا ان کے ساتھ ہے خدا سے ملنا ہو تو اس کے قریب ہو جانا کیونکہ ان سے دور ہونا خدا سے دور ہونا ہے ان کا ہو رہنا خدا کا ہو کر رہنا دراصل ہے ان کے خلاف زبان کھولنا اپنی دینی موت کو دعوت دینا ہے اور خدا کا غضب مول لینا، باری تعالیٰ سے اپنے خلاف اعلان جنگ کروانا۔

۷۔ اللہ والے یقیناً اللہ کے دوست ہیں ان سے محبت رکھنا اللہ سے محبت رکھنا ہے ان کی عقیدت کا خوب اظہار کرنا اور ثابت قدم رہنا لیکن عقیدت سے آگے بڑھتے ہوئے انہیں خدا نہ بنا لینا جیسا کہ یہود و نصاریٰ نے کیا تھا۔ وَقَالَتِ الْیَهُوْدُ عُزَیْرُ بْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصٰرَی الْمَسِیْحُ ابْنُ اللّٰهِ۔ یعنی یہود بولے کہ عزیر (حضرت عزیر علیہ السلام) اللہ کا بیٹا

ہے اور نصرانی بولے کہ مسیح اللہ کا بیٹا ہے (۹:۳۰) نیز اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے: اِتَّخَذُوْا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ بْنَ مَرْيَم وما امروا الا ليعبدوا الها واحدا ج لا اله الا هو ط سبحانه عما يشركون۔ (۹:۳۱) یعنی ''انہوں نے اپنے پادریوں اور جوگیوں کو اللہ کے سوا خدا بنا لیا اور مسیح ابن مریم کو۔ اور انہیں حکم نہ تھا مگر یہ کہ ایک اللہ کی عبادت کریں نہیں ہے کوئی عبادت کے لائق مگر وہی۔ وہ ان کے شرک سے پاک ہے''

آپ نے تلقین فرمائی کہ تم اللہ والوں کو یہود و نصاریٰ کی طرح اللہ یا اللہ کے بیٹے یا عبادت کے لائق نہ ٹھہرانا کیونکہ یہ بہت ہی بری بات ہے۔

۷۔ ممکن ہے بری بات سے آپ کی مراد انبیائے کرام و اولیائے عظام کی قبروں کو مسجدیں بنانے سے ہو جیسا کہ حضور ﷺ نے خود ارشاد فرمایا ہے اَشْتَدَّ غَضَبُ اللّٰهِ عَلٰى قَوْمٍ اتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِيَا ئِهِمْ مَسَاجِدَ یعنی اللہ کا بڑا غضب ہوا ان لوگوں پر جنہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مسجدیں بنا لیا (موطا امام مالک) یعنی تم دیگر اقوام کی طرح انبیائے کرام اور اولیائے عظام کی قبروں کو سجدے نہ کرنا انہیں مسجود لہٗ یا مسجود الیہ نہ ٹھہرا لینا اور ان کی قبروں کو سجدہ گاہ نہ بنانا کیونکہ ایسا کرنا بری بات ہے ایسا کرنے والا بزرگوں کا عقیدت مند نہیں بلکہ اللہ کے غضب کو اپنے اوپر مسلط کرنے والا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

موطاء امام مالک میں ''ایک قربانی میں کئی آدمیوں کے شریک ہونے کے بارے میں ارشاد نبوی ﷺ ہے۔

حَدَّثَنِيْ يَحْيٰى عَنْ مَالِكٍ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ الْمَكِّيِّ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ اَنَّهٗ قَالَ نَحَرْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْحُدَيْبِيَّةِ، الْبَدَانَةَ عَنْ سَبْعَةٍ وَالْبَقَرَةَ عَنْ سَبْعَةٍ.

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ حدیبیہ کے سال ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اونٹ نحر (قربانی) کیے تو سات آدمیوں کی طرف سے ایک اور سات آدمیوں کی طرف سے ایک گائے ذبح کی۔

وَحَدَّثَنِيْ عَنْ مَالِكٍ عَنْ عُمَارَةَ ابْنِ يَسَارٍ اَنَّ عَطَآءَ بْنَ يَسَارٍ اَخْبَرَهٗ، اَنَّ اَبَا اَيُّوْبَ الْاَنْصَارِيَّ اَخْبَرَهٗ قَالَ: كُنَّا نُضَحِّيْ بِالشَّاةِ الْوَاحِدَةِ يَذْبَحُهَا الرَّجُلُ عَنْهُ وَعَنْ اَهْلِ بَيْتِهٖ ثُمَّ تَبَاهَى النَّاسُ بَعْدُ فَصَارَتْ مُبَاهَاةً.

قَالَ مَالِکٌ وَاَحْسَنُ مَاسَمِعْتُ فِی الْبَدَنَةِ وَالْبَقَرَةِ وَالشَّاةِ الْوَحِدَةِ اَنَّ الرَّجُلَ یَنْحَرُعَنْهُ وَعَنْ اَهْلِ بَیْتِهِ الْبَدَنَةَ وَیَذْبَحُ الْبَقَرَةَ وَالشَّاةَ الْوَاحِدَةَ، هُوَ یَمْلُکُهَا وَیَذْبَحُهَا عَنْهُمْ وَیُشْرِکُهُمْ فِیْهَا فَاَمَّا اَنْ یَشْتَرِیَ النَّفَرُ الْبَدَنَةَ اَوِالْبَقَرَةَ وَالشَّاةَ، یَشْتَرِکُوْنَ فِیْهَا فِی النُّسُکِ وَالضَّحَایَا فَیُخْرِجُ کُلُّ اِنْسَانٍ مِنْ حِصَّةٍ مِنْ ثَمَنِهَا وَیَکُوْنُ لَهُ حِصَّةٌ مِنْ لَحْمِهَا فَاِنَّ ذٰلِکَ یُکْرَهُ وَاِنَّمَا سَمِعْنَا الْحَدِیْثَ اَنَّهُ لَایُشْرَکُ فِی النُّسُکِ وَاِنَّمَا یَکُوْنُ عَنْ اَهْلِ الْبَیْتِ الْوَاحِدِ.

عطاء بن یسار سے روایت ہے کہ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ہم ایک بکری ذبح کیا کرتے آدمی اپنی اور اپنے گھر والوں کی جانب سے اسے ذبح کرتا پھر لوگوں نے فخر کے طور پر ہر ایک نے علیحدہ قربانی کرنا شروع کر دی۔

امام مالک نے فرمایا کہ اچھی بات جو میں نے ایک اونٹ، گائے یا بکری کے متعلق سنی، یہ ہے کہ آدمی اپنی اور اپنے گھر والوں کی جانب سے ایک اونٹ نحر (قربانی) کر دے یا گائے ذبح کر دے یا بکری جس کا وہ مالک ہو اسے ذبح کرکے ثواب میں ان سب کو شریک کر لے اگر ایک اونٹ، گائے یا بکری خریدی جائے اور اس قربانی میں کئی آدمیوں کو شریک کرے اور ہر ایک اس کی قیمت کا حصہ دے اور حصے کے مطابق سے گوشت ملے تو یہ مکروہ ہے اور ہم نے تو یہی بات سنی ہے کہ قربانی میں کوئی شریک نہیں ہوسکتا اور سارے گھر والوں کی طرف ایک قربانی ہوسکتی ہے۔

امام مالک کا مذہب یہی ہے کہ ایک جانور ایک ہی گھر والوں کی طرف سے ہو خواہ وہ اونٹ یا گائے ہی کیوں نہ ہو اور مختلف حضرات کا اس کی قیمت اور گوشت میں شامل ہونا مکروہ ہے۔ نیز امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک ایک بکری سارے گھر والوں کی طرف سے کفایت کرتی ہے جبکہ امام اعظم ابو حنیفہ کے نزدیک ایک بکری ایک ہی شخص کی جانب سے کفایت کرتی ہے اگر گھر کے اندر کوئی اور بھی صاحب نصاب ہو تو اس پر علیحدہ قربانی واجب ہے نیز امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اونٹ، گائے اور بھینس وغیرہ بڑے جانوروں میں سات مختلف آدمی

شریک ہو سکتے۔ اس طرح کہ ساتوں حضرات مساوی قیمت ادا کر دیں اور ساتوں مساوی گوشت بانٹ لیں ہاں یہ بات دریں ایام بہت قابل لحاظ ہے کہ ان ساتوں شرکاء کا اہلسنت و جماعت سے ہونا ضروری ہے۔ اگر ایک بھی کسی دوسرے فرقے کا فرد ہو یا بے ادب، گستاخ یا بد مذہب غیر سنی کو شامل کر لیا جو اہلسنت کو مشرک اور بدعتی وغیرہ بتاتا ہو یا گستاخیاں کرتا ہو تو باقی چھ حضرات کی قربانی بھی ضائع ہو جائے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

وَحَدَّثَنِیْ عَنْ مَالِکٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، اَنَّهٗ قَالَ: مَانَحَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنْهُ وَعَنْ اَهْلِ بَیْتِهٖ اِلَّا بَدَنَةً وَاحِدَةً، اَوْ بَقَرَةً وَاحِدَةً.

قَالَ مَالِکٌ: لَا اَدْرِیْ اَیَّتُهُمَا قَالَ ابْنُ شِهَابٍ.

ابن شہاب سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی اور اپنے گھر والوں کی جانب سے ایک اونٹ یا ایک گائے کی قربانی دی۔ امام مالک نے فرمایا کہ مجھے یاد نہیں رہا کہ ابن شہاب نے دونوں میں سے کس کے متعلق فرمایا۔

موطاء امام مالک میں قربانی اگر مادہ ہے اور اور اس کے پیٹ سے بچہ برآمد ہوتا ہے تو اس پیٹ کے بچے کی قربانی نیز ایامِ قربانی کے متعلق ارشاد نبوی ﷺ موجود ہے کہ:۔

وَحَدَّثَنِیْ یَحْیٰی عَنْ مَالِکٍ عَنْ نَافِعٍ، اَنَّ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ عُمَرَ قَالَ: اَلْاَضْحٰی یَوْمَانِ بَعْدَ یَوْمِ الْاَضْحٰی.

وَحَدَّثَنِیْ عَنْ مَالِکٍ، اَنَّهٗ بَلَغَهٗ عَنْ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ، مِثْلُ ذٰلِکَ.

نافع سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ عید الاضحیٰ کے بعد قربانی دو دن تک ہے۔

امام مالک کو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی یہی بات پہنچی۔

وَحَدَّثَنِیْ عَنْ مَالِکٍ، عَنْ نَافِعٍ، اَنَّ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ عُمَرَ لَمْ یَکُنْ یُضَحِّیْ عَمَّا فِیْ بَطْنِ الْمَرْاَةِ.

قَالَ مَالِکٌ: اَلضَّحِیَّةُ سُنَّةٌ وَلَیْسَتْ بِوَاجِبَةٍ وَلَا اُحِبُّ لِاَحَدٍ مِمَّنْ قَوِیَ عَلٰی ثَمَنِهَا، اَنْ یَتْرُکَهَا.

نافع سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر اس بچے کی جانب سے قربانی نہیں کیا کرتے تھے جو مادہ قربانی کے پیٹ میں ہو۔

امام مالک نے فرمایا کہ قربانی سنت ہے واجب نہیں اور مجھے یہ پسند نہیں کہ ایک آدمی قربانی خریدنے کی طاقت رکھتا ہو اور پھر بھی ترک کر دے۔

امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے نزدیک ہر اس مسلمان کے لیے قربانی کرنا سنت مؤکدہ ہے جو قربانی کا جانور خریدنے کی استطاعت رکھتا ہو ایک روایت میں امام احمد کے نزدیک مالدار پر قربانی واجب اور غریبوں کے لیے سنت مؤکدہ ہے امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہر صاحب نصاب مسلمان پر قربانی واجب ہے جبکہ وہ آزاد اور مقیم ہو۔ حضرات صاحبین کا بھی یہی مذہب ہے اور یہی موقف زیادہ مضبوط اور کتاب وسنت سے زیادہ قریب نظر آتا ہے۔ ترمذی، ابو داؤد اور نسائی میں اس کے متعلق روایات موجود ہیں۔

یہاں ایک بات اور ملحوظ خاطر رہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنی امت کی جانب سے بھی قربانی دی ہے مثلاً حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے سینگوں والے دو مینڈھوں کی قربانی دی۔ اس روایت کے آخر میں حضور ﷺ یوں گویا ہیں۔ اَللّٰھُمَّ مِنکَ وَلَکَ عَنْ مُحَمَّدٍ وَّ اُمَّتِہٖ بِسْمِ اللّٰہِ وَ اللّٰہُ اَکْبَرُ۔ (احمد، ابو داؤد، ابن ماجہ، دارمی) یعنی اے اللہ! یہ تیری عطا سے ہے، تیرے لیے ہے محمد ﷺ اور اس کی امت کی طرف سے، پھر آپ ﷺ نے تسمیہ وتکبیر کہی۔ معلوم ہوا کہ حضور ﷺ نے اس قربانی کے ثواب میں اپنی امت کو بھی شامل فرما لیا عام اس سے کہ وہ غریب ہوں یا امیر، نیک ہوں یا بد، اب موجود ہیں یا جو قیامت تک پیدا ہوں گے سب کو اس کے ثواب سے حصہ مل جائے اللہ غنی، امت پر سرکار ﷺ کا یہ کرم، سبحان اللہ! یہ کرم نوازی۔

مسند امام احمد، ترمذی اور ابوداؤد کی روایت کے آخر میں یہ الفاظ ہیں:۔ یعنی کہا بسم اللہ اللہ اکبر اے اللہ! یہ میری طرف سے ہے اور میرے ہر اس امتی کی طرف سے جو قربانی نہ کر سکے سبحان اللہ!

مقام غور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جانور کو ذبح کرتے وقت اپنی امت کا ذکر بھی فرمایا جس کے لیے آپ ایصال ثواب کر رہے تھے پہلی روایت میں تسمیہ وتکبیر سے پہلے آپ نے امت کا نام لیا اور دوسری روایت میں تسمیہ وتکبیر کہنے کے بعد ان کی وضاحت فرمائی جن کے لیے ایصال ثواب کیا جا رہا تھا معلوم ہوا کہ ایصال ثواب کے لیے جانور کو اگر کسی جانب منسوب کیا جائے تو اس کی حلت میں قطعاً کوئی فرق نہیں آتا خواہ بوقت ذبح بھی اس کا ذکر کر دیا جائے جس کے لیے ایصال ثواب کیا جا رہا ہو بزرگوں کے لیے ایصال ثواب کرنے کی غرض سے جانور ذبح کرنے والے سچے اور پکے مسلمانوں پر بعض مبتدعین زمانہ بڑی بے دردی سے کفر وشرک کی

بمباری کرتے ہیں اور خواہ مخواہ فتوے جڑ دیتے ہیں ایصالِ ثواب کے گوشت دیگر کھانوں اور مٹھائی وغیرہ کو بھی حرام اور پلید بتاتے رہتے ہیں ہم امید کرتے ہیں کہ ان میں سے جن حضرات کو اپنے پیدا کرنے والے (ربّ) کی بارگاہ میں حاضری پر یقین اور باز پرس پر اعتماد ہو وہ مذکورہ حدیث کے تحت رسول اللہ ﷺ کے ذاتی عمل کی روشنی میں اس مسئلے پر ٹھنڈے دل سے غور کریں گے اور ایسا فیصلہ ہرگز نہیں کریں گے جس کی رو سے نبی کریم ﷺ کا ذاتی عمل مبارک بھی ان کے کفر و شرک کی زد میں آتا ہو۔ واللہ ولی التوفیق۔

مانگ لو حق سے توفیق دیں مانگ لو
نورِ ایمان، صدقِ یقین مانگ لو

یوم الاضحیٰ اور یوم نحر کے فضائل

حضور سیّدنا غوث الاعظم الثقلین میراں محی الدین شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ یوم الاضحیٰ اور یوم نحر کے حوالے سے ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اِنَّ اَعۡطَیۡنٰکَ الۡکَوۡثَرَo فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانۡحَرۡo اِنَّ شَانِئَکَ هُوَالۡاَ بۡتَرُo (بے شک ہم نے آپ کو کوثر عطا فرمایا تو آپ اپنے کے لئے نماز پڑھیے اور قربانی دیجئے ، یقیناً آپ کا دشمن ہی نسل بریدہ ہے) حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ کوثر سے مراد خیر کثیر ہے جو قرآن بھی ہے، نبوت بھی ہے اور جنت والی وہ نہر بھی جو وسط جنت سے رواں ہے جس کا اندرونی حصہ (اندر کی سطح) کھوکھلے موتی (سے بنا) ہے اور اس کے دونوں کناروں پر سبز یاقوت کے قبے ہیں، جس کا پانی شہد سے زیادہ شیریں، مکھن سے زیادہ نرم اور جس کی کیچڑ خالص مشک سے زیادہ خوشبودار ہے، اس کی مٹی سفید کافور اور اس کی کنکریاں موتی اور یاقوت کی ہیں۔ تیر کی طرح اس کے پانی کی روانی ہے، اللہ تعالیٰ نے یہ نہر اپنے پیغمبر حضرت محمد ﷺ کو عطا فرمائی ہے۔

مقاتل کہتے ہیں کہ کوثر اس نہر کا نام ہے جو وسط جنت میں رواں ہے چونکہ یہ نہر اپنے اوصاف اور خوبیوں میں جنت کی تمام نہروں سے افضل ہے اس لئے اس کا نام کوثر ہے، یہ نہر عجاج یعنی لہروں والی ہے (اس میں لہریں اٹھتی رہتی ہیں) تیر کی مانند رواں ہے۔اس کی مٹی خالص مشک کی، کنکریاں یاقوت، زمرد اور موتی کی ہیں، اس کا پانی برف سے زیادہ سفید مکھن سے زیادہ نرم اور شہد سے زیادہ شیریں ہے، اس نہر کے دونوں کناروں پر کھوکھلے موتی کے گنبد ہیں، ہر گنبد کی لمبائی چوڑائی ایک ایک فرسنگ ہے، ہر گنبد کے چار ہزار سنہری دروازے ہیں اور ہر گنبد میں ایک طرحدار حور موجود ہے جس کی ستر ہزار خادمائیں ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں نے شب معراج جبرئیل علیہ السلام سے دریافت کیا کہ یہ خیمے کیسے ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ یہ جنت میں آپ کی بیویوں کے رہنے کے مکانات ہیں۔ کوثر سے اہل جنت کے لئے وہ چار نہریں نکلتی ہیں، جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے سورۂ محمد میں فرمایا ہے، ایک نہر پانی کی، ایک دودھ کی، ایک شراب (شربت) کی اور ایک شہد کی ہے۔

فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانۡحَرۡ کی تفسیر میں مقاتل کہتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ نماز پنج

گانہ پڑھو اور قربانی کے دن جانور (اونٹ، بکری) ذبح کرو،بعض نے کہا کہ اس سے مراد عید کی نماز پڑھنا ہے اور منٰی میں اونٹ کی قربانی کرنا ہے بعض علماء نے انحر کی تشریح میں کہا ہے کہ اپنے ہاتھوں کو تکبیر کے لئے ہنسلی تک اٹھاؤ (نحر تک) اور بعض نے کہا ہے کہ اپنے سینہ کو قبلہ رخ کرو۔

اِنَّ شَانِئَکَ ھُوَ الْاَبْتَرُ. عاص بن وائل کہتے ہیں کہ اس کی تشریح یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ بنی سہم کے دروازے سے کعبہ میں داخل ہوئے، اندر قریش بیٹھے ہوئے تھے،حضور ﷺ ان کے سامنے سے گزر گئے اور آپ ان کے پاس نہیں رکے اور باب صفا سے باہر تشریف لے گئے ان لوگوں نے داخل ہوتے وقت تو آپ کو دیکھا نہیں، جاتے وقت دیکھ لیا مگر پہچان نہ سکے (پشت ہونے کے باعث) لیکن اسی وقت عاص بن وائل بن ہشام بن سعید بن سعد، باب صفا سے کعبہ میں داخل ہو رہا تھا اس نے آپ کو دیکھ کر پہچان لیا، وہ زمانہ تھا کہ حضور والا ﷺ کے صاحبزادے عبداللہؓ کا انتقال ہو چکا تھا،اہل عرب کا قاعدہ اور معمول تھا کہ جس کسی شخص کی اولاد نرینہ باقی نہیں رہتی تھی، (جو اس کی وارث بن سکے) تو ایسے شخص کو وہ ابتر کہتے تھے (یعنی نسل بریدہ) چنانچہ عاص جب اپنی قوم کے لوگوں کے پاس پہنچا تو انہوں نے کہا کہ وہ کون شخص تھا جو تمہیں ابھی راستہ میں ملا تھا۔(بد بخت) عاص نے فوراً جواب دیا! ابتر (مجھے ابتر یعنی نسل بریدہ ملا تھا) اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ آپ سے بغض رکھنے والا اور آپ کا دشمن ہی ابتر ہے یعنی ہر خیر سے منقطع اور الگ، اور آپ کا ذکر میرے ذکر کے ساتھ ہمیشہ باقی رہے گا، چنانچہ آپ کا ذکر تمام لوگوں میں بلند کیا،سورہ الانشراح میں ارشاد فرمایا۔

اَلَمْ نَشْرَحْ لَکَ صَدْرَکَ وَوَضَعْنَا عَنْکَ وِزْرَکَ الَّذِیْ اَنْقَضَ ظَھْرَکَ وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ.

کیا ہم نے آپ کا سینہ کشادہ نہیں کیا؟ اور ہم نے اس بوجھ کو دور کر دیا جس نے آپ کی پیٹھ دوہری کردی تھی اور ہم نے آپ کے ذکر کو بلندی اور رفعت عطا فرمائی۔

تو آنحضرت ﷺ کا ذکر ہر جگہ اور ہر کام میں ہوتا ہے۔عید میں، جمعہ میں، منبروں پر، مسجدوں میں، اذان میں، اقامت میں، نماز میں حتیٰ کہ تقریر اور نکاح کے خطبوں میں کیا جاتا ہے، فردوس اعلیٰ کو آپ کی منزل قرار دیا،آپ کے دشمن اور بدگو کی بدگوئی آپ کو نقصان نہیں پہنچا سکتی بلکہ نبی کریم ﷺ کے بارے میں بدگوئی کے باعث عاص بن وائل کا ٹھکانہ جہنم قرار پایا جہاں وہ طرح طرح کے عذابوں اور رسوائیوں میں مبتلا رہے گا،اس سزا کا موجب مذکورہ قول اور رسول کا انکار تھا اسی طرح حضور ﷺ سے محبت رکھنے والے ہر مومن کو جنت اور دشمنی رکھنے والے منافق اور کافر کو دوزخ کا عذاب دیا جائے گا۔

آیت فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ. میں اولاً اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کو اور آپ کی امت کی نماز کا حکم دیا اس کے بعد دوسری چیزوں یعنی دعا اور قربانی کا امر فرمایا۔

عشرہ ذوالحجہ

سیّدِ عالم کی نظر میں

حجۃ الاسلام حضرت ابو محمد امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی معرکتہ آلاراء کتاب مکاشفۃ القلوب میں رقمطراز ہیں کہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا اور ایام ایسے نہیں ہیں جن میں کیا گیا عمل اللہ تعالیٰ کو ان دنوں (ذوالحجہ کے دس دونوں) کے عمل سے زیادہ پسند ہو، صحابہ کرام نے عرض کیا راہ خدا میں جہاد بھی ایسا نہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں راہ خدا میں جہاد بھی مگر یہ کہ آدمی اپنا مال و جان لے کر راہ خدا میں نکلا اور ان میں سے کچھ بھی سلامت نہ پایا۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کو ان ایام سے کوئی اور دن زیادہ محبوب نہیں، اور اللہ تعالیٰ کے ہاں ان دس دنوں سے افضل کوئی اور دن نہیں۔ آپ سے دریافت کیا گیا کہ راہ خدا میں جہاد کے دن بھی ان جیسے نہیں! آپ نے فرمایا کہ راہ خدا میں جہاد کے دن بھی ایسے نہیں مگر جس شخص نے راہ خدا میں اپنے گھوڑے کو زخمی کر دیا۔ اور خود بھی زخمی ہوا۔

ام المومنین حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ ایک نوجوان نے جو رسول اکرم ﷺ کی احادیث سنا کرتا تھا۔ ذوالحجہ کا چاند نظر آنے پر روزہ رکھ لیا۔ جب رسول اکرم ﷺ کو اس کی خبر ملی تو آپ ﷺ نے اسے بلایا اور پوچھا، تجھے کس نے اس بات پر آمادہ کیا کہ تو نے روزہ رکھ لیا؟ اس نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ! میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں۔ یہ حج اور قربانی کے دن ہیں۔ شاید اللہ تعالیٰ مجھے بھی ان کی دعاؤں میں شامل فرمالے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تیرے ہر دن کے روزہ کا اجر سو غلام آزاد کرانے کے برابر، سو اونٹوں کی قربانیوں اور راہ خدا میں دیئے گئے سو گھوڑوں کے اجر کے برابر ہے۔ جب آٹھویں ذوالحجہ کا دن ہو گا تو تجھے اس دن کے روزہ کا ثواب ہزار غلام آزاد کرنے، ہزار اونٹ کی قربانی کرنے، اور راہِ خدا میں سواری کے لئے ہزار گھوڑے دینے کے برابر ہوگا۔ جب نویں کا دن ہوگا تو تجھے اس دن کے روزہ کا ثواب دو ہزار غلام آزاد کرنے، دو ہزار اونٹوں

کی قربانی اور راہ خدا میں سواری کیلئے دیئے گئے دو ہزار اونٹوں کے اجر کے برابر ملے گا۔

رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ نویں ذوالحجہ کا روزہ دو سال کے روزوں کے برابر اور عاشورہ کا روزہ ایک سال کے روزوں کے برابر ہے۔

مفسرین کرام، اللہ تعالیٰ کے اس فرمان "اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو تیس راتوں کا وعدہ کیا اور اس کو دس سے پورا کیا"

کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ ان دس راتوں سے مراد ذوالحجہ کی پہلی دس راتیں ہیں۔حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دنوں میں سے چار دن، مہینوں میں سے چار مہینے، اور عورتوں میں سے چار عورتیں پسند فرمائی ہیں۔ چار آدمی جنت میں سب سے پہلے جائیں گے اور چار آدمیوں کی جنت مشتاق ہے دنوں میں پہلا جمعہ کا دن ہے اس میں ایسی ساعت ہے کہ جب کوئی بندہ اس گھڑی میں اللہ تعالیٰ سے دنیا یا آخرت کا سوال کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے عطا کرتا ہے دوسرا نویں ذوالحجہ کا دن ہے یعنی یوم عرفہ، جب عرفہ کا دن ہوتا ہے، تو اللہ تعالیٰ فرشتوں میں فخر کرتا ہے، اور فرماتا ہے اے فرشتو! میرے بندوں کو دیکھو، جو بکھرے سے بال، غبار آلود چہرے لئے مال خرچ کر کے اور جسموں کو مشقت میں ڈال کر حاضر ہوئے ہیں۔تم گواہ ہو جاؤ میں نے انہیں بخش دیا۔ تیسرا قربانی کا دن ہے، جب قربانی کا دن ہوتا ہے اور بندہ قربانی سے قرب الٰہی طلب کرتا ہے تو جونہی قربانی کے خون کا پہلا قطرہ زمین پر گرتا ہے۔ وہ بندے کے ہر گناہ کا کفارہ ہو جاتا ہے۔ چوتھا عیدالفطر کا دن ہے۔ جب بندے ماہ رمضان کے روزے رکھ لیتے ہیں اور عید کی نماز پڑھنے باہر نکلتے ہیں تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرماتا ہے۔ ہر کام کرنے والا اجر طلب کرتا ہے۔ میرے بندوں نے مہینہ بھر روزے رکھے، اور اب عید کے لئے آئے ہیں اور اپنا اجر طلب کر رہے ہیں۔ میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے انہیں بخش دیا ہے اور پکارنے والا پکار کر کہتا ہے۔ اے امت محمد ﷺ! تم لوٹ جاؤ اللہ تعالیٰ نے تمہاری برائیوں کو نیکیوں میں بدل دیا ہے۔

فضائل و مسائل قربانی

قربانی حضرت ابراہیم السلام کی سنت ہے جو اس امت کے لئے باقی رکھی گئی۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو قربانی کا حکم دیا۔ ارشاد فرمایا فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانۡحَرۡ. اپنے رب کے لئے نماز پڑھو اور اسی کے لئے قربانی کرو۔

صحابہ کرام خصوصاً خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین مکہ معظمہ کے علاوہ مدینہ منورہ اور دوسرے مقامات میں ہمیشہ قربانیاں کرتے رہے حضرت علیؓ ہر سال حضور ﷺ کی وصیت کے مطابق حضور ﷺ کی طرف سے بھی قربانی کیا کرتے تھے۔ عہد رسالت سے لے کر آج تک مسلمان اسی شعار دینی کو قائم رکھتے چلے آئے۔ یہ بات علیحدہ ہے۔ کہ کسی نے سنت سمجھ کر قربانی کی اور کسی نے واجب جان کر۔ مگر اصل قربانی کے شروع ہونے میں آج تک امت مسلمہ کے کسی فرد نے اختلاف نہیں کیا۔ علامہ شامی نے نقل کیا ہے۔ کہ اصل اضحیہ (قربانی) کا انکار کفر ہے۔

مخلوق خدا پر شفقت

قربانی میں شفقۃ خلق اللہ کے کئی پہلو ہیں ایک یہ کہ قربانی کے جانور ذبح کرنے کے بعد جنت میں جائیں گے۔ اس پہلو سے جانوروں پر شفقت ہوئی اور قربانی کرنے والے قربانی کی وجہ سے ثواب اخروی کے مستحق ہوں گے۔ ان کے حق میں شفقت ہے۔ پھر عام غرباء اور مساکین دنیا میں قربانی کا گوشت کھائیں یہ بھی شفقت کا ایک پہلو ہے۔

ابو داؤد، ترمذی و ابن ماجہ میں ہے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا راوی ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا۔

”یوم النحر (دسویں ذوالحجہ) میں ابن آدم کا کوئی عمل خدا کے نزدیک خون بہانے (قربانی کرنے) سے زیادہ پیارا نہیں اور وہ جانور قیامت کے دن اپنے سینگ اور بال اور کھروں کے ساتھ آئے گا اور قربانی کا خون زمین پر گرنے سے قبل خدا کے نزدیک مقام قبول میں پہنچ جاتا ہے۔ لہٰذا اُس کو خوش دلی سے کرو۔“

ابن ماجہ میں ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور ﷺ نے فرمایا:

مَنْ كَانَ لَهٗ سَعَةٌ فَلَمْ يُضَحِّ فَلَايَقْرَبَنَّ مُصَلَّانَا. جس میں وسعت ہو اور قربانی نہ کرے وہ ہماری عیدگاہ کے قریب نہ آئے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

مَنْ كَانَ لَهٗ سَعَةٌ فَلَمْ يُضَحِّ فَلْيَمُتْ اِنْ ءَ يَهُوْدِياً وَاِنْ شَاءَ نَصْرَانِيًا . جس میں وسعت ہو اور قربانی نہ کرے وہ چاہے یہودی مرے یا عیسائی ہو کر مرے۔

ابن ماجہ نے زید بن ارقم سے روایت کی۔

قَالَ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا هٰذِهِ الْاَضَاحِيُّ قَالَ سُنَّةُ اَبِيْكُمْ اِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَمَا لَنَا فِيْهَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ بِكُلِّ شَعْرَةٍ حَسَنَةٌ قَالُوْا نَا لصُّوْفُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ بِكُلِّ شَعْرَةٍ مِنَ الصُّوْفِ حَسَنَةٌ.

صحابہ کرام نے رسالت مآب ﷺ کی خدمت میں عرض کی یا رسول اللہ ﷺ یہ قربانیاں کیسی ہیں فرمایا تمہارے باپ حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی سنت مبارکہ ہے صحابہ کرام نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ ہمیں اس میں کیا ثواب ملے گا؟ فرمایا ہر بال کے بدلے میں ایک نیکی ملے گی۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ صوف میں کیا ثواب ہے؟ فرمایا صوف کے بھی ہر بال میں ایک نیکی ملے گی۔

حضرت براءؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ آج کے دن جو کام ہمیں پہلے کرنا ہے وہ نماز ہے اس کے بعد قربانی ہے جس نے ایسا کیا وہ ہماری سنت کو پہنچا اور جس نے پہلے ذبح کر ڈالا وہ گوشت ہے جو اس نے اپنے گھر والوں کے لئے پہلے ہی کر لیا۔ نسک یعنی قربانی سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔

مسلم میں ہے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حکم فرمایا کہ سینگ والا مینڈھا لایا جائے جو سیاہی میں چلتا ہوا ور سیاہی میں بیٹھتا ہوا اور سیاہی میں نظر کرتا ہو یعنی اس کے پاؤں سیاہ ہوں اور پیٹ سیاہ ہو اور آنکھیں سیاہ ہوں۔ قربانی کے لئے حاضر کیا گیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا عائشہ رضی اللہ عنہا! چھری لاؤ۔ پھر فرمایا اسے پتھر پر تیز کرلو پھر حضور ﷺ نے چھری لی اور مینڈھے کو لٹایا اور اسے ذبح کیا پھر فرمایا۔

بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنْ مُحَمَّدٍ وَمِنْ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ

الٰہی! تو اس کو محمد ﷺ کی طرف سے اور ان کی امت کی طرف سے قبول فرما۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے یوم اضحی کا حکم دیا گیا اس دن کو خدا نے اس امت کے لئے عید بنایا ہے ایک شخص نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ یہ بتایئے کہ میرے پاس منیحہ کے سوا کوئی جانور نہ ہو تو کیا اُسی کی قربانی کردوں؟ فرمایا نہیں۔ ہاں تم اپنے بال اور ناخن ترشواؤ اور مونچھیں ترشواؤ اور موئے زیرناف کو صاف کرلو اسی میں تمہاری قربانی خدا کے نزدیک پوری ہوجائے گی۔ یعنی جس کو قربانی کو توفیق نہ ہوا سے ان چیزوں کے کرنے سے قربانی کا ثواب حاصل ہوجائے گی۔

ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا جس نے ذی الحجہ کا چاند دیکھا اور اس کا ارادہ قربانی کرنے کا ہے تو جب تک قربانی نہ کرے بال اور ناخنوں سے نہ لے یعنی نہ ترشوائے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا قربانی میں گائے سات کی طرف سے اور اونٹ سات کی طرف سے ہے۔

ابن ماجہ میں ہے مجاشع بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا بھیڑ کا جذع (چھ مہینے کا بچہ) سال بھر والی بکری کے قائمقام ہے۔

امام احمد حضرت علی رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا چارقسم کے جانور قربانی کے لئے درست نہیں۔

ایک کانا جس کا کانا پن ظاہر ہو۔ دوسرے بیمار جس کی بیماری ظاہر ہو۔ تیسرا لنگڑا جس کا لنگ ظاہر ہو اور چوتھا ایسا لاغر جس کی ہڈیوں میں مغز نہ ہو۔

امام احمد وابن ماجہ سیّدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے کان کٹے ہوئے اور سینگ ٹوٹے ہوئے جانور کی قربانی سے منع فرمایا۔

حضرت سعیدؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اے فاطمہ ! اپنی قربانی کی جانب اٹھو اور اس کے پاس حاضر ہو۔ بے شک اس کے خون کا پہلا قطرہ زمیں پر گرنے کے ساتھ ہی تمہارے سابقہ گناہ معاف کر دیئے جائیں گے تو آپ نے عرض کی۔ یارسول اللہ ﷺ ! کیا یہ ہم اہل بیت کے ساتھ خاص ہے۔ یا ہمارے لئے بھی ہے اور عام مسلمانوں کے لئے بھی؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا یہ ہمارے لئے بھی ہے اور عام مسلمانوں کے لئے بھی۔

رواہ البزار و ابوالشیخ بن حبان فی کتاب الضحایا"

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا اے لوگو! قربانی کرو، اور ان کے خون کے بدلے اجر وثواب کا ارادہ کرو۔ بے شک خون جونہی زمین پر گرتا ہے۔ تو وہ اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں ہوجاتا ہے)۔

حضرت عمر و بن مسلم لیثی روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت سعد بن المسیب کو یہ کہتے سنا۔ میں نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ وہ آدمی جو اپنا جانور ذبح کرنے کا ارادہ رکھتا ہو۔ جب وہ ذوالحج کا چاند دیکھے تو اسے چاہیے کہ وہ اپنے بالوں اور ناخنوں میں سے کوئی چیز نہ کاٹے، یہاں تک کہ وہ قربانی کر لے۔

حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ جس کسی نے اپنی قربانی سے اجر وثواب کی نیت کرتے ہوئے خوش دلی سے قربانی دی تو وہ اس کے لئے آگ سے حجاب ہوجائے گی۔

قربانی کس پر واجب ہے؟

قربانی کے وجوب کیلئے بنیادی طور پر چار شرائط کا پایا جانا ضروری ہے۔ یعنی جس شخص میں یہ چار خوبیاں پائی جائیں اس پر قربانی واجب ہے۔

(۱) آزاد ہونا۔ (۲) مسلمان ہونا (۳) مقیم ہونا (۴) خوشحال ہونا۔

حوائج اصلیہ سے مراد رہائش کا مکان اس میں روزمرہ استعمال کا سامان، پہننے کے کپڑے، اور حفاظت کیلئے ہتھیار ہے۔ لہٰذا جس کے پاس اس کے علاوہ نصاب موجود ہوگا اس پر قربانی واجب گی۔ قربانی کے وجوب کیلئے مرد ہونا شرط نہیں۔ بلکہ شرائط پائے جانے کی صورت میں مردوں کی مثل

عورتوں پر بھی واجب ہوتی ہے۔(درمختار وغیرہ)

مذکورہ شرائط کا قربانی کے مکمل وقت کو محیط ہونا ضروری نہیں۔بلکہ وقت کے کسی حصہ میں ان شرائط کا پایا جانا قربانی کے وجوب کیلئے کافی ہے۔مثلاً ایک شخص قربانی کے پہلے دن کافر تھا دوسرے دن مسلمان ہوگیا مسافر تھا مقیم ہوگیا۔فقیر تھا دوسرے دن کہیں سے دولت ملی تو خوشحال ہوگیا۔تو اس پر قربانی واجب ہوگی بشرطیکہ دیگر شرائط پائی جائیں۔(عالمگیری)

اگر آدمی کے پاس نصاب موجود ہو۔مگر اس کے ذمہ لوگوں کا اتنا قرض واجب الادا ہو، کہ ادا کرنے سے نصاب باقی نہ رہے۔یا اس کے پاس نصاب کا کچھ حصہ موجود ہو اور باقی لوگوں کو بطور قرض دے رکھا ہو۔لیکن قربانی کے ایام گزرنے تک وہ واپس نہ ملے تو ہر دو صورت میں قربانی واجب نہیں ہوگی۔(عالمگیری)

اگر آدمی پہلے صاحب نصاب ہو مگر قربانی کا دن آنے تک وہ باقی نہ رہا۔بلکہ اس کا سامان چوری ہونے یا جل جانے یا کسی اور وجہ سے نقصان ہونے کے سبب نصاب سے کم ہوگیا، تو اس پر قربانی واجب نہیں ہوگی۔

صاحب نصاب نے قربانی کا جانور خرید رکھا تھا۔مگر قربانی کا دن آنے سے قبل وہ گم ہوگیا۔اور ساتھ ہی وہ شخص نصاب کا مالک نہ رہا۔تو اب اس پر نیا جانور خرید کر قربانی دینا لازم نہیں۔ بلکہ اگر وہ جانور مل بھی جائے مگر اس کے باوجود وہ صاحب نصاب باقی نہ رہے۔تو اس پر یہ قربانی واجب نہیں ہوگی۔(عالمگیری)

ابوعلی دقاق فرماتے ہیں کہ اگر کوئی آدمی خباز (نان بائی) ہو، اس کے پاس ایندھن کی اتنی لکڑی موجود ہو جس کی قیمت نصاب کے برابر ہو۔اور قربانی کا دن آجائے تو اس پر قربانی واجب ہوگی۔

قربانی کے وقت میں قربانی کرنا ہی لازم ہے۔لہٰذا اگر کسی نے قربانی کی جگہ زندہ جانور یا اس کی قیمت صدقہ کردیا تو یہ جائز نہیں۔ واجب ذمہ سے ساقط نہیں ہوگا، جیسا کہ الجوہرۃ النیرہ میں یہ۔"شرط الذبح حتی لو تصدق بها حية في ايام النحر لا يجوز لان الاضحية الاراقة"

اس لئے قربانی کے دنوں میں جانور ذبح کرنے سے ہی واجب ادا ہوگا اور اس لئے بھی کہ ان دنوں میں جانور کا خون بہانا افضل ہے۔کیونکہ حضور نبی کریم ﷺ اور آپ کے بعد خلفاء راشدین ان ایام میں قربانی کرتے۔اگر صدقہ کرنا افضل ہوتا تو بالیقین وہ صدقہ کرتے۔

قربانی کا وقت دسویں ذی الحجہ کی فجر صادق طلوع ہونے سے لے کر بارھویں ذی الحجہ کا سورج غروب ہونے تک ہے یعنی تین دن اور دو راتیں یہ دن ایام نحر کہلاتے ہیں۔ان ہی دنوں میں

قربانی ہو سکتی ہے۔ گیارہویں اور بارہویں کی دونوں راتیں اگرچہ ایام نحر میں داخل ہیں۔ ان میں قربانی جائز ہے۔ مگر مکروہ ہے جیسا کہ ہدایہ میں ہے۔

"ویجوز الذبح فی لیا لیھا الا انه یکرہ (ھدایہ، البنایہ، درمختار، عالمگیری)

ایام نحر میں دسویں ذی الحجہ کا دن درجہ کے لحاظ سے سب سے افضل ہے پھر گیارویں کا دن اور سب سے آخر میں بارہویں کا دن ہے اگر چاند کی تاریخوں میں شبہ ہونے کے سبب ایام نحر مشکوک ہو جائیں تو پھر قربانی دسویں اور گیارہویں کے دن مکمل کرنی چاہیے۔ تاکہ قربانی کی ادائیگی بالیقین ایام نحر میں ہو، کیونکہ اس صورت میں بارہویں کے دن کے بارے میں یہ شبہ ہے کہ وہ فی الحقیقت تیرہویں کا دن ہو، جو ایام نحر سے خارج ہے۔ لہٰذا پھر قربانی اپنے وقت میں نہیں ہو سکے گی۔ (عالمگیری)

وہ مقامات جہاں عید کی نماز ادا کی جاتی ہے۔ چاہے وہ شہر ہوں یا دیہات۔ ان میں عید کی نماز ادا ہونے کے بعد ہی قربانی ہو سکتی ہے عید کی نماز سے قبل قربانی کرنا جائز نہیں ہے اور جہاں عید کی نماز نہیں ہوتی وہاں طلوع آفتاب کے بعد قربانی کرنا درست ہے۔ (ہدایہ، عالمگیری)

اگر کسی نے عید کی نماز کے بعد مگر خطبہ سے پہلے قربانی کی تو اس صورت میں قربانی ہو جائے گی مگر ایسا کرنا مکروہ ہے۔

اگر شہر میں متعدد جگہ عید کی نماز ادا کی جاتی ہو تو ایک جگہ عید کی نماز ہو چکنے کے بعد قربانی کرنا جائز ہے۔ مرکزی عید گاہ میں نماز سے فارغ ہونے کا انتظار ضروری نہیں۔ (درمختار، ردالمختار)

اگر دسویں ذی الحجہ کے دن کسی عذر کی بنا پر نماز عید کی ادائیگی ممکن نہ ہو تو پھر قربانی کے صحیح ہونے کے لیے ضروری ہے کہ نماز کا وقت گزر جائے یعنی زوال کا وقت آ جائے جبکہ دوسرے اور تیسرے دن عید کی نماز سے قبل قربانی ہو سکتی ہے۔ (درمختار)

اگر کسی نے قربانی کے لیے جانور مقرر کر رکھا ہو مگر اسے ذبح نہ کیا، یہاں تک کہ قربانی کے دن گزر گئے اور پھر اسے فروخت کر دیا تو اس صورت میں اس سے حاصل ہونے والی قیمت صدقہ کرنا واجب ہے۔ (عالمگیری)

اگر کسی آدمی نے یہ وصیت کی کہ اس کی طرف سے قربانی کر دی جائے مگر جانور یا اس کی قیمت کا تعین نہ کیا تو یہ وصیت جائز ہے اور بکری قربان کر دینے سے وصیت پوری ہو جائے گی اور اگر کسی نے دوسرے کو قربانی کرنے کے لیے اپنا وکیل مقرر کیا مگر اس کے لیے قربانی کے جانور یا اس کی قیمت کا تعین نہ کیا تو یہ توکیل صحیح نہیں ہو گی۔ (عالمگیری)

اگر کسی نے قربانی کی نذر مانی، مگر اس کے لیے گائے، بکری وغیرہ کسی جانور کا تعین نہیں

کیا، تو نذر صحیح ہو گی اور بکری کی قربانی کافی ہو گی اور اگر بکری قربان کرنے کی نذر مانی تھی مگر اس کی جگہ گائے یا اونٹ قربانی دے تو نذر پوری ہو جائے گی، چاہیے یہ کہ نذر کی قربانی کا گوشت مکمل طور پر صدقہ کر دیا جائے اس سے کچھ نہ کھایا جائے اگر کچھ کھا لیا تو پھر اس کے حصے کی قیمت صدقہ کی جائے۔ (عالمگیری)

اگر آدمی فقیر ہو۔ (یعنی نصاب کا مالک نہ ہو) اور وہ قربانی کی نیت سے بکری خرید لے مگر قربانی کے دن گزر گئے اور اس نے اسے ذبح نہ کیا تو اس پر زندہ بکری کو صدقہ کرنا لازم ہے اسی طرح اگر آدمی غنی ہو (صاحب نصاب ہو) اور وہ قربانی کے ایام میں جانور ذبح نہ کرے تو اس پر بکری کی قیمت صدقہ کرنا واجب ہے چاہے اس نے قربانی کی نیت سے خرید رکھی ہو یا نہ خریدی ہو کیونکہ غنی پر قربانی واجب ہے جبکہ فقیر نے قربانی کی نیت سے بکری خرید کر بذات خود اپنے ذمہ لازم کر لی ہے۔ (ہدایہ، البنایہ)

قربانی کے جانور کا بیان

بنیادی طور پر جن جانوروں کی قربانی دی جا سکتی ہے وہ تین ہیں اونٹ، گائے، اور بکری پھر بھیڑیں بکری کے ضمن میں اور بھینیں گائے کے ضمن میں داخل ہیں۔ اس لیے کہ یہ ایک دوسرے کے ہم جنس ہیں مذکورہ جانوروں کی جتنی بھی اقسام ہیں ان تمام کی قربانی ہو سکتی ہے عمر کے اعتبار سے اونٹ کی عمر پانچ سال یا اس سے زائد گائے کی عمر دو سال یا اس سے زائد، بکری کی عمر ایک سال یا اس سے زائد ہونا ضروری ہے اگر ان جانوروں کی عمر اس سے کم ہو گی تو پھر قربانی جائز نہیں ہو گی ہا ں ایسا دنبہ جس کی عمر ایک سال سے کم ہو مگر چھ ماہ یا اس سے زائد ہو تو اس کی قربانی جائز ہے بشرطیکہ وہ اتنا موٹا تازہ ہو کہ دور سے ایک سال کا دکھائی دے (ہدایہ، بنایہ، الجوہرۃ النیر ۃ، در مختار)

مذکورہ جانوروں میں بکری، بھیڑ اور دنبہ صرف ایک آدمی بطور قربانی دے سکتا ہے جبکہ گائے، بیل، بھینس اور اونٹ کی قربانی میں سات آدمی شریک ہو سکتے ہیں شرکت کی صورت میں یہ لازم ہے کہ جانور کا گوشت وزن کے ساتھ سات برابر حصوں میں تقسیم کیا جائے اندازے سے گوشت کی تقسیم جائز نہیں اور یہ تصور بھی درست نہیں کہ کمی بیشی ایک دوسرے کو معاف کر دی جائے کیونکہ یہ شریعت کا حق ہے لہٰذا اسے معاف کرنے کا اختیار شرکاء کو حاصل نہیں۔ (الجوہرۃ النیر ہ، در مختار، ردالمختار)

اگر بڑی قربانی میں سات سے کم افراد شریک ہوں تو قربانی درست ہو گی اور افراد سات سے کم ہونے کی صورت میں بعض کے حصص زیادہ ہوں اور بعض کے کم تب بھی قربانی جائز ہے

بشرطیکہ کسی شریک کا حصہ مجموعی گوشت کے ساتویں حصے سے کم نہ ہو اگر کسی کا حصہ ساتویں حصے سے کم ہو گا تو اس کی طرف سے قربانی جائز نہیں ہو گی۔ (درمختار، ردالمختار)

اگر سات شرکاء میں سے ایک آدمی قربانی کے دن سے قبل فوت ہو جائے اور اس کے ورثاء نے دوسروں کو اجازت دے دی کہ اپنی طرف سے اور اس کی طرف سے جانور ذبح کرو تو قربانی صحیح ہو گی اور اگر اس کے ورثاء کی اجازت کے بغیر انہوں نے قربانی کا جانور ذبح کر دیا تو یہ قربانی جائز نہیں ہو گی۔ (کنز الدقائق)

اگر قربانی کے شرکاء میں سے کوئی ایک غیر مسلم ہو یا کسی ایک کی نیت صرف گوشت کھانے کی ہو تو کسی کی طرف سے بھی قربانی جائز نہیں ہو گی کیونکہ قربانی کے صحیح ہونے کے لیے یہ ضروری ہے کہ ہر ایک کی نیت قرب الٰہی کا حصول ہو۔ (ہدایہ، بنایہ، کنز الدقائق، الجواہرۃ النیرۃ)

اگر بکری کی قیمت اور گوشت کی مقدار گائے کے ساتویں حصہ کے برابر ہو، پھر بکری کی قربانی افضل ہے اور اگر گائے کے ساتویں حصے کی مقدار بکری کے گوشت سے زیادہ ہو تو پھر گائے کی قربانی افضل ہے یعنی جب دونوں کی قیمت اور گوشت کی مقدار برابر ہو تو جس کا گوشت اچھا ہو اس کی قربانی افضل ہے اور گوشت کی مقدار برابر نہ ہو تو پھر جس میں گوشت زیادہ ہو گا وہ افضل ہے اسی طرح مینڈھا بھیڑ سے افضل ہے اور دنبہ، دنبی سے افضل ہے جب کہ دونوں کی قیمت اور گوشت کی مقدار برابر ہو بکری، بکرے سے افضل ہے مگر خصی بکرا، بکری سے افضل ہے اور اونٹی اونٹ سے افضل ہے اور گائے بیل سے افضل ہے بشرطیکہ ان کی قیمت اور گوشت کی مقدار آپس میں برابر ہو۔ (درمختار، ردالمختار)

سنت ابراہیمی، تقدس اور تقاضے

حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام، اللہ کریم کے پیارے اور محبوب انبیاء و مرسلین میں سے ہیں بلکہ خطیب صاحبزادہ سید خورشید احمد گیلانی مرحوم و مغفور نے ''عید قربان اور خلیل اللہ کا ولولہ انگیز اور روشن کردار'' کے عنوان سے بہت خوبصورت اور زریں خیالات کو حوالہ قرطاس کیا۔ جو پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے۔

اسلام میں عقیدہ ہو یا کوئی عبادت، اور اسی طرح مختلف رسوم ہوں یا شعائر، کسی نہ کسی اعلیٰ حکمت اور برتر مقصد کے ساتھ منسلک نظر آتے ہیں، اسلام میں عقیدہ محض ''ڈوگما'' نہیں ہوتا کہ بے سوچے سمجھے کسی بات کو مان کر اپنے آپ کو اس کے اوپر جما لیا جائے، عبادت فقط پوجا پاٹ کا نام نہیں اور رسوم و شعائر کسی تفریح کے لیے نہیں بلکہ عقیدے کو نظریہ حیات اور اصول زندگی کا درجہ حاصل ہے، زندگی گزارنے کا طرز اور دنیا میں رہنے کا انداز کیا ہو؟ اس کے لیے اسلام نے عقیدے کو بنیاد قرار دیا ہے۔

عقیدہ توحید دراصل وحدت انسانیت کا سرچشمہ ہے، ایک خدا کو خالق، مالک، رازق اور حاکم ماننے کا مطلب یہ ہے کہ ہر شخص کی تخلیق ایک ہی طریقے پر ہوئی ہے اس لیے کوئی خود کو سونے کا اور دوسرے کو مٹی کا بنا ہوا نہ سمجھے اور اس بنیاد پر کسی برتری اور کمتری کے احساس میں مبتلا نہ ہو، ہر چیز کی حقیقی ملکیت اللہ تعالیٰ کو سزاوار ہے اس لیے کوئی کسی کی عزت، آبرو اور جان کا مالک نہیں، رزق صرف اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے وہ داتا ہے باقی سب فقیر و محتاج، اس لیے کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ رزق کے سرچشموں پر اپنا خصوصی استحقاق جتلائے اور کسی کی روزی بند کر کے اس کا استحصال کرے اور اسی طرح حاکمیت صرف ذات باری اللہ کو زیبا ہے باقی جو کچھ ہے وہ محکوم ہے اس لیے کوئی انسان کسی انسان کو اپنا محکوم اور بندہ قرار نہیں دے سکتا، انسانی سوسائٹی میں قیام حکومت کسی کا حق حاکمیت ثابت نہیں کرتا بلکہ ادائے امانت اور الٰہی خلافت و نیابت کی ایک شکل ہے جسے اللہ کے بندے اس کے احکام اور ہدایت کے مطابق پورا کرنے کی ذمہ دارانہ کوشش کرتے ہیں، اسی پر اللہ کی باقی صفات کو قیاس کیا جا سکتا ہے، جس سے پوری انسانی برادری ایک روحانی، سماجی، معاشی اور سیاسی

اکائی بن جاتی ہے۔ عقیدہ رسالت انسان اور خدا کے درمیان قوی اور مضبوط رابطے کا نام ہے، انسانی سماج کا کوئی بھی اہم مسئلہ ہو اس عقیدے کے ذریعے انسان کو یہ سہولت اور سعادت حاصل ہے کہ وہ اس مسئلے کے حل کے لیے رسول اللہ ﷺ کے توسط سے اللہ کی مرضی، اس کے حکم کی منشاء اور اس کی خوشنودی معلوم کر سکتا ہے، اور اس طرح عقیدہ آخرت انسان کو انتہائی ذمہ دار اور ہر معاملے میں جواب دہ بنا دیتا ہے، یہ عقیدہ نہ ہو تو انسان ہر قید، ہر ضابطے اور ہر حد سے آزاد ہو کر پورے انسانی سماج کو حیوانی باڑے میں بدل دے۔

اسلام میں یہی صورت عبادت کی ہے، نماز انسان میں عاجزی اور با جماعت نماز ایک برادری کا رنگ پیدا کرتی ہے، روزہ ضبط نفس سکھاتا ہے، زکوۃ مال کی بے تحاشا محبت اور ہوس کو کنٹرول کرتی ہے اور حج کا اجتماع رنگ ونسل اور علاقہ میں زبان کے امتیازات کو مٹا کر ایک امت اور ملت کا رجحان پیدا کرتا ہے۔ رسوم و شعائر بھی اپنے اندر ایک مقصدیت رکھتے ہیں، مثلاً ہر قوم میں خوشی اور غمی کے تہوار ہوتے ہیں اور ہر قوم اپنے اپنے انداز میں ان تہواروں کو مناتی ہے مگر اسلام کا مزاج اس معاملے میں بھی منفرد اور بامعنی ہے اس کے ہاں خوشی الٹی چھلانگیں لگانے اور غمی پچھاڑیں کھانے کا نام نہیں بلکہ خوشی کا ہر موقع اللہ کی کرم نوازی کی یاد تازہ کرنے کا ذریعہ ہے اور غم کا ہر مرحلہ اس کی بے نیازی کو واضح کرتا ہے چنانچہ دونوں مواقع پر انسان کی توجہ اپنے خالق و مالک کی طرف رہتی ہے، وہ خوشی پر شکر اور غمی پر صبر کرتا ہے، اور شکر اور صبر کے اس حسین امتزاج کا نام ایمان ہے۔

عید قربانی بھی اسلام کا ایک عظیم شعار ہے جس کی یاد اہل اسلام صدیوں سے سنت نبوی ﷺ کی پیروی میں مناتے چلے آ رہے ہیں۔ عید قربان دراصل ایک جذبے کو تروتازہ رکھنے کا ذریعہ ہے، اس کی نسبت خدا کے ایک جلیل القدر پیغمبر سے ہے جسے ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے نام سے پوری دنیا جانتی ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایثار وقربانی کی وہ مثالیں پیش کیں کہ اسلام کا ایک اہم شعار ان کی ذات سے منسوب اور ان کے نام سے معنون ہو کر رہ گیا ہے۔

ہر انسان خواہ کسی بھی نسل اور زبان سے تعلق رکھتا ہو کسی بھی براعظم میں بستا ہو، گورا ہو یا کالا، چاہے امیر ہو یا غریب، اور اس میں کافر و مسلم کی تمیز بھی نہیں، بہر حال وہ چار چیزوں سے فطری محبت اور طبعی رغبت رکھتا ہے، ایک یہ کہ اسے اپنے گھر بار اور وطن بہت عزیز ہوتا ہے، جہاں وہ پیدا ہوا، بچپن میں کھیلا کودا، ایک عمر بسر کی وہ شہر وہ قصبہ اسے بہت محبوب ہوتا ہے، لیکن ایک دوسری چیز کی محبت اس پر غالب آ جاتی ہے اور وہ ہے مال کی محبت، آدمی روزگار، مال اور پیسے کے لیے گھر بار چھوڑنے پر آمادہ ہو جاتا ہے جہاں اسے زندگی کی سہولت میسر آئے وہاں بلاجھجک منتقل ہو جاتا ہے، ایک شہر سے دوسرے شہر اور ایک ملک سے دوسرے ملک، اور یہ آئے روز کا مشاہدہ ہے گویا وطن کی

محبت پر مال و اسباب کی محبت غلبہ پا لیتی ہے پھر ایک تیسری چیز ہے جو ان دونوں پر حادی آ جاتی ہے اور وہ ہے اولاد کی محبت۔ اولاد کے مستقبل کے لیے آدمی اپنا گھربار بیچ دیتا ہے پردیس کاٹتا ہے اور خدا نہ کرے اولاد پر برا وقت آ پڑے کوئی بیماری اور مصیبت گھیر لے تو پھر انسان اپنے ہاتھ کی ساری کمائی اولاد پر لٹا دیتا ہے، یہاں تیسری محبت پہلی دو محبتوں پر غالب نظر آتی ہے اور پھر ان تینوں کے مقابلے میں انسان کو اپنی جان عزیز ہوتی ہے "جان ہے تو جہان ہے" کے مصداق انسان اپنی جان بچانے کے لیے ہر چیز لٹانے پر آ جاتا ہے گھر بار، کاروبار اولاد یہ سب کچھ اس وقت فراموش ہو جاتا ہے اگر جان پر بن آئے تو! مشہور ہے کہ بلی کے پاؤں جلنے لگے تو اس نے پنجوں کے نیچے اپنے بچے رکھ لیے تھے۔

یہ ترتیب تو ہر انسان کے لیے ہے لیکن اہل ایمان کے لیے ایک پانچویں چیز ہے جو ان سب سے بڑھ کر مرکز محبت اور مدار عشق ہے اور وہ ہے ایمان!

ایک سچا مسلمان اپنے ایمان کی بقاء کے لیے اور اپنے رب سے کئے گئے عہد کی ایفاء کے لیے ان چاروں محبتوں کو بیک جنبش قلم نچھاور کر دیتا ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی زندگی کے ہر موڑ پر اسی جذبے اور ولولے کا مظاہرہ کیا جس کے انعام کے طور پر اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل سے سلسلہ نبوت چلایا، حتیٰ کہ آپ کو سید عالم ﷺ کا جد امجد ہونے کا شرف عطا کیا، حرم کعبہ کی نسبت حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ہے صفا و مروہ اگر شعائر اللہ ہیں تو ان کا تعلق حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اہلیہ سے ہے کہ وہ یہاں پانی کی تلاش میں دوڑی تھیں اللہ تعالیٰ نے اسی سعی کو اپنے شعائر میں شامل کر کے قیامت تک اپنی ایک ابدی شان عطا کر دی، مقام منیٰ بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ممنون ہے کہ یہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے قربانی کی اور اللہ نے اسے روز ابد تک جاری وساری کر دیا، حرم میں مصلائے ابراہیم کو یہ فضیلت حاصل ہوگئی کہ قیامت تک امام کعبہ اس جگہ کھڑے ہو کر فرائض امامت ادا کرے گا، یہی صورت مزدلفہ اور نمرہ اور عرفات کی ہے، کہ جہاں جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدم لگے اللہ تعالیٰ نے اس جگہ کو مقدس یادگار میں بدل دیا۔

یہ سب کچھ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس فداکارانہ عمل کا ثمر ہے کہ اللہ نے جب ان سے گھر بار کی قربانی مانگی تو انہوں نے کسی پس و پیش سے کام نہیں لیا، مال و اسباب چھوڑنے کو کہا تو سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر بے آب ہوگیا۔ وادی میں ڈیرہ ڈال دیا۔ پون صدی کی دعاؤں اور بے تاب تمناؤں کا حاصل بیٹا حضرت اسماعیل علیہ السلام محض اللہ کی خوشنودی کے لیے بلا تامل چھری کے نیچے رکھ دیا، اور ایک وقت وہ آیا کہ نمرود نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے جان کے بدلے ایمان

خریدنے کا منصوبہ بنایا مگر آپ نے جان پر ایمان کو مقدم رکھا اور عقیدہ توحید کی حفاظت کے لیے آگ کے الاؤ میں بے جھجک کود پڑے، لیکن اس طرح کے مواقع پر اللہ کی یہ سنت رہی ہے کہ وہ اپنے بندوں کا امتحان تو لیتا ہے لیکن ان کا زیاں نہیں ہونے دیتا کہ مقصود نیت دیکھنا ہوتا ہے اذیت میں ڈالنا نہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حکم خدا کے تحت عراق جیسے زرخیز ملک کو چھوڑ کر حجاز کا رخ کیا، اجاڑ، بنجر، ویران بے آباد خطہ! مگر اللہ تعالیٰ نے اس خطے کو وہ زرخیزی، آبادی، رونق اور شادابی بخشی کہ یہ علاقہ رشک ارم بن گیا، اس کا ذرہ ذرہ حریف آفتاب نظر آتا ہے اور اس کا ہر کوچہ فردوس بریں کا گوشہ معلوم ہوتا ہے، کروڑوں انسانوں کی عقیدت ومحبت اور ارادت کا مرکز ومحور ہے، انقلابات زمانہ نے بڑی بڑی تہذیبیں خاک میں ملا دیں، پررونق شہر اجڑے دیار بنا دیئے، تجارتی مراکز میں دھول اڑا دی، قہقہوں سے معمور کوچے ویرانے میں بدل دیئے، پایہ تخت لخت لخت ہو گئے، لیکن پانچ ہزار سال ہو گئے ہیں اس وادی غیر ذی ذرع (مکہ مکرمہ) کا نہ حسن مدھم پڑا ہے نہ رونق ماند ہوئی ہے اور نہ چہل پہل میں فرق آیا ہے بلکہ روز بروز اس علاقے کا دامن اپنے زائروں کے لیے تنگ پڑتا جا رہا ہے۔

مخلوق خدا ہے، کہ کھینچی چلی آ رہی ہے، نہ دعوت نامہ، نہ شاہی بلاوا، نہ پروٹوکول نہ کسی پر احسان، بس کچے دھاگے سے لاکھوں انسان بندھے ہوئے بھاگے چلے آ رہے ہیں حضرت ابراہیم نے اللہ کا گھر بسانے کے لیے اپنا گھر چھوڑ کرا اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمعلیہ السلام کے ہاتھوں بنے ہوئے گھر کو ''مثابۃ للناس (مرکز انسانیت)'' کا رتبہ عطا فرما دیا۔

حضرت ابراہیمعلیہ السلام نے اپنے پروردگار کی خوشنودی کے لیے اپنا لخت جگر قربان کرنا چاہا اللہ نے اس کے صلے میں اسی لخت جگر کی صلب سے تاجدار عرب وعجم ﷺ کو پیدا فرمایا کہ پوری نوع انسانی کی گردن آپ ﷺ کے ساتھ ساتھ حضرت اسماعیل کے احسان اور احترام کے لیے جھکی رہے گی۔

حضرت ابراہیمعلیہ السلام نے عقیدہ توحید پر پختگی کے اظہار کے لیے نمرود کا مطالبہ مسترد کر دیا اور آگ میں کودنے پر تیار ہو گئے اللہ نے آگ کو گل وگلزار میں بدل دیا، یوں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایثار وقربانی کا ہر باب بڑی چاہت اور آرزو کے ساتھ رقم کیا اور خدا تعالیٰ نے آپ کے اس طرز عمل کو بقائے دوام عطا فرما دیا۔

عید قربان حضرت ابراہیمعلیہ السلام کے اس ولولہ انگیز اور روشن کردار کی یاد میں منائی جاتی ہے لیکن اس موقع پر اس مقصد کو مدنظر رکھنا چاہیے کیونکہ اسلام کا کوئی شعار اور امت کا کوئی تہوار

مقصدیت سے خالی نہیں ہے، اور وہ مقصد عظیم کیا ہے؟ خوشنودی رب کی قربان گاہ پر تمام محبتوں اور چاہتوں کی نیاز واقعی قربانی میں انسان کی عظمت اور معراج ہے اس سے ارتقا کا عمل تیز ہوتا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ سچائی اور اصولوں کی خاطر جو قربانی دی جاتی ہے وہ ہمیشہ تاریخ کے صفحات پر اپنا اثر چھوڑ جاتی ہے۔انسانی معاشرے کے ارتقا کا بغور مطالعہ کیا جائے تو یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ اعلیٰ اقدار کے لیے جو قربانی دی گئی ہے وہ سب سے موثر رہی ہے اسی قربانی نے انسانیت کو حیوانیت کی سطح پر گرنے سے بچایا ہے انسانی تاریخ اٹھا کر دیکھیں تو معلوم ہو گا کہ خودغرضی، ظلم و استبداد و عظمت و بربریت جیسے عناصر ہر معاشرے میں طالب رہے ہیں اور انسان کو ظلمتوں کا شکار ہونا پڑا۔ ان گھمبیر اندھیروں میں چند بزرگ اور پاکیزہ روحوں نے ایسے کارنامے سرانجام دیئے جن کی بدولت روشنی کی کرنیں چھوئیں۔ ان کی قربانیوں نے تاریکیوں کو نور میں اور ظلم و جبر کو عدل و انصاف سے بدلنے کی کوشش کی۔

آج کا انسان مادی آسائشوں کی دوڑ میں کافی آگے جا چکا ہے مگر افسوس کہ نسل انسانی ابھی تک حیوان جبلتوں پر قابو نہ پا سکی۔ آج کا انسان علم موجودات میں ترقی کر چکا ہے مگر عرفان ذات میں ارتقائی منازل اس سے طے نہ ہوئیں یہی وجہ ہے کہ انسانیت ابھی تک اس عذاب میں مبتلا ہے جو ماضی میں اس کا مقدر تھا۔

آج دنیا بھر کے مسلمان زوال و انحطاط اور حسرت و یاس میں صرف اس لیے مبتلا ہیں کہ وہ ایثار و قربانی کی روش ترک کر چکے ہیں۔ جدوجہد و عمل اور محنت و کاوش کی بجائے انہوں نے تن آسانی اور عیش و عشرت کو اپنا معمول بنا لیا ہے اس کے برعکس مسلمانوں نے جب بھی اللہ کی راہ میں اپنا سب کچھ قربان کر دینے کو اپنا مقصد بنا لیا، چاہے انہیں آگ اور خون کے دریا ہی کیوں نہ عبور کرنے پڑے ہوں تو کامرانی و کامیابی ان کا مقدر بنی۔ ستمبر ۶۵ء کی جنگ میں اپنے خدا اور اس کے دین کے تحفظ کے جذبے نے ہمارے اندر وہ قوت پیدا کر دی کہ دشمن ہمارے سامنے نہ ٹھہر سکا صرف زمانہ جنگ میں ہی ایثار و قربانی کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ زمانہ امن میں بھی اس کا مظاہرہ ہونا چاہیے۔

ہماری عظیم اسلامی مملکت پاکستان کا وجود مسعود بھی جذبہ ایثار و قربانی کی ایک درخشندہ مثال ہے۔ ویسے بھی ہماری روز مرہ کی زندگی کی مسرتیں اور اس کی دوڑ دھوپ ہمارے آپس کے جذبہ ایثار اور فدا کاری پر منحصر ہے۔ اگر ہر شخص اپنے پورے حقوق لینے پر تل جائے، اور کسی کی خاطر تھوڑا سا نقصان بھی نہ برداشت کرے تو ہماری زندگی تلخیوں سے بھر جائے۔

عیدالاضحیٰ ہمارے لیے محاسبے کا پیغام ہے اور ہمیں یہ سوچنے کی دعوت دیتی ہے کہ ہماری زندگی اور معمولات میں ایمان اور خلوص کا کتنا حصہ ہے۔ ہم نے پہلے بے پروا ہو کر راہ حق میں کتنی

قربانیاں دی ہیں کتنے لوگوں کی ہم نے اعانت و امداد کی ہے۔ دوسروں کے حقوق اور احترام کا ہم نے کس حد تک پاس کیا۔ خود غرضی اور بددیانتی سے ہم نے اپنے آپ کو کہاں تک بچائے رکھا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ہمارا ضمیر ہمارے کردار سے کہاں تک مطمئن ہے۔

اگر اس آئینے میں ہم اپنی شکل دیکھیں تو ہمیں مایوسی ہو گی مگر فلاح و نجات اسی صورت میں ممکن ہے کہ ہم اپنا احتساب خود کریں۔ ہم عیدالاضحیٰ کے مشن اور مقصد پر غور کریں اور اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں اس کا اطلاق کریں تا کہ ہم ہر قدم پر قربانی دینے کی عادت ڈال سکیں۔ اس کے بعد ہی ایک اعلیٰ مذہب اور عمدہ اقدار کا محافظ معاشرہ وجود میں آ سکتا ہے۔

آج ہمارا وطن عزیز جس نازک دور سے گزر رہا ہے اس سے صحیح وسلامت اور بخیر و عافیت باہر نکلنے کے لیے مختلف النوع انفرادی اور اجتماعی قربانیوں کی ضرورت ہے۔ ملک کی سلامتی و بقا کے لیے، ہمیں اپنے انفرادی مفادات، طاقت کی ہوس غیر اسلامی نظریات اور مال و وقت کی قربانی کی ضرورت ہے۔

عیدالاضحیٰ اور ہماری معاشرتی زندگی

میاں عبدالرشید شہید کا شمار ماضی قریب نہایت سنجیدہ فکر دینی قلمکاروں میں ہوتا ہے روزنامہ ''نوائے وقت'' میں ان کا زندہ جاوید کالم ''نور بصیرت'' آج تک برابر شائع ہو رہا ہے جن کے ذریعے وہ بڑی حکمت و دانائی کے ساتھ اسلامیان پاکستان کی راہنمائی کا فریضہ ادا کرتے رہے بلکہ اب بھی ان کا یہ فیض جاری و ساری ہے عیدالاضحیٰ کے حوالے سے ان کی پر حکمت گفتگو لائق توجہ ہے میاں عبدالرشید رقمطراز ہیں۔

ہر قوم تہوار مناتی ہے۔ زرعی معیشت کے معاشرے فصل سمیٹنے کی خوشی میں دن مناتے ہیں یا کسی اہم واقعہ کی یادگار منائی جاتی ہے۔ ہمارے لیے بھی خوشی کے دو دن مقرر کر دیے گئے ہیں۔ عیدالفطر رمضان المبارک کے دوران اللہ تعالیٰ کی رحمت سمیٹنے اور تقویٰ حاصل کرنے کی خوشی میں منائی جاتی ہے۔ عیدالاضحیٰ اس عظیم الشان واقعہ کی یادگار کے طور پر منائی جاتی ہے۔ جب حضرات ابراہیم علیہ السلام اپنے پہلوٹی کے بیٹے اسماعیل علیہ السلام کو جو انہیں بڑھاپے میں عطا ہوا تھا، اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربان کر دینے پر تیار ہو گئے۔ قربانی قبول ہوئی، مگر بیٹے کی جان بخش دی گئی۔ اس کی جگہ ایک مینڈھا قربان کر دیا گیا۔ امت مسلمہ جو ملت ابراہیم علیہ السلام ہے اس واقعہ کی یاد تازہ رکھتی ہے اور ہر سال اپنے اس عزم کا اعادہ کرتی ہے کہ ہم راہ حق تعالیٰ میں اپنے بیٹے قربان کر دینے کیلئے ہمہ وقت تیار ہیں اور جہاد کے وقت اس کا عملاً ثبوت فراہم کرتے ہیں۔ سورہ الحج میں ارشاد ہے: (ترجمہ)

''ہرگز نہیں پہنچتا اللہ (تعالیٰ) تک قربانیوں کا گوشت اور نہ ان کا خون، ولیکن تمہارا تقویٰ اس تک (ضرور) پہنچتا ہے۔''

تقویٰ کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ کی محبت اور خوف سے برائی سے بچنا اور اس کی بلند ترین صورت یہ ہے کہ انسان کے اندر نیکی کا ذوق پیدا ہو جائے۔ نیکی اسے اچھی لگے برائی سے طبعاً نفرت ہو جائے۔ انسان کا نفس اسے برائی پر اکساتا رہتا ہے۔ اس لیے تقویٰ کا پہلا قدم یہ ہے کہ اپنی حیوانی

طبیعت یا نفس پر کنٹرول حاصل کیا جائے۔ جانور کی قربانی کے ساتھ اپنے نفس کی قربانی بھی ضروری ہے۔ ہمارا نفس بہت موٹا اور سرکش ہو چکا ہے۔ ایک تو اس میں دولت کی محبت بہت ہے اور یہ زبردستی ہی ہمارے معاشرے کی بیشتر برائیوں کا سبب ہے۔ رشوت، ڈاکہ، اغواء برائے تاوان وغیرہ سب اسی کے کرشمے ہیں۔ مگر اس کے علاوہ ہمارے اندر ایک اور نفسانی بیماری بھی عام ہو چکی ہے جو کینسر سے زیادہ خطرناک ہے اور یہ ہے جھوٹا وقار۔ بات بات پر ہمارا وقار مجروح ہو جاتا ہے اور ہم فوراً بھڑک اٹھتے ہیں۔

قانون ساز اسمبلیوں کے ممبروں کا وقار کچھ زیادہ ہی مجروح ہونے لگا ہے۔ ایوانوں کے اندر بھی اور باہر بھی۔ یوں تو قانون ساز اسمبلیوں میں وہ اودھم مچاتے ہیں کہ توبہ ہی بھلی۔ ایوان کا وقار خود گراتے ہیں، مگر اس کا ذمہ دار دوسروں کو ٹھہراتے ہیں۔

پولیس کا بھی یہی حال ہے کہنے کو یہ قانون نافذ کرنے والا ادارہ ہے مگر قانون کی مٹی پلید کرنے میں یہ سب سے آگے ہے۔ اس کے بعد وکلاء ہیں جو اپنے آپ کو معزز قانون دان کہتے ہیں۔ عام لوگوں کا بھی یہی حال ہے۔ برائی کرنے والے کو برا نہیں سمجھتے۔ برائی سے روکنے والے کو برا سمجھتے ہیں حالانکہ قرآن پاک کے مطابق برائی سے روکنا ہر مسلم پر فرض ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ قربانی کو محض رسم سمجھنے کی بجائے اس کی روح کو سمجھا اور اپنایا جائے۔

قربانی کا انعام

قربانی کے حوالے سے شیخ الحدیث مولانا محمد معراج الاسلام نے خوب تحقیق کی ہے ''عید قربان کے انوار وبصائر'' کے عنوان سے آپ بڑے دلنشین انداز میں بیان فرماتے ہیں جو اپنے موضوع پر خاصے چیز ہے میں چاہوں گا کہ ہمارے قارئین اس سے بھی اکتساب فیض کریں۔

عید قربان نورانی بصیرتوں، وہبی تابشوں اور لازوال روحانی قدروں کی وہ حسین یادگار ہے، جس کے پس منظر میں، اطاعت وعبودیت اور خضوع وانابت کی ایسی کہکشائیں جگمگا رہی ہیں جن سے راہ حیات کے تمام گوشے منور ہوتے ہیں، اور انسان اپنی منزل مقصود کا نشان دیکھتا ہے۔

ہلال عید کے ساتھ ہی ذہن میں قربانی، محبت، خلوص واطاعت اور بندگی کے ایسے حسین وجمیل تصورات ابھرتے ہیں جو مومن قانت اور منیب انسان کے لئے راہ عمل کا واضح خاکہ کھینچ دیتے ہیں، اور وہ خطوط متعین کردیتے ہیں، جن پر چل کر ابدی کامرانیوں سے ہمکنار ہوا جاسکتا ہے، اور جو رضائے الٰہی وفلاح ونجات کا سبب ہیں۔

جناب خلیل علیہ السلام کی مبارک زندگی انہی اوصاف و صفات اور کمالات وفضائل سے عبارت تھی، انہوں نے ہر قسم کی قربانی پیش کرکے ثابت کردیا، کہ حصول رضا کے لئے نہ صرف ہر خطرہ مول لے سکتے ہیں بلکہ زندگی کی متاع عزیز بھی نذر کرسکتے ہیں، قدرت کو یہی ادائیں اتنی پسند آئیں کہ تنہا آپ کی ذات کو ایک فرمانبردار امت کا لقب مرحمت فرمایا:

ان ابراھیم کان امۃ قانتا

بے شک ابراہیم ایک فرمانبردار امت تھا

آپ کی پاکیزہ زندگی کے گوشوں پر نظر ڈالنے سے پتہ چلتا ہے کہ راہ خدا میں آپ نے جانی مالی اور ہر نوع کی قربانی پیش کی اور خدا کے لئے کبھی کسی میدان میں اطاعت وایثار سے دریغ نہ کیا مختلف قربانیوں کے کچھ گوشے یہاں اجاگر کئے جاتے ہیں۔

آپ کا لقب خلیل ہے، خواص کی اصطلاح کی رو سے خلیل اس ہستی کو کہا جاتا ہے، جس کے دل میں اپنے رب کریم کی محبت وطلب کے سوا کسی اور چیز کی مطلق گنجائش نہ ہوا، اس حقیقت سے

آگاہ رب کریم کے فرشتوں نے جب حیات خلیل پر نظر ڈالی تو انھیں یہ بات کھٹکی کہ حضرت خلیل علیہ السلام مال مویشیوں کے انبوہِ کثیر کے مالک ہیں، بکریوں کے اتنے ریوڑ ہیں کہ پوری وادی ان سے معمور ہے۔

انھیں اچنبھا ہوا، اور بارخداوندی میں عرض گذار ہوئے کہ:

خداوندا! یہ خلیلیت وصفوت کی کونسی قسم ہے کہ دعوائے خُلت کے ساتھ، اتنی دولت دنیا بھی رکھتے ہیں کیا ایک ہی دل میں دولت کی اتنی محبت کے ساتھ، خدا کی محبت کا اجتماع ہوسکتا ہے؟

انھیں امتحان اور حقیقت سے آگاہ ہونے کا ایک طریقہ بتادیا گیا۔

منصوبے کے مطابق ایک فرشتہ بصورت انسان، باڑے کے پاس بیٹھ گیا، اور نہایت شریں اور سریلی آواز میں تسبیح پڑھی۔

سبوحٌ قدوسٌ ربنا و رب الملائکة والروح

جب رب تعالیٰ کی تسبیح وتقدیس کی یہ پیاری آواز جناب خلیل علیہ السلام کے کانوں سے ٹکرائی تو مطلوبِ حقیقی کی یاد میں بے قرار ہوگئے ۔فوراً تسبیح خواں کے پاس پہنچے اور کہا۔

تیری زمزمہ خوانی کے مضراب سے محبت کا ایک ایک تار جھنجھنا اٹھا ہے، ایک بار پھر میرے محبوب کا ذکر کرو۔تاکہ دل بے قرار کو چین آئے۔

وہ بولا۔'' میں کسی معاوضہ کے بغیر یہ ذکر نہیں کروں گا، اگر اپنا نصف ریوڑ مجھے عطا فرمادیں تو دوبارہ تسبیح پڑھتا ہوں۔''

آپ نے کسی تردّد اور پس و پیش کے بغیر ہزاروں بکریاں اس کے سپرد کردیں۔

جب اس نے پھر وہی قدسی نغمہ چھیڑا تو محبت کی پیاس اور بڑھ گئی آتش عشق کے انوار نے اپنے ہالے میں لے لیا، کیف وسرور نے حقیقی الفت کے اس تشنے کو اور تیز کردیا، اسی سرور وحضور کے عالم میں فرمایا۔

''یہ نغمۂ فردوس پھر سناؤ۔''

فرشتے نے حسب معمول اپنا مطالبہ دہرادیا کہ بقیہ ریوڑ بھی دے دیں، آپ نے یہ شرط بھی منظور کرلی اور اس نے نغمہ چھیڑ دیا۔

تیسری بار آپ نے جب پھر اسی حالت میں مطالبہ دہرایا، تو آپ نے فرمایا۔'' اس ریوڑ کے لئے تمہیں ایک نگہبان کی ضرورت ہوگی، تم مجھے محبوب کا ذکر سنادو، میں اس کے بدلے میں تمہارے مال کی رکھوالی کروں گا۔''

محبت وقربانی اور جذب واستغراق کی یہ شان عظمی دیکھ کر نورانی مخلوق کو یقین ہوگیا، یہ واقعی

خلیل ہیں خدا کی محبت کے سوا ان کے دل میں اور کسی چیز کی گنجائش نہیں ہے۔
جب آپ نے گمراہ اور بت پرست قوم سے ٹکرلی، تو وہ تنگ کر اس انتہائی اقدام پر اتر آئی۔

فما کان جواب قومه الاان قالو اقتلوه او حرقوه
قوم کا یہی مطالبہ اور جواب تھا کہ ابراہیم کو قتل کردو یا جلا ڈالو۔

مگر آپ نے راہ حق میں بڑی پامردی سے یہ ظلم سہنے کا فیصلہ کرلیا، زن و مرد، چھوٹے بڑے نہایت اہتمام اور سرگرمی سے الاؤ کے لئے لکڑیاں جمع کرنے میں مصروف ہوگئے پوری قوم نے مل کر انتقام کے جوش میں ایندھن کے انبار لگادیئے، جب چتا تیار ہوئی تو حرارت کے باعث پاس جاکر ان کو پھینکنا ممکن نہ رہا۔ چنانچہ انہوں نے اس مشکل کا یہ حل تلاش کیا کہ آپ کو منجنیق میں بٹھایا۔
ایک لحہ بعد آپ پھینکے جانے والے تھے کہ جناب جبریل امین خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی۔

اَلَکَ حَاجَةٌ ؟
کیا کوئی خواہش وضرورت ہے؟
آپ نے اس نازک وقت میں کمال بے نیازی سے فرمایا:۔
اما الیک فلا.
تیری طرف تو کوئی حاجت نہیں ہے؟
جبریل علیہ السلام بولے" اگر میری ضرورت نہیں تو رب تعالٰی ہی سے دعا کیجئے تاکہ وہ ان کفار کو نابود کردے اور آپ کو بچالے۔"
آپ نے یہاں بھی ایسا جواب دیا جو آپ کی شان تسلیم و رضا کا مکمل آئینہ دار تھا، اور فرمایا۔
کفانی علمه بحالی من سوالی
میری حالت سے وہ بخوبی آگاہ ہے، لہٰذا کہنے کی ضرورت نہیں۔
اللہ تعالٰی کی راہ میں جناب خلیل علیہ السلام نے کسی گھبراہٹ بے دلی یا کمزوری کا مظاہرہ نہ کیا، بڑے سکون و اطمینان کے ساتھ اس سنگ بار مشین میں بیٹھے رہے، بے قراری، اضطراب، جزع فزع یا پریشانی نام کی کوئی چیز آپ کے قریب بھی نہ پھٹکی، جلاد نے حاکم نمرود کا اشارہ پاتے ہی مشین چلادی اور آپ آگ میں جا گرے۔

قلنا یا نار کونی بردا وسلاما علی ابراهیم
ہم نے کہا: اے آگ! ٹھنڈی ہوجا، اور ابراہیم کو سلامت رکھ۔

آپ عشق کے اس امتحان سے بھی سرخرو نکلے اور بے دریغ اپنی جان کی قربانی پیش کر کے ثابت کردیا کہ راہ وفا میں انھیں کسی چیز کی پیش کش سے اجتناب نہیں ہے۔

آپ کی زندگی کے ان منور گوشوں کا اثر آپ کے اہل بیت پر بھی پڑا، اہل وعیال نے محبت ووفا کے ان تاباں نقوش کو دیکھا، تو ان کی زندگیاں بھی اس نور سے منور ہوگئیں۔ چنانچہ اس راہ میں جب ان کی آزمائش کا وقت آیا تو انہوں نے بھی اسی خلوص، فدائیت، خود سپردگی اور جذبۂ جاں سپاری کا مظاہرہ کیا۔

جناب خلیل علیہ السلام نے اپنے بیٹے سے کہا۔

انی اری فی المنام انی اذبحک فانظر ماذاتری.

میں نے خواب دیکھا ہے کہ تجھے ذبح کررہا ہوں، بتاؤ! تمہاری کیا رائے ہے؟

سعادت مند اور فرخندہ بخت شہزادے نے جواب دیا:

یا ابت افعل ما تو مرستجدنی ان شاء الله من الصابرین

اے باپ! آپ کو جو حکم دیا گیا ہے، اس پر عمل کریں انشاء اللہ آپ مجھے صابر پائیں گے۔

باپ نے چھری اور رسی بغل میں دبائی اور مذبح کی طرف روانہ ہوگئے۔

انسان کا عدو مبین، وسوسہ انداز ہوا:

''اے ابراہیم! بڑھاپے کے آخری سہارے کو اپنے ہاتھ سے ذبح کرنے جارہے ہو؟''

آپ نے پتھر اٹھا کر پھینکے اور تسلیم و رضا کی راہ میں مزاحم ہونے اور رخنہ اندازی کرنے والے کا وسوسہ دامن دل سے جھٹک دیا۔

مایوس ہوکر یہ غدار جناب اسمٰعیل کے قوائے فکر ونظر پر اثر انداز ہوا:

''اے حسین صاحبزادے! اپنے شباب کی اٹھان پر ترس کھاؤ، بہ رضا و رغبت قتل ہونے کے لئے جارہے ہو، حواس تو ٹھیک ہیں؟'' انہوں نے بھی پتھر اٹھا کر دے مارے۔

یہ فیضان نظر تھا کہ مکتب کی کرامت تھی
سکھائے کس نے اسمٰعیل کو آداب فرزندی؟

یہاں سے بھی مایوس و نامراد ہوکر مادر مہربان کی طرف متوجہ ہوا، مگر وہاں بھی منہ کی کھانا ی، صحبت ابراہیمی کے فیض یافتہ اہل بیت نبوت نے، ایسی بے ریا اطاعت، عدیم النظیر محبت اور ں میں ڈوبی ہوئی وفا کا مظاہرہ کیا کہ دشمن کے کہیں بھی قدم نہ جمے اور یہ پورا خاندان قربانی کے

اس معاملہ میں کامیاب رہا۔

فلما اسلماء وتله للجبين . وناديناه ان ياابراهيم

دونوں نے اطاعت کا حق ادا کردیا۔باپ نے بیٹے کو پیشانی کے بل لٹا دیا۔ہم

نے ندا دی کہ اے ابراہیم!

قدصدقت الرويا

تو نے اپنا خواب سچ کر دکھایا۔

اب تیرے لئے اجرعظیم ، بے بہا انعام، اور پروانہ خوشنودی ہے،محسنین کے لئے ہمارے پاس یہی انعامات ہیں۔

انعام ربانی

اطاعت کے اس حیرت انگیز اور محیرالعقول مظاہرے پر جناب خلیل علیہ السلام اور ان کے صاحبزادے کو یہ انعام عطا ہوا کہ سے عملی یادگار کی صورت میں قیامت تک کے لئے محفوظ کردیا گیا اور ملت مسلمہ کو موکد ہدایت کی گئی کہ وہ اسے ہمیشہ یادرکھے اور عملی صورت میں اس کا مظاہرہ کرتی رہے۔

ولكل امة جعلنا منسكا

اور ہرامت پر ہم نے قربانی لازم کردی۔

جناب خلیل علیہ السلام کی بھی یہی خواہش تھی کہ آپ کی یاد باقی رہے۔

واجعل لي لسان صدق في الآخرين

بعد والوں میں میرا ذکرباقی رکھ۔

جناب خلیل علیہ السلام جیسے مردمومن اور اطاعت شعار کی دعا اور خواہش کیسے رد کی جاسکتی تھی؟ چنانچہ آج تک آپ کا ذکر اور قربانی کی صورت میں آپ کی یادگار موجود ہے، اور قیامت تک موجود رہے گی، قدرت نے اس یادگار کو فرضیت ولزوم کا درجہ دے کر ایسا مستحکم انتظام فرما دیا ہے، کہ اسے کسی بھی سازش اور منفی کوشش سے ختم نہیں کیا جاسکتا، امت مسلمہ میں اس عظیم یادگار کو برقرار رکھنے کے لئے جو جذبہ اور جوش خروش موجود ہے اور اس کے ساتھ جو جذباتی اور ذہنی لگاؤ ہے۔وہ ایسا نہیں جسے پروپیگنڈا سے مٹایا جاسکے، جو اہل نظر ہیں، وہ اس کے پس منظر میں موجود جذبۂ صداقت وقربانی کو دیکھتے ہوئے کبھی اس سے دست کش اور محروم رہنا گوارا نہیں کریں گے، اور یہ یادگار یونہی قائم رہے گی۔

سنت خلیل علیہ السلام کے وارث

تاریخ جاہلیت کا مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ یہ قربانی ہر دور میں کسی نہ کسی صورت

میں موجود رہی ہے، اہل جاہلیت نے اس میں جاہلی اور من گھڑت رسوم کا اضافہ کر کے اس کی روح کو مسخ کر دیا تھا، اور اس کے ڈانڈے شرک کے ساتھ ملا دیئے تھے۔

اسلام نے اصلاح کی اور اس کو حقیقی روپ میں پیش کیا، اس پر خرافات واباطیل کی جو تہیں چڑھ گئی تھیں انھیں کھرچا اور امت مسلمہ کو بتایا کہ یہ تمہارے باپ کی یادگار ہے۔

سنة ابیکم ابراهیم (حدیث)

اور تم ہی اس کے وارث ہو،

ان اولی الناس بابراهیم للذین اتبعوه و هذا النبی والذین آمنوا

ابراہیم علیہ السلام کے ولی و وارث اور ان سے قریب تر وہ لوگ ہیں جنھوں نے ان کی پیروی کی یا پھر یہ نبی کریم ﷺ اور ان پر ایمان لانے والے حضرات۔

اس امت کے سربراہ و آقا ﷺ جب معراج کی شب سماوات ولا مکان کی طرف تشریف لے گئے، تو جناب خلیل علیہ السلام نے اپنا قرب ورشتہ ظاہر کرنے کیلئے۔

مرحبا بالنبی الصالح والابن الصالح

کہہ کر آپ کا استقبال کیا، اور اس امت کے ساتھ بھی اپنا تعلق خاطر ظاہر کرنے کے لیے اپنے النبی الصالح ﷺ کو پیغام دیا کہ اپنی امت کو ہدایت فرما دیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح وتحمید میں خوب دلچسپی لیا کرے، کیونکہ جنت ایک صاف چٹیل میدان ہے، جسے سرسبز وشاداب اور آباد کرنے کے لئے اعمال کے درخت خود لگانے پڑتے ہیں اور اس مقصد کے لئے سبحان الله و بحمده سبحان الله العظیم بہترین ذریعہ وعمل ہے، جس سے فردوس عمل میں بہار آجاتی ہے۔

امت کے ساتھ یہ خیر خواہی، دلی تعلق کی مظہر تھی، اور اس حقیقت کی علامت تھی کہ تعلیمات ابراہیمی کی وہی وارث اور صحیح صورت میں ان کی علمبردار ہے۔

حضور ﷺ نے بھی جوابی طور پر اسی غایت تعلق کا مظاہرہ فرمایا، اور حکم دیا کہ ہر نماز میں جناب خلیل علیہ السلام کو درود وسلام میں شریک کیا جائے، تاکہ ذہن میں یہ بات تازہ رہے کہ جناب ابراہیم علیہ السلام ہمارے ہیں اور ان کی یادگار کو قائم رکھنا ہمارا فرض ہے۔

اس قرب وتعلق کو آپ نے اس ارشاد کے ذریعہ بھی واضح فرمایا ہے۔

انا ابن الذبیحین

میرا نسبی تعلق جناب عبداللہ اور جناب اسماعیلؑ کے ساتھ ہے جو دونوں حضرات اللہ کریم کی راہ میں ذبح کے لئے پیش کئے گئے تھے۔

جو امت اپنے نبی پاک کی وساطت سے جناب ابراہیم جیسی شخصیت کے ساتھ ایسا گہرا اور

مضبوط علاقہ رکھتی ہو، اس کا ویسے ہی فرض منصبی بن جاتا ہے کہ ان کی کسی یادگار سے صرف نظر نہ کرے مگر قربانی تو ایسی یادگار ہے، جس کی تفصیل و اہمیت سے صرف آگاہ ہی نہیں کیا گیا، بلکہ اسے قائم رکھنے کی تاکید بھی کی گئی ہے اور اس کے آداب وحقوق اور حدود وشرائط بتائے گئے ہیں، اس میں مضمر بصائر وحکم سے آگاہ کیا گیا ہے، یہ سارا اہتمام اس حقیقت کی نشاندہی کے لئے کافی ہے، کہ قربانی کرنی سطحی سا معاملہ نہیں، جس پر عمل فرد کی رائے یا اس کے مزاج پر موقوف ہو، بلکہ اس پر عمل ضروری ہے، تاکہ وہ روح مرجھانے نہ پائے جو اس کے پس منظر میں کارفرما ہے اور جب بھی سال بعد یہ عمل دہرایا جائے تو پوری قوم کے سامنے قربانی وفداکاری کا وہ جوان منظر گھوم جائے، جو دلوں میں پرخلوص فدائیت وسرفگندگی کے عزائم بھر دیتا ہے، اور دل ودماغ میں عمل کی روح پھونک دیتی ہے۔

قربانی کی عملی تعلیم

قربانی کی اسی تاثیرواہمیت کے پیش نظر سرکار دو عالم ﷺ نے جب مدینہ منورہ میں یہ سلسلہ جاری فرمایا تو پھر اس میں ناغہ نہ ہونے دیا، ہر سال بڑے اہتمام سے جانوروں کی قربانی دی اور عملی نمونہ پیش کر کے عمل کا طریقہ تعلیم کیا۔

یہ چند احادیث آپ کے اہتمام وعمل سے آگاہی بخشتی ہیں۔

۱. ضحیٰ بالمدینة کبشین اصلحین اقرنین (بخاری)

آپ نے مدینہ منورہ میں، سینگوں والے دو سفید مینڈھے قربان کئے۔

۲. ضحیٰ رسول الله صلی الله علیه وسلم عن ازواجه بالبقر.

آپ نے ازواج پاک کی طرف سے گائے کی قربانی دی۔

۲۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

۳. ضحی رسول الله صلی الله علیه وسلم یوم عیدبکبشین.

آپ نے عید کے روز دو مینڈھے ذبح کئے۔

۴. عن عائشه رضی الله عنه قال النبی صلی الله علیه وسلم. عمل ابن آدم من یوم النحر احب الی الله من اهراق الدم:

عید کے روز بارگاہ خداوندی میں، جانور کا خون بہانے سے زیادہ کوئی عمل مقبول نہیں ہوتا۔

۵. سمنوا ضحایا کم فابهاعلی الصراط مطایاکم.

اپنے جانور، خوب پالا کرو، پل صراط پر، تمہارے لئے سواری بنیں گے۔

چنانچہ اہل اسلام کا اس بات پر بڑا عمل تھا، نہایت رغبت وشوق کیساتھ قربانی کے جانوروں

کی خدمت کرتے۔ پال پوس کر موٹا کرتے اور پھر بروز عید انھیں ذبح کرتے۔

٦۔ کنّا نسمن الاضحیہ بالمدینۃ و کان المسلمون یسمنون۔

ہم مدینہ منورہ میں قربانی کے جانور خوب پالتے تھے اور دوسرے مقامات پر مسلمان بھی انھیں خوب فربہ کرتے تھے۔

قربانی میں جو بنیادی روح کارفرما ہے، وہ سال بھر جانور کی دیکھ بھال کرکے پھر ذبح کرنے سے جس طرح تکمیل پذیر ہوتی ہے، وہ عید سے دو روز پہلے جانور خرید کر کما حقہ پوری نہیں ہوتی۔ اور نہ ہی اس میں اتنا لطف و روحانی کیف حاصل ہوتا ہے۔

سال بھر کی حفاظت ونگہبانی، خدمت اور دیکھ بھال کے بعد انسان کو جانور کے ساتھ جو انس ہوجاتا ہے، اور پھر جانور بھی اس کے ساتھ مانوس ہوجاتا ہے۔ وہ ذبح کے وقت رنگ لاتا ہے، قربانی دینے والے کو یوں محسوس ہوتا ہے، گویا اپنے لخت جگر کے گلے پر چھری چلارہا ہے۔ حالانکہ دیکھا گیا ہے بعض لوگوں کی آواز بھرا جاتی ہے، گلا خشک اور جسم بیدلرزاں کی صورت اختیار کرلیتا ہے۔ آنکھیں اشکبار ہوجاتی ہیں۔ وہ ذبح ہوتے دیکھ بھی نہیں سکتے، اس لئے مقام ذبح سے پرے ہٹ جاتے ہیں۔

جانور کی قربانی کے وقت دل میں یہی جذبات پیدا ہونے چاہئیں، یہی قربانی کا مقصد و مدعا ہے، یہ اس بات کی عملی تعلیم ہے کہ اگر بارگاہ خداوندی میں عزیز ترین متاع پیش کرنے کی نوبت آجائے تو مسلمان کی اطاعت وبندگی کا یہ عالم ہونا چاہیے کہ بلا تردد پیش کردے، اس وقت اس کے دل میں ایسے وسوسے اور اندیشے نہ گزریں جو غیر مخلص اور بے وفاؤں کا حصہ ہوتے ہیں اور محرومیوں کی دلدل میں پھینک دیتے ہیں، بلکہ جناب ابراہیمؑ کا طرز عمل سامنے ہونا چاہیے جنہوں نے بیٹے جیسی متاع پیش کردی اور ذرا پس و پیش نہ کی۔

چند شبہات کا ازالہ

قربانی کی عملی تعلیم کی اس حکمت پر نظر ہو تو بہت سے شکوک و شبہات از خود رفع ہوجاتے ہیں، اور انسان بہت سی غلط فہمیوں کا شکار ہونے سے بچ جاتا ہے۔

ہمارے معاشرہ میں کچھ ایسے "روشن دماغ" حضرات بھی پیدا ہوگئے ہیں جو مشورہ دیتے ہیں کہ قربانی کی کوئی ضرورت نہیں، اتنی ہی رقم کسی فلاحی فنڈ میں دے دینی چاہیے اسی طرح وہ قربانی کو غیر ضروری ثابت کرنے کے لئے یہ بھی کہتے ہیں کہ

"قربانی مکہ مکرمہ کے ساتھ خاص ہے۔"

ا۔ جہاں تک پہلے سوال کا تعلق ہے وہ تو قربانی کی حکمت پر غور کرنے ہی سے ختم

ہوجاتا ہے،ظاہر ہے رقم دینے سے انسان کے دل میں وہ رقت، جذباتیت اور ان کی کیفیت پیدا نہیں ہوتی، جو اپنے ہاتھ سے پالے ہوئے جانور کو ذبح کرتے وقت پیدا ہوتی ہے سخاوت و خیرات جانور کی جگہ کبھی نہیں لے سکتی۔

۲۔ یہ اعتراض کہ قربانی مکہ کے ساتھ خاص ہے ایک مغالطہ سے زیادہ کچھ نہیں۔کیونکہ قربانی کی کئی قسمیں ہیں اگر کوئی شخص حرم پاک میں شکار کرے تو اسے بھی قربانی دینا پڑتی ہے۔

اگر حاجی گھر سے روانہ ہوجائے مگر کسی وجہ سے منزل مقصود تک نہ پہنچ سکے اور راستے ہی میں روک دیا جائے تو اسے بھی قربانی دینا پڑتی ہے۔

اگر کوئی شخص بیک وقت حج وغیرہ کرے تو اسے بھی قربانی دینا پڑتی ہے۔

اور ایک قربانی وہ ہے، جسے مسلمان عیدالاضحیٰ کے دن ادا کرتے ہیں۔

جو حاجی حضرات کی قربانی ہے،صرف ان کے لئے یہ شرط نہیں۔

لیکن اسلامی روح کو دانستہ مسخ کرنے میں کوشاں حضرات،لوگوں کی ناواقفی سے فائدہ اٹھاکر یہ تاثر دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ ہر قسم کی قربانی مکہ ہی میں ہوسکتی ہے، کیونکہ قرآن میں ہے۔

ثم محلها الى البيت العتيق

پھر اس قربانی کی جگہ خانہ کعبہ ہے۔

حالانکہ اس آیت میں صرف حجاج کی قربانی کا ذکر ہے جو واقعی بیت عتیق ہی میں ہوتی ہے۔ اس قربانی کا ذکر نہیں، جو ہر جگہ، ہر شہر اور علاقہ میں کی جاتی ہے اور جو حضور نبی کریم ﷺ مدینہ میں ادا کرتے رہے ہیں۔

❀......❀......❀

چند اہم فقہی مسائل

برصغیر کے نامور فقیہہ ومحقق حضرت مولانا مفتی محمد جلال الدین امجدی قدس سرہٗ سے پوچھا گیا کہ......''...... چار بھائی ہیں اور سب ایک گھر میں ہیں اور ان سب کا باپ نہیں ہے (فوت ہو گیا ہے) لہٰذا بڑا بھائی مالک ہے۔تو آیا قربانی چاروں کے نام سے واجب ہے یا صرف بڑے بھائی کے نام؟ بینوا توجروا

آپ نے جواب دیا:۔

''اگر چاروں بھائی ایک میں ہیں (اکٹھے ہیں) اور چاروں بھائیوں کا مشترکہ مال چار نصاب پورا نہیں ہے تو کسی پر قربانی واجب نہیں اور اگر چار نصاب پورا ہے تو ہر بھائی پر قربانی واجب ہے۔اس لئے کہ اس صورت میں ان کا ہر ایک مالک نصاب ہے اور بڑا بھائی مالک بہ معنی انتظام کار ہے نہ کہ حقیقی مالک۔''

اسی طرح ایک سوال کہ:۔

''جرسی گائے وبیل کی قربانی کرنا کیسا ہے؟ نیز جرسی گائے کا دودھ پینا اور گوشت کھانا جائز ہے یا نہیں؟ زید کہتا ہے کہ جرسی گائے اور بیل کی قربانی کرنا جائز ہے ۔ بکر کہتا ہے کہ وہ خنزیر کی جنس سے ہیں اس لئے نہ ان کی قربانی جائز ہے نہ ہی ان کا گوشت کھانا جائز ہے۔ یہاں تک کہ اس گائے کا دودھ پینا بھی ناجائز وحرام ہے۔آپ سے مودبانہ التماس ہے کہ اگر جائز ہے تو اور ناجائز ہے تو دونوں صورت میں تفصیلی جواب سے نوازیں تاکہ عوام کو شرعی حکم سے آگاہ کیا جاسکے''

اس پر آپ نے فرمایا کہ ''جرسی گائے اور بیل جب کہ گائے کے پیٹ سے پیدا ہوتے ہیں تو ان کی قربانی کرنا، ان کا گوشت کھانا جائز ہے اور جرسی گائے کا دودھ پینا بھی جائز ہے۔اس لئے کہ جانوروں میں ماں کا اعتبار ہے اور جرسی گائے کا دودھ پینا بھی جائز ہے۔اس لئے کہ جانوروں میں ماں کا اعتبار ہے ۔لہٰذا بکر کا قول صحیح نہیں ہے۔ فتاویٰ عالم گیری جلد پنجم مصری صفحہ ۲۶۲ میں ہے۔ ان کان مؤلدًامن الوحشی والا نسی فالعبرۃ للکلام فان کانت اھلیۃ تجوز والافلاحتے لوکانت البقرۃ وحشیۃ والثور اھلیا لم تجن.ھذا ماعندی وھوتعالیٰ اعلم.

ایک سوال ہے کہ ....''ایک شخص صاحب نصاب ہے مگر ایام قربانی گذر گئے اور وہ قربانی نہیں کرسکا تو اس کے لئے شریعت کا کیا حکم ہے؟''

اس کا جواب مولانا امجدی یوں مرحمت فرماتے ہیں۔

شخص مذکور اگر قربانی کا جانور خرید چکا تھا تو اسی کو صدقہ کرے۔اور اگر نہیں خریدا تھا تو ایک بکرا کی قیمت صدقہ کرنا اس پر واجب ہے۔ اگر ایسا نہ کرے گا تو گنہگار ہوگا۔ردالمحتار جلد پنجم ص ۲۰۴ میں ہے۔ذکر فی البدائع ان الصحیح ان الشاۃ المشتراۃ للا ضحیۃ اذالم یضح بھاحتٰے مضی الوقت یتصدق الموسر بعینھا حیته کالفقیر بلاخلاف بین اصحابنا. اور اسی کتاب کے اسی صفحہ میں ہے۔ ان لم یشتروھو موسروقد مضت ایامھا تصدق بقیمۃ شاۃ تجزئ للا ضحیۃ اھ وھوسبحانہ وتعالٰی اعلم.

اسی طرح اسی موضوع سے متعلق چند مسائل ملاحظہ ہوں۔

قربانی ہر سال لازم

جس طرح مالک نصاب پر ہر سال اپنی طرف سے زکوٰۃ وفطرہ دینا واجب ہوتا ہے ایسے ہی مالکِ نصاب پر ہر سال اپنی طرف سے قربانی کرنا واجب ہوتا ہے۔تو جس طرح کہ دوسرے کی طرف سے زکوٰۃ وفطرہ ادا کرنے سے بری الذمہ نہ ہوگا۔ ایسے ہی دوسرے کی طرف سے قربانی کرنے پر بھی واجب اس کے ذمہ سے ساقط نہ ہوگا لہٰذا زید کا یہ کہنا غلط ہے کہ مالک نصاب پر ہر سال اپنے نام سے قربانی واجب نہیں۔ اگر وہ مالک نصاب ہوتے ہوئے ہر سال اپنے نام سے قربانی نہ کرے گا تو گنہگار ہوگا۔

قبل از نماز عید قربانی کا مسئلہ

شہر میں نماز عیدالاضحیٰ سے پہلے قربانی کرنا جائز نہیں لیکن دیہات میں دسویں ذی الحجہ کو بعد نماز فجر قبل نماز عیدالاضحیٰ قربانی کرنا جائز ہے بلکہ طلوع صبح صادق ہی سے جائز ہے لیکن مستحب یہ ہے کہ سورج نکلنے کے بعد کرے درمختار میں ہے۔ اول وقتھا بعد الصلوۃ ان ذبح فی مصر وبعد طلوع فجر یوم النحر ان ذبح فی غیرہ اھ ملخصاً اور فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔فا ما اھل السوادو البقریٰ والرباطات عندنا یجوز لھم التضحیۃ بعد طلوع الفجر الثانی من الیوم العاشرمن ذی الحجۃ اھ. اور فتاوی عالم گیری جلد اول مصری ص ۲۲۰ میں ہے۔والوقت المستحب لتضحیۃ فی حق اھل السواد بعد طلوع الشمس وفی حق اھل المصربعد الخطبۃ کذافی الظھیریۃ اھ. ھذا ما عندی و العلم بالحق عند اللہ تعالی ورسولہ جل جلالہ

وصلی المولیٰ تعالیٰ علیہ وسلم.

عید کے روز کرفیو کی صورت میں قربانی کا مسئلہ

جب کہ کرفیو یا کسی دوسرے فتنہ کے سبب شہر میں عید اضحیٰ کی نماز پڑھنا ممکن نہ ہو تو اس صورت میں دسویں ذوالحجہ ہی کو شہر میں بھی طلوع فجر کے بعد ہی سے قربانی کرنا جائز ہے درمختار مع شامی جلد پنجم ص ۲۰۳ میں ہے۔فی البزازیۃ بلدۃ فیھا فتنۃ فلم یصلواوضحوا بعد طلوع الفجرجاز فی المختار. اور شامی میں ہے۔قولہ جاز فی المختار لان البلدۃ صارت فی ھذا الحکم کالسواد اتقانی وفی التستار خانیۃ وعلیہ الفتویٰ.

قربانی کے بکرے کی عمر

قربانی کے بکرا کی عمر سال بھر ہونا ضروری ہے دانت کا نکلنا ضروری نہیں لہٰذا بکرا اگر واقعی سال بھر کا ہے تو اس کی قربانی جائز ہے اگرچہ اس کے دانت نہ نکلے ہوں۔ درمختار شامی جلد پنجم ص ۲۰۴ میں ہے۔صح الثنی فصاعداً اولثنی ھوابن حول من الشاۃ اھم ملخصا.

قربانی کا بکرا بے عیب ہو

بے شک بدھیا ہونا عیب نہیں ہے اس لئے کہ عیب اس بات کو کہتے ہیں جس کے سبب جانور کی قیمت کم ہوجائے اور بدھیا ہونے سے جانور کی قیمت کم نہیں ہوتی ہے۔ بلکہ بڑھ جاتی ہے تو اس کی قربانی جائز ہی نہیں بلکہ افضل ہے اس لئے کہ بدھیا ہونے سے اس کا گوشت اور عمدہ ہوجاتا ہے ہدایہ جلد سوم باب خیارالعیب ص ۴۳ میں ہے کل ما اوجب نقصان الثمن فی عادۃ التجار فھو عیب اور فتاویٰ عالم گیری جلد پنجم مطبوعہ مصر ص ۲۶۴ میں ہے الخصی افضل من الفحل لانہ اطیب لحماً کذافی المحیط اور جوہرہ نیرہ جلد دوم ص ۲۵۴ میں ہے۔یجوز ان یضحی بالخصی لانہ اطیب لحماً من غیرا الخصی قال ابوحنیفۃ مازاد فی لحمہ انفع مماذھب من خصیتہ اہ ملخصا.

تین دن، ایام قربانی

بے شک تین دن قربانی کا جائز ہونا حدیث وفقہ سے ثابت ہے بدائع الصنائع جلد پنجم ص ۶۵ میں ہے۔روی عن سیدنا عمروسیدنا علی وابن عباس وابن سیدنا عمر وانس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنھم انھم قالوا ایام النحرثلاثۃ اولھا افضلھا والظاھرانھم سمعوا ذالک من رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لان اوقات العبادات والقربات لا تعرف الا

بالسمع ۱ھ اور ہدایہ جلد چہارم ص ۴۳۰ میں ہے۔وھی جائزۃ فی ثلاثۃ ایام یوم النحرو یومان بعدہ اھ وھوتعالیٰ اعلم بالصواب.

قربانی کی کھال قبرستان پر خرچ کرنا

فقہائے کرام تصریح فرماتے ہیں کہ قربانی کے چمڑے کو باقی رکھتے ہوئے اسے اپنے کام میں بھی لاسکتا ہے مثلاً مصلی بنائے یا چلنی یا مشکیزہ وغیرہ۔فتاویٰ عالم گیری جلد پنجم مصری ص ۲۶۵ میں ہے۔یتصدق بجلدھا اویعمل منھا نحوغر بال وجراب۔یعنی قربانی کا چمڑا صدقہ کرے اور چلنی اور تھیلی وغیرہ بنائے۔معلوم ہوا کہ قربانی کے چمڑے کا وہ حکم نہیں جو زکاۃ اور صدقۂ فطر کا ہے کہ چرم قربانی کا صدقہ کرنا واجب نہیں اور اگر صدقہ کرے تو اس میں تملیک شرط نہیں ہے اور زکاۃ وغیرہ میں تملیک شرط ہے اسی لئے زکاۃ کو تعمیر مسجد یا حفاظت قبرستان میں صرف کرنا جائز نہیں کما صرح فی کتب الفقہ. اور چرم قربانی کو حفاظت قبرستان میں صرف کرنا جائز ہے اور یہی حکم عقیقہ کی کھال کا بھی ہے۔ البتہ اگر چرم قربانی کو اپنی ذات پر خرچ کرنے کی نیت سے بیچا تو اب اس کا پیسہ حفاظت قبرستان میں خرچ کرنا جائز نہیں کہ اس صورت میں اس کا صدقہ کرنا واجب ہے اور صدقہ واجبہ میں تملیک شرط ہے۔کفایہ میں ہے۔اذتمولھابا لبیع وجب التصدق کذافی الایضاح ۱ھ. وھوتعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والماٰب.

چرم قربانی کا ایک اہم مسئلہ

قربانی کا چمڑا صدقہ کرنا واجب نہیں۔اسی لئے فقہائے کرام تصریح فرماتے ہیں کہ اس کو باقی رکھتے ہوئے اپنے کسی جائز کام میں بھی لاسکتا ہے مثلاً اس کا مصلی بنائے یا چلنی اور مشکیزہ وغیرہ بنائے یا کتابوں کی جلدوں وغیرہ سے لگائے یہ سب جائز ہے۔ فتح القدیر جلد ہشتم ص ۴۳۷ میں ہے۔الا نتفاع بنفس جلد الاضحیۃ غیر محرم ۱ھ یعنی قربانی کے چمڑے کو باقی رکھتے ہوئے اسے کام میں لانا حرام نہیں ہے۔اور درمختار مع شامی جلد خامس ص ۲۰۹ میں ہے۔یتصدق بجلد ھا اویعمل منہ نحو غربال وجراب وقربہ و سفرۃ ودلو ۱ھ. یعنی قربانی کا چمڑا صدقہ کردے یا چلنی، تھیلی، مشکیزہ، دسترخوان اور ڈول وغیرہ بنائے۔اور فتاویٰ عالمگیری جلد پنجم مصری ص ۲۶۵ میں ہے۔یتصدق بجلدھا اویعمل منھا نحوغر بال وجراب ۱ھ.یعنی قربانی کا چمڑا صدقہ کرے یا چلنی اور تھیلی وغیرہ بنائے۔اور فتاویٰ قاضی خان جلد ثالث مع ہندیہ ص ۳۸۷ میں ہے۔لا باس بان یتخذ من جلد الاضحیۃ فروا اوبساطااومتکا یجلس علیہ ۱ھ. یعنی قربانی کے چمڑے کا لباس، بستر یا بیٹھنے کے لئے تکیہ بنانے میں کوئی حرج نہیں۔اور فتاویٰ بزازیہ جلد سوم مع ہندیہ ص ۲۷۹ میں

ہے۔یجوز الا نتفاع بجلدھا بان یتخذفراشااوفروا اوجرابا اوغربا لا اھ۔ یعنی قربانی کے چمڑے کو اپنے کام میں لانا جائز ہے کہ بستر بنائے یا پوستین، تھیلی اور چلنی بنائے۔ بلکہ قربانی کے چمڑے کو ایسی چیزوں سے بھی بدل سکتا ہے۔ کہ جس کو باقی رکھتے ہوئے اپنے کام میں لائے جیسے چلنی، مشکیزہ اور کتاب وغیرہ البتہ کسی ایسی چیز سے نہیں بدل سکتا کہ جس کو ختم کر کے فائدہ حاصل کرے مثلاً چاول، گیہوں اور گوشت وغیرہ جیسا کہ فتاویٰ ہندیہ جلد پنجم مصری ۲۶۵ میں ہے۔لاباس بان یشتری بہ مالا ینتفع بہ الا بعدالا ستھلاک نحواللحم والطعام اھ . اور فتاوی قاضی خاں میں ہے۔لا باس بان ینتفع باھاب الاضحیۃ اویشتری بھا الغربال والمنخل اھ. اور فتاویٰ بزازیہ میں ہے ۔لہ ان یشتری متاع البیت کا لجراب والغربال والخف لا الخل والزیت و اللحم اھ. ان حوالہ جات سے خوب ظاہر ہوگیا کہ قربانی کے چمڑے کا وہ حکم نہیں ہے جو زکاۃ' عشر اور صدقہ فطر کا ہے۔ کہ چرم قربانی کا صدقہ کرنا واجب نہیں اور اگر صدقہ کرے تو اس میں تملیک شرط نہیں۔ اور زکاۃ وغیرہ میں تملیک شرط ہے۔ اسی لئے زکاۃ کا مسجد یا مدرسہ کی تعمیر میں صرف کرنا جائز نہیں۔

غیر مقلدین کا موقف اور اس کا جواب

کیا چوتھے دن کی قربانی پہ سو شہید کا ثواب ملتا ہے؟؟؟

ایک غلط فہمی کا ازالہ

اس وقت ایک گروہ باقاعدہ منصوبہ بندی کے تحت مختلف موضوعات پر تشکیک اور اختلاف پیدا کرنے کی کوشش میں ہمہ وقت مصروف رہتا ہے اور خصوصاً احناف کے بھولے بھالے نوجوانوں کو غیر مقلد بنانے کی تحریک جاری رکھتا ہے قربانی کے موقع پر بھی اس ٹولے کی طرف سے یہ ''شوشہ'' چھوڑا جاتا ہے کہ قربانی، چوتھے روز کرنا زیادہ ثواب ہے سو شہیدوں کا ثواب ملتا ہے، چوتھے روز قربانی کرو۔ اسی میں زیادہ اجر وثواب ہے اور ایسے بہت سارے من گھڑت ''فضائل'' بیان کیے جاتے ہیں صرف بیان نہیں کیے جاتے بلکہ ان کے مختلف پمفلٹ اور فوٹو کاپیاں تقسیم کرکے ''ثواب'' کمایا جاتا ہے اس سلسلہ میں حضرت شیخ المشائخ استاذ العلماء مولانا مفتی محمد اشرف القادری دامت برکاتہم العالیہ سجادہ نشین خانقاہ قادریہ عالیہ اشرفیہ مراڑیاں شریف (گجرات) پاکستان و مہتمم الجامعہ الاشرفیہ گجرات کو ایک استفتاء بھیجا گیا جو مع جواب ملاحظہ ہو۔

الاستفتاء

جناب مفتی اعظم، سرمایہ اہل سنت، شیخ التفسیر والحدیث، مفتی محمد اشرف القادری صاحب قبلہ!

موؤبانہ سلام وآداب ومزاج پرسی کے بعد گزارش ہے کہ کالج کے دو ساتھی، جن کا وہابی فرقے لشکر طیبہ سے تعلق ہے، کہتے ہیں کہ بڑی عید کے چوتھے روز قربانی کرنا حضور ﷺ کی سنت اور آپ کا معمول ہے۔ اور حدیث پاک میں آیا ہے کہ جو شخص میری امت کے بگڑنے کے وقت میری سنت کو مضبوط تھامے اس کے لیے سو شہید کا ثواب ہے۔ لہٰذا عیدالاضحیٰ کے چوتھے روز قربانی کرنے والے کو سو شہید کا ثواب ملتا ہے۔

فرمایا جائے کہ یہ بات کہاں تک صحیح ہے؟ شکریہ!

السائل: عبدالعزیز رضوی ، بازار صرافہ،حیدرآباد

الجواب بغوث العلام المنعام الوھاب

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ!

وہابی، لشکر طیبہ والوں کا کہنا کہ ''بڑی عید کے چوتھے روز قربانی حضور(علیہ الصلوۃ والسلام) کی سنت ومعمول ہے'' پھر یہ کہنا کہ ''چوتھے روز قربانی کرنے والے کو سو شہید کا ثواب ملتا ہے'' یہ دونوں باتیں سیاہ جھوٹ، سنت وشریعت پہ بدترین افتراء اور فرقہ وارانہ اندھے تعصب کی آئینہ دار ہیں۔ مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لیے سنت منورہ وشریعت مطہرہ پہ ایسے جھوٹے بہتان تراشنا پھر ان پہ ڈھٹائی، ان کا وطیرہ بن چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے شر ومکر سے میرے مسلمان بھائیوں کو بچائے! آمین! ان سے کہیے! کہ سچے ہو تو اپنے درج بالا دونوں دعوے ذرا ہمت کر کے کسی صحیح حدیث سے ثابت کر کے دکھاؤ! انشاء اللہ تعالیٰ صبح قیامت تک وہ ثابت نہ کر سکیں گے۔

وہابیوں کے جھوٹ پر مہر تصدیق لگوانے کی غرض سے خود انہی کے شیخ الکل فی الکل علامہ ابوالبرکات احمد شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ گوجرانوالہ کے ایک فتوے سے ایک اقتباس پیش خدمت ہے۔ اسے ملاحظہ فرمایئے! ایسے ہی ایک سوال کے جواب میں موصوف نعرہ حق بلند کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اس آدمی کا (چوتھے روز قربانی کا) عمل نبی (علیہ الصلوۃ والسلام) کے عمل کے خلاف ہے، یہ سنت نہیں ہے۔ لہٰذا مردہ سنت کو زندہ کرنے والی بات ہی غلط ہے۔ کیونکہ نبی ﷺ نے تیسرے اور چوتھے روز کبھی بھی قربانی نہیں کی۔ لہٰذا یہ آپ کی سنت نہیں ہے اور مردہ سنت کو زندہ کرنے والی بات غلط ہے اور جاہلوں والی بات ہے، جس کے پیچھے کوئی دلیل نہیں ہے''...... ملخصاً۔

(''فتاوی برکاتیہ'': وہابی ابو برکات احمد'' باب: ۲۷ آداب'' (ص: ۲۷۸)، طبع جامعہ اسلامیہ گوجرانوالہ)

وہابیوں کے شیخ الکل فی الکل، شیخ الحدیث صاحب کی اس تحریر کو بار بار پڑھیے! اور حدیث وسنت نبوی پہ وہابی اہلحدیثوں کے کذب وافتراء کی داد دیجئے: فَلَا حَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْم۔

حدیث نبوی میں ہے:

''لَا تَكْذِبُوْا عَلَيَّ! فَاِنَّهٗ مَنْ يَّكْذِبْ عَلَيَّ يَلِجِ النَّارَ''

(''الصحیح'': مسلم ''المقدمہ، باب تحریم الکذب علی رسول ﷺ (۱/۷)، طبع المطابع، کراچی)

''مجھ پر جھوٹ مت باندھو! کیونکہ جو مجھ پر جھوٹ باندھے، بے شک وہ جہنم رسید ہوگا''

اس حدیث پاک کی رو سے وہابی یقیناً جہنم کی ٹکٹ حاصل کر چکے ہیں۔ اس پر ہم یہی کہہ سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں توبہ کرکے جہنم سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے! امین!

فَقَطْ، وَاللّٰہُ تَعَالیٰ اَعْلَمُ، وَرَسُوْلُہُ الْاَ کْرَمُ. صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ.

اسی طرح آپ ہی کا ایک اور فتویٰ اس کے ساتھ ماہنامہ اہلسنت گجرات کی مارچ 2000ء کی اشاعت میں شائع ہوا ہے وہ بھی ملاحظہ ہو۔

چوتھے روز قربانی کی حدیث؟

الاستفتاء:

جناب مفتی اہل سنت! مدظلہ! درج ذیل مضمون کو غور سے پڑھ کر اپنے محققانہ جواب سے نواز کر ہماری تشویش دور فرمائیں!

''ثقہ راویوں کے ساتھ جبیر بن مطعم سے روایت ہے کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں: وفی کل ایام التشریق ذبح''

یعنی تمام ایام تشریق میں قربانی درست ہے۔ ایام تشریق تیرہ ذوالحجہ کی شام کو پورے ہوتے ہیں۔ لہٰذا اس حدیث کی رو سے تیرہ ذوالحجہ کی شام تک قربانی کرنا درست ہے۔ اس طرح قربانی کے دن چار بنتے ہیں۔''

یہ مضمون ایک کتاب میں پڑھا ہے، دریافت طلب امر یہ ہے کہ:

کیا یہ حدیث صحیح یعنی کہ معتبر ہے یا کیا ہے؟ اور اس کی بنا پر آیا چوتھے دن قربانی کر سکتے ہیں؟

السائل: راجہ سعید احمد، کوہ مری۔

الجواب بغوث العلام المنعام الوھاب۔

یہ مضمون آپ نے یقیناً کسی اہلحدیث کہلانے والے غیر مقلد وہابی کی کتاب میں پڑھا ہوگا۔ حقیقت یہ ہے کہ چوتھے دن قربانی کے جواز پہ غیر مقلدین نے جو حدیث پیش کی ہے، نہ تو اس کے تمام راوی ثقہ ہیں، نہ ہی یہ حدیث صحیح یا معتبر ہے اور نہ ہی لائق حجت وقابل استدلال ہے۔ کیونکہ اکابر ائمہ محدثین نے اس کے متن واسانید پر شدید جرح کی ہے، اور بالآخر اسے سخت ضعیف ومسترد ٹھہرایا ہے۔ تاہم یہاں غیر مقلدین کا دوہرا معیار بالکل واضح وعیاں ہو رہا ہے۔ کہ بات بات پہ ''صحیح حدیث'' کی رٹ لگانے

اور ہم سے ہر مسئلے پر ''صحیح حدیث'' کا پرزور مطالبہ کرنے والے اپنے مذہب کو ثابت کرنے کی غرض سے خود ایسی واہی و بے کار و مسترد روایت کا سہارا لے رہے ہیں۔ اس دورنگی کے کیا کہنے؟

اس حدیث کے سخت ضعیف و ناقابل استدلال ہونے کی مکمل تفصیل ہمارے ''فتاویٰ'' میں ہے۔ یہاں اختصار کے پیش نظر ہم غیر مقلدین کے ایک اپنے مستند و محقق عالم کا فیصلہ پیش کرر ہے ہیں۔ تاکہ غیر مقلدین کی چشم بصیرت کے لیے'' کحل الجواھر '' کا کام دے سکے، اور عوام المسلمین کے لیے بھی اطمینان کا موجب ہو۔ چنانچہ ملاحظہ فرمایئے گا! غیر مقلدین کے مولانا محمد بشیر محدث سہسوانی بقلم خود رقمطراز ہیں:

ان (قربانی کے لیے چار دن تجویز کرنے والوں) کی دلیل حدیث جبیرَ بن مطعم ہے۔ جس میں یہ زیادت ہے:

وَفِیْ کُلِّ اَیَّامِ تَشْرِیْقٍ ذَبْحٌ (تمام ایام تشریق میں قربانی درست ہے)

جمہور محققین نے تصریح کی ہے کہ یہ زیادت غیر محفوظ ہے۔ اس حدیث کی سند میں اختلاف ہے اگر کسی طریق کو ترجیح دی جائے تو اضطراب رفع ہو جاتا ہے۔ لیکن انقطاع باقی رہتا ہے، کیونکہ کوئی طریق راجح انقطاع سے خالی نہیں ہے اور اگر کسی طریق کو ترجیح نہ دی جائے تو اضطراب ثابت رہتا ہے۔

اگر کوئی شبہ کرے کہ حافظ نے ''تخریج ھدایہ'' میں لکھا ہے۔

''اَخْرَجَہُ الدَّارَ قُطِنِیُّ مِنْ وَّ جُھَیْنَ ا خَرَیْنِ مَوْصُولَیْنِ فِیْھِمَا ضُعْفٌ ، اِنْتَھٰی'' پس دونوں طریق کی وجہ سے اس حدیث کی تقویت ہو جائے گی۔

تو جواب یہ ہے کہ یہ دو طریق کوئی جدید نہیں ہیں، بلکہ طریق موجبہ اضطراب میں ، جو سبب ضعف ہیں، داخل ہیں۔ اور اگر کوئی کہے کہ اس باب میں ابوہریرہ اور ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی روایت ہے۔ یہ دونوں روایتیں حدیث جبیر بن مطعم کی تقویت کے لیے کافی ہیں۔

تو جواب یہ ہے کہ حدیث ابی ہریرہ و ابوسعید موضوع ہیں یا شدید الضعف ، اس لیے تقویت نہیں کرسکتی ہیں۔

اور منقطع و مضطرب جمہور بلکہ کل محدثین کے نزدیک حجت نہیں ہیں۔

("فتاویٰ علماء حدیث:" وہابی عالم ابوالحسنات علی محمد سعیدی "ایام قربانی کی تحقیق از سہوانی" (۱۷۸/۱۳)، طبع مکتبہ سعیدیہ، خانیوال)

اور جب یہ حدیث اکابر ائمہ محدثین، بلکہ خود غیر مقلدین کے محقق علماء کی تحقیق میں حجت ہے اور نہ ہی قابل استدلال تو اس حدیث کی بناء پر قربانی کے لیے چار دن تجویز کرنا، یا چوتھے روز قربانی کرنا کیونکر درست ہوسکتا ہے؟

فَقَطْ وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ ، وَرَسُوْلُهُ الْاَکْرَمُ. وَصَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ.

حج کی قربانی

جن خوش بخت مسلمانوں کو اللہ کریم حج و زیارت کی سعادتِ عظیمہ سے سرفراز فرمائے انہیں حج کے موقع پر قربانی کے حوالے سے چند مسائل کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے برصغیر کے عظیم فقیہہ حضرت مولانا امجد علی اعظمی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے "بہار شریعت" میں ان حجاج کرام کی راہنمائی کے لیے چند مسائل بیان فرمائے ہیں انہیں خوب غور وفکر کے ساتھ پڑھ کر ذہن نشین کرنا چاہیے۔ صاحبِ بہار شریعت رقمطراز ہیں۔

☆ اب رمی سے فارغ ہوکر قربانی میں مشغول ہو یہ قربانی وہ نہیں جو بقرعید میں ہوا کرتی ہے کہ وہ تو مسافر پر اصلاً نہیں اور مقیم مالدار پر واجب ہے اگرچہ حج میں ہو بلکہ یہ حج کا شکرانہ ہے قارن اور متمتع پر واجب اگرچہ فقیر ہو اور مفرد کے لئے مستحب اگرچہ غنی ہو جانور کی عمر و اعضاء میں وہی شرطیں ہیں جو عید کی قربانی میں۔ مسئلہ: محتاج محض جس کی ملک میں نہ قربانی کے لائق کوئی جانور ہو نہ اس کے پاس اتنا نقد یا اسباب کہ اسے بیچ کر لے سکے وہ اگر قران یا تمتع کی نیت کرلے گا تو اس پر قربانی کے بدلے دس روزے واجب ہوں گے تین تو حج کے مہینوں میں یعنی شوال سے نویں ذی الحجہ تک احرام باندھنے کے بعد اس بیچ میں جب چاہے رکھ لے ایک ساتھ خواہ جدا جدا اور بہتر یہ ہے کہ ساتھ آٹھ کو رکھے اور باقی سات تیرھویں ذوالحجہ کے بعد جب چاہے رکھے اور بہتر یہ ہے کہ گھر پہنچ کر ہوں۔

☆ ذبح کرنا آتا ہو تو خود ذبح کرے کہ سنت ہے ورنہ ذبح کے وقت حاضر رہے۔

☆ روبقبلہ جانور کو لٹا کر اور خود بھی قبلہ کو منہ کرکے یہ پڑھو۔

اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَo ج (٦.٧٩)

اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَo لَا شَرِیْکَ لَهٗج وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَo (٦:١٦٢.١٦٣)

اس کے بعد "بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰہُ اَکْبَرُ" کہتے ہوئے نہایت تیز چھری سے بہت جلد ذبح کر دو کہ چاروں رگیں کٹ جائیں زیادہ ہاتھ نہ بڑھاؤ کہ بے سبب کی تکلیف ہے۔

☆ بہتر یہ ہے کہ ذبح کے وقت جانور کے دونوں ہاتھ ایک پاؤں باندھ لو ذبح کر کے کھول دو۔

☆ اونٹ ہو تو اسے کھڑا کر کے سینہ میں گلے کی انتہا پر تکبیر کہہ کہ نیزہ مارو کہ سنت یونہی ہے اسے نحر کہتے ہیں اور اس کا ذبح کرنا مکروہ مگر حلال ذبح سے بھی ہو جائے گا اگر ذبح کرے تو گلے پر ایک ہی جگہ اسے بھی ذبح کرے جاہلوں میں جو مشہور ہے کہ اونٹ تین جگہ ذبح ہوتا ہے غلط و خلاف سنت ہے اور مفت کی اذیت و مکروہ ہے۔

☆ جانور جو ذبح کیا جائے جب تک سرد نہ ہولے اس کی کھال نہ کھینچو نہ اعضاء نہ کاٹو کہ ایذا ہے۔

☆ یہ قربانی کر کے اپنے اور تمام مسلمانوں کے حج و قربانی قبول ہونے کی دعا مانگو۔

مسلک احناف کے مطابق
قربانی کے مسائل

بہار شریعت

''بہار شریعت'' وہ عظیم فقہی انسائیکلو پیڈیا ہے کہ جس کے لیے ہمارے بزرگ علماء کی آراء توجہ طلب ہیں مثلاً چند ایک آراء ملاحظہ ہوں۔

حضرت مولانا مفتی محمد اعجاز الرضوی رحمہ اللہ نے یوم رضا کے موقع پر اظہار خیال کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ ''حنفی فقہ میں بہار شریعت کے سترہ حصص اردو میں تصنیف فرما کر ملت مسلمہ پر وہ احسان فرمایا ہے جس کا جواب نہیں''

مولانا محمود احمد قادری مرحوم نے لکھا کہ ''آپ یگانۂ عصر مفسر، فقیہہ، معقولی، محدث اور صاحب ارشاد بزرگ تھے''

راقم (محمد محبوب الرسول قادری) کے عم گرامی قدر سلسلہ علیہ قادریہ کے عظیم روحانی پیشوا نامور عالم دین اور خطیب حضرت علامہ پیر سائیں حافظ محمد عبدالغفور قادری قدس سرہٗ (۱۹۲۷ء۔ ۱۹۸۷ء) دربار عالیہ سراج منیر قادریہ قطبیہ (خونن شریف) ۹۴ شمالی سرگودھا فرمایا کرتے تھے کہ ''بہار شریعت، ایک ایسی کتاب ہے جو ہر مسلمان، چاہے وہ عالم ہو یا جاہل کے لیے برابری کی بنیاد پر فیض رساں ہے اسے ہر شخص کے زیر مطالعہ رہنا چاہیے۔''

استاذ العلماء امام المناطقہ مولانا ملک عطا محمد بندیالوی رحمہ اللہ (المتوفی ۱۴۱۹ھ) فرماتے تھے کہ ''بہار شریعت'' فرد واحد کا کام ہے لیکن اس مین ساری امت کی اصلاح اور فلاح کا انتظام موجود ہے اس کا مکمل اور مسلسل مطالعہ قاری کو علم آشنا کرتا ہے۔ محقق العصر مولانا مفتی محمد خان قادری کی رائے میں بہار شریعت، حضرت مولانا امجد علی اعظمی کے مشنری جذبے اور فقہی بصیرت کی آئینہ دار ہے۔ اردو زبان میں اس موضوع پر ایسی کوئی کتاب موجود نہیں۔ (مقدمہ، بہار شریعت، مطبوعہ مشتاق بک کارنر لاہور)

راقم (محمد محبوب الرسول قادری) مکتبۂ اعلیٰ حضرت لاہور کی طرف سے سال رواں ۱۴۲۵ھ میں بہار شریعت کی بہترین اشاعت کے حوالے سے چند تاریخیمادے استخراج کیے ہیں۔ ملاحظہ ہوں۔

تاریخی مادے بحساب سنِ اشاعت ہجری ۱۴۲۵ھ

(۱) اجتماعی عقدہ کشا، فقہی انسائیکلوپیڈیا (۱۹۲۵ھ)، (۲) اچھوتا علمِ فقہ کا خزانہ (۱۴۲۵ھ)، (۳) دلربا، بہار شریعت (۱۴۲۵ھ)، (۴) لعلِ بے بہا، ادیبِ اسلام شیخ الفقہ (۱۴۲۵ھ)، (۵) ضابطہ، فقہی انسائیکلو پیڈیا آف اسلام (۱۴۲۵ھ)

تاریخی مادے بحساب سنِ اشاعت عیسوی ۲۰۰۴ء

(۱) ماشاء اللہ فصل بہار، بہار شریعت (۲۰۰۴ء)، (۲) از، با ادب مکتبۂ اعلیٰ حضرت (۲۰۰۴ء)، (۳) بفہمِ حکیم بے بدل، بہارِ دانش، بہار شریعت (۲۰۰۴ء)، (۴) مالا، صدر الصدور مولانا امجد علی اعظمی (۲۰۰۴ء)، (۵) فقہی بصیرت، صاحبِ علم، صاحب عمل، صدر الصدور (۲۰۰۴ء)

یاد رہے راقم کے مفصل مقدمہ کے ساتھ بہارِ شریعت کا ایک ایڈیشن مشتاق بک کارنر اردو بازار لاہور نے بھی شائع کیا ہے۔

اضحیہ یعنی قربانی کے احکام و مسائل

''بہار شریعت'' سے متعلق یہ چند معروضات اور اہم آراء اس لیے پیش کی ہیں کہ معزز قارئین کے ذہن میں اس عظیم علمی کتاب کی اہمیت واضح اور اجاگر ہو جائے اب آپ قربانی کے حوالے سے مختلف شرعی احکام و مسائل سے آگاہی حاصل کریں گے جو اس عظیم فقہی انسائیکلوپیڈیا میں بیان فرمائے گئے ہیں مجھے کامل یقین ہے کہ محترم قارئین نے اگر ان مسائل کو خوب ذہن نشین کر لیا تو اس موضوع پر ان کی گراں قدر معلومات قابل رشک ہونگی۔

مخصوص جانور کو مخصوص دن میں بہ نیت تقرب ذبح کرنا قربانی ہے اور کبھی اس جانور کو بھی اضحیہ اور قربانی کہتے ہیں جو ذبح کیا جاتا ہے۔ قربانی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے جو اس امت کے لیے باقی رکھی گئی اور نبی کریم ﷺ کو قربانی کرنے کا حکم دیا گیا ارشاد فرمایا فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ (۱۰۸:۲) اپنے رب کے لیے نماز پڑھو اور قربانی کرو اس کے متعلق پہلے چند احادیث ذکر کی جاتی ہیں پھر فقہی مسائل بیان ہوں گے۔ حدیث ۱: ابوداؤد و ترمذی و ابن ماجہ ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ یوم النحر (دسویں ذی الحجہ) میں ابن آدم کا کوئی عمل خدا کے نزدیک خون بہانے (قربانی کرنے) سے زیادہ پیارا نہیں اور وہ جانور قیامت کے دن اپنے سینگ اور بال اور کھروں کے ساتھ آئے گا اور قربانی کا خون زمین پر گرنے سے قبل خدا

کے نزدیک مقام قبول میں پہنچ جاتا ہے لہٰذا اس کو خوش دلی سے کرو۔ حدیث ۲: طبرانی حضرت امام حسن بن علی رحمتہ اللہ علیہ سے راوی کہ حضور نے فرمایا جس نے خوش دلی سے طالب ثواب ہو کر قربانی کی وہ آتش جہنم سے حجاب (روک) ہو جائے گی۔ حدیث ۳: طبرانی ابن عباس رحمتہ اللہ علیہ سے راوی کہ حضور نے ارشاد فرمایا۔ جو روپیہ عید کے دن قربانی میں خرچ کیا گیا اس سے زیادہ کوئی روپیہ پیارا نہیں۔ حدیث ۴: ابن ماجہ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا۔ جس میں وسعت ہو اور قربانی نہ کرے وہ ہماری عید گاہ کے قریب نہ آئے۔ حدیث ۵: ابن ماجہ نے زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ صحابہ نے عرض کی یارسول اللہ! یہ قربانیاں کیا ہیں۔ فرمایا کہ تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہمارے لیے اس میں کیا ثواب ہے فرمایا ہر بال کے مقابل نیکی ہے عرض کی ان کا کیا حکم ہے فرمایا ان کے ہر بال کے بدلے میں نیکی ہے۔

حدیث ۶: صحیح بخاری میں براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی نبی کریم ﷺ نے فرمایا سب سے پہلے جو کام آج ہم کریں گے وہ یہ ہے کہ نماز پڑھیں پھر اس کے بعد قربانی کریں گے۔ جس نے ایسا کیا اس نے ہماری سنت (طریقہ) کو پالیا اور جس نے پہلے ذبح کیا وہ گوشت ہے جو اس نے پہلے سے اپنے گھر والوں کے لیے تیار کر لیا۔ قربانی سے اسے کچھ تعلق نہیں۔ ابو بردہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہوئے اور یہ پہلے ہی ذبح کر چکے تھے (اس خیال سے کہ پڑوس کے لوگ غریب تھے انہوں نے چاہا کہ ان کو گوشت مل جائے) اور عرض کی یارسول اللہ! میرے پاس بکری کا چھ ماہہ ایک بچہ ہے فرمایا تم اسے ذبح کر لو اور تمہارے سوا کسی کے لیے چھ ماہہ بچہ کفایت نہیں کرے گا۔ حدیث ۷: امام احمد وغیرہ براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ آج کے دن جو کام ہم کو پہلے کرنا ہے وہ نماز ہے اس کے بعد قربانی کرنا ہے جس نے ایسا کیا وہ ہماری سنت کو پہنچا اور جس نے پہلےذبح کر ڈالا وہ گوشت ہے جو اس نے اپنے گھر والوں کے لیے پہلے ہی سے کر لیا نسک یعنی قربانی سے اس کو کچھ تعلق نہیں۔ حدیث ۸: امام مسلم حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی کہ رسول اللہ ﷺ نے حکم فرمایا کہ سینگ والا مینڈھا لایا جائے جو سیاہی میں چلتا ہو اور سیاہی میں بیٹھتا ہو اور سیاہی میں نظر کرتا ہو یعنی اس کے پاؤں سیاہ ہوں اور پیٹ سیاہ ہو اور آنکھیں سیاہ ہوں وہ قربانی کے لیے حاضر کیا گیا حضور نے فرمایا عائشہ! چھری لاؤ پھر فرمایا اسے پتھر پر تیز کر لو پھر حضور نے چھری لی اور مینڈھے کو لٹایا اور اسے ذبح کیا پھر فرمایا "بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنْ مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ وَمِنْ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ" الٰہی تو اس کو محمد ﷺ کی طرف سے اور ان کی آل اور امت کی طرف سے قبول فرما۔ حدیث ۹: امام احمد و ابوداؤد و ابن ماجہ و دارمی جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے

ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ذبح کے دن دو مینڈھے سینگ والے چت کبرے خصی کئے ہوئے ذبح کئے جب ان کا منہ قبلہ کو کیا یہ پڑھا۔

اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ لَاشَرِیْکَ لَهٗ وَ بِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ اَللّٰهُمَّ لَکَ وَ مِنْکَ بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَکْبَرُ.

اس کو پڑھ کر ذبح فرمایا اور ایک روایت میں ہے کہ حضور نے یہ فرمایا کہ الٰہی یہ میری طرف سے ہے اور میری امت میں اس کی طرف سے ہے جس نے قربانی نہیں کی۔ حدیث ۱۰: امام بخاری و مسلم نے انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے دو مینڈھے چت کبرے سینگ والوں کی قربانی کی انہیں اپنے دست مبارک سے ذبح کیا اور بسم اللہ واللہ اکبر کہا کہتے ہیں میں نے حضور کو دیکھا کہ اپنا پاؤں ان کے پہلوؤں پر رکھا اور بسم اللہ واللہ اکبر کہا۔ حدیث ۱۱: ترمذی میں حنش سے مروی وہ کہتے ہیں میں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا کہ دو مینڈھے کی قربانی کرتے ہیں۔ میں نے کہا یہ کیا انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے وصیت فرمائی کہ میں حضور کی طرف سے قربانی کروں لہٰذا میں حضور کی طرف سے قربانی کرتا ہوں۔ حدیث ۱۲: ابوداؤد و نسائی عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے راوی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے یوم اضحیٰ کا حکم دیا گیا اس دن کو خدا نے اس امت کے لیے عید بنایا۔ ایک شخص نے عرض کی یارسول اللہ! یہ بتایئے اگر میرے پاس ملیحہ (۲) کے سوا کوئی جانور نہ ہو تو کیا اسی کی قربانی کر دوں فرمایا نہیں ہاں تم اپنے بال اور ناخن ترشواؤ اور مونچھیں ترشواؤ اور موئے زیر ناف کو مونڈو اسی میں تمہاری قربانی خدا کے نزدیک پوری ہو جائے گی یعنی جس کو قربانی کی توفیق نہ ہو اسے ان چیزوں کے کرنے سے قربانی کا ثواب حاصل ہو جائے گا۔

حدیث ۱۳: مسلم و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی کہ حضور نے فرمایا جس نے ذی الحجہ کا چاند دیکھ لیا اور اس کا ارادہ قربانی کرنے کا ہے تو جب تک قربانی نہ کرے بال اور ناخنوں سے نہ لے یعنی نہ ترشوائے۔ حدیث ۱۴: طبرانی عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ حضور نے فرمایا قربانی میں گائے سات کی طرف اور اونٹ سات کی طرف سے ہے۔

حدیث ۱۵: ابوداؤد و نسائی و ابن ماجہ مجاشع بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ حضور نے فرمایا بھیڑ کا جذع (چھ مہینے کا بچہ) سال بھر والی بکری کے قائم مقام ہے۔

حدیث ۱۶: امام احمد نے روایت کی کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ افضل قربانی وہ ہے جو باعتبار قیمت اعلیٰ ہو اور خوب فربہ ہو۔ حدیث ۱۷: طبرانی ابن عباس رحمتہ اللہ علیہ سے راوی کہ حضور

نے رات میں قربانی کرنے سے منع فرمایا۔ حدیث ۱۸: امام احمد وغیرہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا چار قسم کے جانور قربانی کے لیے درست نہیں۔ (۱) کانا جس کا کانا پن ظاہر ہے اور بیمار جس کی بیماری ظاہر ہو اور (۳) لنگڑا جس کا لنگ ظاہر ہے اور ایسا (۴) لاغر جس کی ہڈیوں میں مغز نہ ہو۔ اسی کی مثل امام مالک و احمد و ترمذی و ابوداؤد و نسائی و ابن ماجہ و دارمی براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی۔ حدیث ۱۹: امام احمد و ابن ماجہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے کان کٹے ہوئے اور سینگ ٹوٹے ہوئے کی قربانی سے منع فرمایا۔ حدیث ۲۰: ترمذی و ابوداؤد و نسائی و دارمی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہم جانوروں کے کان اور آنکھیں غور سے دیکھ لیں اور اس کی قربانی نہ کریں جس کے کان کا اگلا حصہ کٹا ہو اور نہ اس کی جس کے کان کا پچھلا حصہ کٹا ہو نہ اس کی جس کا کان پھٹا ہو یا کان میں سوراخ ہو۔ حدیث ۲۱: امام بخاری ابن عمر رحمتہ اللہ علیہم رحمتہ اللہ علیہ سے راوی کہ رسول اللہ ﷺ عید گاہ میں نحر و ذبح فرماتے تھے۔ مسائل فقہیہ: قربانی کئی قسم کی ہے۔ (۱) غنی اور فقیر دونوں پر واجب ہے۔ (۲) فقیر پر واجب ہو غنی پر واجب نہ ہو۔ (۳) غنی پر واجب ہو فقیر پر واجب نہ ہو۔ دونوں پر واجب ہو اس کی صورت یہ ہو کہ قربانی کی منت مانی یہ کہا کہ اللہ کے لیے مجھ پر بکری یا گائے کی قربانی کرنا ہے یا اس بکری یا اس گائے کو قربانی کرنا ہے۔ فقیر پر واجب ہو غنی پر نہ ہو اس کی صورت یہ ہے کہ فقیر نے قربانی کے لیے جانور خریدا اس پر اس جانور کی قربانی واجب ہے اور غنی اگر خریدتا تو اس خریدنے سے قربانی اس پر واجب نہ ہوتی۔ غنی پر واجب ہو فقیر پر واجب نہ ہو اس کی صورت یہ ہے کہ قربانی کا وجوب نہ خریدنے سے ہو نہ منت ماننے سے بلکہ خدا نے جو اسے زندہ رکھا ہے اس کے شکریہ میں۔ اور حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی سنت کی احیا میں جو قربانی واجب ہے وہ صرف غنی پر ہے۔ (عالمگیری) مسئلہ: مسافر پر قربانی واجب نہیں اگر مسافر نے قربانی کی یہ تطوع (نفل) ہے اور فقیر نے اگر نہ منت مانی ہو نہ قربانی کی نیت سے جانور خریدا ہو اس کا قربانی کرنا بھی تطوع ہے۔ (عالمگیری) مسئلہ: بکری کا مالک تھا اور اس کی قربانی کی نیت کر لی یا خریدنے کے وقت قربانی کی نیت نہ تھی بعد میں نیت کر لی تو اس نیت سے قربانی واجب نہیں ہو گی۔ (عالمگیری) مسئلہ: قربانی واجب ہونے کی شرائط یہ ہیں۔ (۱) اسلام یعنی غیر مسلم پر قربانی واجب نہیں۔ (۲) اقامت یعنی مقیم ہونا مسافر پر واجب نہیں۔ (۳) تونگری یعنی مالک نصاب ہونا یہاں مالداری سے مراد وہی ہے جس سے صدقہ فطر واجب ہوتا ہے وہ مراد نہیں جس سے زکوٰۃ واجب ہوتی ہے۔ (۴) حریت یعنی آزاد ہونا جو آزاد نہ ہو اس پر قربانی واجب نہیں کہ غلام کے پاس مال ہی نہیں لہٰذا عبادت مالیہ اس پر واجب نہیں۔ مرد ہونا اس کے لیے شرط نہیں عورتوں پر واجب ہوتی ہے جس طرح مردوں پر

واجب ہوتی ہے اس کے لیے بلوغ شرط ہے یا نہیں اس میں اختلاف ہے اور نابالغ پر واجب ہے تو آیا خود اس کے مال سے قربانی کی جائے گی یا اس کا باپ اپنے مال سے قربانی کرے گا ظاہر الروایہ یہ ہے کہ نہ خود نابالغ پر واجب ہے اور نہ اس کی طرف سے اس کے باپ پر واجب ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ (درمختار وغیرہ) مسئلہ: مسافر پر اگرچہ واجب نہیں مگر نفل کے طور پر کرے تو کر سکتا ہے ثواب پائے گا حج کرنے والے جو مسافر ہوں ان پر قربانی واجب نہیں۔ اور مقیم ہوں تو واجب ہے جیسے کہ مکہ کے رہنے والے حج کریں تو چونکہ یہ مسافر نہیں ان پر واجب ہو گی۔ (درمختار ردالمحتار)
مسئلہ: شرائط کا پورے وقت میں پایا جانا ضروری نہیں بلکہ قربانی کے لیے جو وقت مقرر ہے اس کے کسی حصہ میں شرائط کا پایا جانا وجوب کے لیے کافی ہے مثلاً ایک شخص ابتدائے وقت قربانی میں کافر تھا۔ پھر مسلمان ہو گیا اور ابھی قربانی کا وقت باقی ہے اس پر قربانی واجب ہے جبکہ دوسرے شرائط بھی پائے جائیں اسی طرح اگر غلام تھا اور آزاد ہو گیا اس کے لیے بھی یہی حکم ہے۔ یونہی اوّل وقت میں مسافر تھا اور اثنائے وقت میں مقیم ہو گیا اس پر بھی قربانی واجب ہو گئی یا فقیر تھا اور وقت کے اندر مالدار ہو گیا اس پر بھی قربانی واجب ہے۔ (عالمگیری) مسئلہ: قربانی واجب ہونے کا سبب وقت ہے جب وہ وقت آیا اور شرائط وجوب پائے گئے قربانی واجب ہو گئی اور اس کا رکن ان مخصوص جانوروں میں کسی کو قربانی کی نیت سے ذبح کرنا ہے۔ قربانی کی نیت سے دوسرے جانور مثلاً مرغ کو ذبح کرنا ناجائز ہے۔ (درمختار) مسئلہ: جو شخص دو سو درہم یا بیس دینار کا مالک ہو یا حاجت کے سوا کسی ایسی چیز کا مالک ہو جس کی قیمت دو سو درہم ہو وہ غنی ہے اس پر قربانی واجب ہے۔ حاجت سے مراد رہنے کا مکان اور خانہ داری کے سامان جن کی حاجت ہو اور سواری کا جانور اور خادم اور پہننے کے کپڑے ان کے سوا جو چیزیں ہوں وہ حاجت سے زائد ہیں۔ (عالمگیری وغیرہ) مسئلہ: اس شخص پر دین ہے اور اس کے اموال سے دین کی مقدار مجرا کی جائے تو نصاب نہیں باقی رہتی اس پر قربانی واجب نہیں اور اگر اس کا مال یہاں موجود نہیں ہے اور ایام قربانی گزرنے کے بعد وہ مال اسے وصول ہو گا تو قربانی واجب نہیں۔ (عالمگیری) مسئلہ: ایک شخص کے پاس دو سو درہم تھے سال پورا ہوا اور ان میں سے پانچ درہم زکاۃ میں دیئے ایک سو پچانوے باقی رہے۔ اب قربانی کا دن آیا تو قربانی واجب ہے اور اگر اپنی ضروریات میں پانچ درہم خرچ کرتا تو قربانی واجب نہ ہوتی۔ (عالمگیری) مسئلہ: مالک نصاب نے قربانی کے لیے بکری خریدی تھی وہ گم ہو گئی اور اس شخص کا مال نصاب سے کم ہو گیا اب قربانی کا دن آیا تو اس پر یہ ضرور نہیں کہ دوسرا جانور خرید کر قربانی کرے اور اگر وہ بکری قربانی ہی کے دنوں میں مل گئی اور یہ شخص اب بھی مالک نصاب نہیں ہے تو اس پر اس بکری کی قربانی واجب نہیں۔ (عالمگیری)
مسئلہ: عورت کا مہر شوہر کے ذمہ باقی ہے اور شوہر مالدار ہے تو اس مہر کی وجہ سے عورت کو مالک

نصاب نہیں مانا جائے گا اگرچہ مہر معجّل ہو اور اگر عورت کے پاس اس کے سوا بقدر نصاب مال نہیں ہے تو عورت پر قربانی واجب نہیں ہو گی۔(عالمگیری) مسئلہ: کسی کے پاس دو سو درہم کی قیمت کا مصحف شریف (قرآن مجید) ہے اگر وہ اسے دیکھ کر اچھی طرح تلاوت کر سکتا ہے تو اس پر قربانی واجب نہیں چاہے اس میں تلاوت کرتا ہو یا نہ کرتا ہو اور اگر اچھی طرح اسے دیکھ کر تلاوت نہ کر سکتا ہو تو واجب ہے کتابوں کا بھی یہی حکم ہے کہ اس کے کام کی ہیں تو قربانی واجب نہیں ورنہ ہے۔(عالمگیری) مسئلہ: ایک مکان جاڑے کے لیے اور ایک گرمی کے لیے یہ حاجت میں داخل ہے ان کے علاوہ اس کے پاس تیسرا مکان ہو جو حاجت سے زائد ہے اگر یہ دو سو درہم کا ہے تو قربانی واجب ہے اسی طرح گرمی جاڑے کے بچھونے حاجت میں داخل ہیں اور تیسرا بچھونا جو حاجت سے زائد ہے اس کا اعتبار ہو گا۔ غازی کے لیے دو گھوڑے حاجت میں ہیں تیسرا حاجت سے زائد ہے۔ اسلحہ غازی کی حاجت میں داخل ہیں ہاں اگر ہر قسم کے دو ہتھیار ہوں تو دوسرے کو حاجت سے زائد قرار دیا جائے گا۔ گاؤں کے زمیندار کے ایک گھوڑا حاجت میں داخل ہے اور دو ہوں تو دوسرے کو زائد مانا جائے گا۔ گھر میں پہننے کے کپڑے اور کام کاج کے وقت پہننے کے کپڑے اور جمعہ وعید اور دوسرے موقعوں پر پہن کر جانے کے کپڑے یہ سب حاجت میں داخل ہیں اور ان تین کے سوا چوتھا جوڑا اگر دو سو درہم کا ہے تو قربانی واجب ہے۔(عالمگیری ردالمختار) مسئلہ: بالغ لڑکوں یا بی بی کی طرف سے قربانی کرنا چاہتا ہے تو ان سے اجازت حاصل کرے بغیر ان کے کہے اگر کر دی تو ان کی طرف سے واجب ادا نہ ہوا اور نابالغ کی طرف سے اگرچہ واجب نہیں ہے مگر کر دینا بہتر ہے۔(عالمگیری) مسئلہ: قربانی کا حکم یہ ہے کہ اس کے ذمہ جو قربانی واجب ہے کر لینے سے بری الزمہ ہو گیا اور اچھی نیت سے کی ہے ریا وغیرہ کی مداخلت نہیں تو اللہ کے فضل سے امید ہے کہ آخرت میں اس کا ثواب ملے۔(درمختار وغیرہ) مسئلہ: یہ ضرور نہیں کہ دسویں ہی کو قربانی کر ڈالے اس کے لیے گنجائش ہے کہ پورے وقت میں جب چاہے کرے لہٰذا اگر ابتدائے وقت میں اس کا اہل نہ تھا وجوب کے شرائط نہیں پائے جاتے تھے اور آخر وقت میں اہل ہو گیا یعنی وجوب کے شرائط پائے گئے تو اس پر واجب ہو گئی اور اگر ابتدائے وقت میں واجب تھی اور ابھی کی نہیں اور آخرت وقت میں شرائط جاتے رہے تو واجب نہ رہی۔(عالمگیری) مسئلہ: ایک شخص فقیر تھا مگر اسنے قربانی کر ڈالی اس کے بعد ابھی وقت قربانی کا باقی تھا کہ غنی ہو گیا تو اس کو پھر قربانی کرنی چاہیے کہ پہلے جو کی تھی وہ واجب نہ تھی اور اب واجب ہے بعض علماء نے فرمایا کہ وہ پہلی قربانی کافی ہے اور اگر باوجود مالک نصاب ہونے کے اس نے قربانی نہ کی اور وقت ختم ہونے کے بعد فقیر ہو گیا تو اس پر بکری کی قیمت کا صدقہ کرنا واجب ہے یعنی وقت گزرنے کے بعد قربانی ساقط نہیں ہو گی۔ اور اگر مالک نصاب بغیر قربانی کیے ہوئے انہی دنوں میں مر گیا تو اس کی

قربانی ساقط ہوگئی۔(عالمگیری درمختار)مسئلہ: قربانی کے وقت میں قربانی کرنا ہی لازم ہے کوئی دوسری چیز اس کے قائم مقام نہیں ہوسکتی مثلاً بجائے قربانی اس نے بکری یا اس کی قیمت صدقہ کر دی یہ ناکافی ہے اس میں نیابت ہوسکتی ہے یعنی خود کرنا ضرور نہیں بلکہ دوسرے کو اجازت دیدی اس نے کر دی یہ ہوسکتا ہے۔(عالمگیری) مسئلہ: جب قربانی کے شرائط مذکورہ پائے جائیں تو بکری کا ذبح کرنا یا اونٹ یا گائے کا ساتواں حصہ واجب ہے ساتویں حصہ سے کم نہیں ہوسکتا بلکہ اونٹ یا گائے کے شرکاء میں اگر کسی شریک کا ساتویں حصہ سے کم ہے تو کسی کی قربانی نہیں ہوئی یعنی جس کا ساتواں حصہ یا اس سے زیادہ ہے اس کی بھی قربانی نہیں ہوئی گائے یا اونٹ میں ساتویں حصہ سے زیادہ کی قربانی ہوسکتی ہے مثلاً گائے کو چھ یا پانچ یا چار شخصوں کی طرف سے قربانی کریں ہوسکتا ہے اور یہ ضرور نہیں کہ سب شرکاء کے حصے برابر ہوں بلکہ کم و بیش بھی ہو سکتے ہیں ہاں یہ ضرور ہے کہ جس کا حصہ کم ہے تو ساتویں حصہ سے کم نہ ہو۔ (درمختار ردالمختار) مسئلہ: سات شخصوں نے پانچ گایوں کی قربانی کی یہ جائز ہے کہ ہر گائے میں ہر شخص کا ساتواں حصہ ہوا اور آٹھ شخصوں نے پانچ یا چھ گایوں میں یہ حصہ مساوی شرکت کی یہ ناجائز ہے کہ ہر گائے میں ہر ایک کا ساتویں حصہ سے کم ہے سات بکریوں کی سات شخصوں نے شریک ہوکر قربانی کی۔ یعنی ہر ایک کا ہر بکری میں ساتواں حصہ ہے استحساناً قربانی ہو جائے گی یعنی ہر ایک کی ایک ایک بکری پوری قرار دی جائے گی۔ یونہی دو شخصوں نے دو بکریوں میں شرکت کر کے قربانی کی تو بطور استحسان ہر ایک کی قربانی ہو جائے گی۔(ردالمختار) مسئلہ: شرکت میں گائے کی قربانی ہوئی تو ضرور ہے کہ گوشت وزن کر کے تقسیم کیا جائے اندازہ سے تقسیم نہ ہو کیونکہ ہوسکتا ہے کہ کسی کو زائد یا کم ملے اور یہ ناجائز ہے۔ یہاں یہ خیال نہ کیا جائے کہ کم و بیش ہو گا تو ہر ایک اس کو دوسرے کے لیے جائز کر دے گا کہہ دے گا کہ اگر کسی کو زائد پہنچ گیا ہے تو معاف کیا کہ یہاں عدم جواز حق شرع ہے اور ان کو اس کے معاف کرنے کا حق نہیں۔(درمختار ردالمختار) مسئلہ: قربانی کا وقت دسویں ذی الحجہ کے طلوع صبح صادق سے بارہویں کے غروب آفتاب تک ہے یعنی تین دن دو راتیں اور ان دنوں کو ایام نحر کہتے ہیں اور گیارہ سے تیرہ تک تین دنوں کو ایام تشریق کہتے ہیں لہٰذا بیچ کے دو دن ایام نحر و ایام تشریق دونوں ہیں اور پہلا دن یعنی دسویں ذی الحجہ صرف یوم النحر ہے اور پچھلا دن یعنی تیرھویں ذی الحجہ صرف یوم التشریق ہے۔(درمختار وغیرہ) مسئلہ: دسویں کے بعد کی دونوں راتیں ایام نحر میں داخل ہیں ان میں بھی قربانی ہوسکتی ہے مگر رات میں ذبح کرنا مکروہ ہے۔(عالمگیری) مسئلہ: پہلا دن یعنی دسویں تاریخ سب میں افضل ہے پھر گیارہویں اور پچھلا دن یعنی بارہویں سب میں کم درجہ ہے اور اگر تاریخوں میں شک ہو یعنی تیس کا چاند مانا گیا ہے اور انتیس ہونے کا بھی شبہ ہے مثلاً گمان تھا کہ انتیس کا چاند ہو گا مگر ابر وغیرہ کی وجہ سے نہ دکھایا یا شہادتیں گذریں مگر کسی وجہ سے قبول

نہ ہوئیں ایسی حالت میں دسویں کے متعلق یہ شبہ ہے کہ شاید آج گیارہویں ہو تو بہتر یہ ہے کہ قربانی کو بارہویں تک مؤخر نہ کرے یعنی بارہویں سے پہلے کر ڈالے کیونکہ بارہویں کے متعلق تیرہویں تاریخ ہونے کا شبہ ہوگا تو یہ شبہ ہوگا کہ وقت سے بعد میں ہوئی اور اس صورت میں اگر بارہویں کو قربانی کی جس کے متعلق تیرہویں ہونے کا شبہ ہے تو بہتر یہ ہے کہ سارا گوشت صدقہ کر ڈالے۔ بلکہ ذبح کی ہوئی بکری اور زندہ بکری میں قیمت کا تفاوت ہو کہ زندہ کی قیمت کچھ زائد ہو تو اس زیادتی کو بھی صدقہ کر دے۔ (عالمگیری)

مسئلہ: ایام نحر میں قربانی کرنا اتنی قیمت کے صدقہ کرنے سے افضل ہے کیونکہ قربانی واجب ہے یا سنت اور صدقہ کرنا تطوع محض ہے لہٰذا قربانی افضل ہوئی۔ (عالمگیری) اور وجوب کی صورت میں بغیر قربانی کیے عہدہ برآ نہیں ہو سکتا۔ مسئلہ: شہر میں قربانی کی جائے تو شرط یہ ہے کہ نماز ہو چکے لہٰذا نماز عید سے پہلے شہر میں قربانی نہیں ہو سکتی اور دیہات میں چونکہ نماز عید نہیں ہے یہاں طلوع فجر کے بعد سے ہی قربانی ہو سکتی ہے اور دیہات میں بہتر یہ ہے کہ بعد طلوع آفتاب قربانی کی جائے اور شہر میں بہتر یہ ہے کہ عید کا خطبہ ہو چکنے کے بعد قربانی کی جائے۔ (عالمگیری) یعنی نماز ہو چکی ہے اور ابھی خطبہ نہیں ہوا ہے اس صورتمیں قربانی ہو جائے گی مگر ایسا کرنا مکروہ ہے۔ مسئلہ: یہ جو شہر اور دیہات کا فرق بتایا گیا ہے یہ مقام قربانی کے لحاظ سے ہے قربانی کرنے والے کے اعتبار سے نہیں یعنی دیہات میں قربانی ہو تو وہ وقت ہے اگرچہ قربانی کرنے والا شہر میں ہو اور شہر میں ہو تو نماز کے بعد ہو اگرچہ جس کی طرف سے قربانی ہو وہ دیہات میں ہو لہٰذا شہری آدمی اگر یہ چاہتا ہے کہ صبح ہی نماز سے پہلے قربانی ہو جائے تو جانور دیہات میں بھیج دے۔ (درمختار) مسئلہ: اگر شہر میں متعدد جگہ عید کی نماز ہوتی ہو تو پہلی جگہ نماز ہو چکنے کے بعد قربانی جائز ہے یعنی یہ ضرور نہیں کہ عیدگاہ میں نماز ہو جائے جب ہی قربانی کی جائے بلکہ کسی مسجد میں ہو گئی اور عید گاہ میں نہ ہوئی جب بھی ہو سکتی ہے۔ (درمختار ردالمختار)

مسئلہ: دسویں کو اگر عید کی نماز نہیں ہوئی تو قربانی کے لیے یہ ضرور ہے کہ وقت نماز جاتا رہے یعنی زوال کا وقت آ جائے اب قربانی ہو سکتی ہے اور دوسرے یا تیسرے دن نماز عید سے قبل ہو سکتی ہے۔ (درمختار) مسئلہ: منٰی میں چونکہ عید کی نماز میں ہوتی لہٰذا وہاں جو قربانی کرنا چاہے طلوع فجر کے بعد سے کر سکتا ہے اس کے لیے وہی حکم ہے جو دیہات کا ہے۔ کسی شہر میں اگر فتنہ کی وجہ سے نماز عید نہ ہو تو وہاں دسویں کی طلوع فجر کے بعد قربانی ہو سکتی ہے۔ (درمختار ردالمختار) مسئلہ: امام ابھی نماز میں ہی ہے اور کسی نے جانور ذبح کر لیا اگرچہ امام قعدہ میں ہو اور بہ قدر تشہد بیٹھ چکا ہو مگر ابھی سلام نہ پھیرا ہو تو قربانی نہیں ہوئی اور اگر امام نے ایک طرف سلام پھیر لیا ہے دوسری طرف باقی تھا کہ

اس نے ذبح کر دیا قربانی ہو گئی اور بہتر یہ ہے کہ خطبہ سے جب امام فارغ ہو جائے اس وقت قربانی کی جائے۔(عالمگیری) مسئلہ: امام نے نماز پڑھ لی اس کے بعد قربانی ہوئی پھر معلوم ہوا کہ امام نے بغیر وضو نماز پڑھا دی تو نماز کا اعادہ کیا جائے قربانی کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔ (درمختار) مسئلہ: یہ گمان تھا کہ آج عرفہ کا دن ہے اور کسی نے زوال آفتاب کے بعد قربانی کر لی پھر معلوم ہوا کہ عرفہ کا دن نہ تھا بلکہ دسویں تاریخ تھی تو قربانی جائز ہوگئی۔ یونہی اگر دسویں کو نماز عید سے پہلے قربانی کر لی پھر معلوم ہوا کہ وہ دسویں نہ تھی بلکہ گیارہویں تھی تو اس کی بھی قربانی جائز ہو گئی۔ (عالمگیری) مسئلہ: نویں کے متعلق کچھ لوگوں نے گواہی دی کہ دسویں ہے اس بناء پر اسی روز نماز پڑھ کر قربانی کی پھر معلوم ہوا کہ گواہی غلط تھی وہ نویں تاریخ تھی تو نماز بھی ہو گئی اور قربانی بھی۔ (درمختار) مسئلہ: ایام نحر گزر گئے اور جس پر قربانی واجب تھی اس نے نہیں کی ہے تو قربانی فوت ہو گئی۔ اب نہیں ہو سکتی پھر اگر اس نے قربانی کا جانور معین کر رکھا ہے مثلاً معین جانور کے قربانی کی منت مان لی ہے وہ شخص غنی ہو یا فقیر بہر صورت اسی معین جانور کو زندہ صدقہ کرے اور اگر ذبح کر ڈالا تو سارا گوشت صدقہ کرے اس میں سے کچھ نہ کھائے اور اگر کچھ کھا لیا ہے تو جتنا کھایا ہے اس کی قیمت صدقہ کرے اور اگر ذبح کیے ہوئے جانور کی قیمت زندہ جانور سے کچھ کم ہے تو جتنی کمی ہے اسے بھی صدقہ کرے اور فقیر نے قربانی کی نیت سے جانور خریدا ہے اور قربانی کے دن نکل گئے چونکہ اس پر بھی اسی معین جانور کی قربانی واجب ہے لہٰذا اس جانور کو زندہ صدقہ کر دے اور اگر ذبح کر ڈالا تو وہی حکم ہے جو منت میں مذکور ہوا یہ حکم اسی صورت میں ہے کہ قربانی ہی کے لیے خریدا ہوا اور اگر اس کے پاس پہلے سے کوئی جانور تھا اور اسنے اس کے قربانی کرنے کی نیت کر لی یا خریدنے کے بعد قربانی کی نیت کی تو اس پر قربانی واجب نہ ہوئی اور غنی نے قربانی کے لیے جانور خرید لیا ہے تو وہی جانور صدقہ کر دے اور ذبح کر ڈالا تو وہی حکم ہے جو مذکور ہوا اور نہ خریدا ہو تو بکری کی قیمت صدقہ کرے۔(درمختار ردالمختار عالمگیری) مسئلہ: قربانی کے دن گزر گئے اور اس نے قربانی نہیں کی اور جانور یا اس کی قیمت کو صدقہ بھی نہیں کیا یہاں تک کہ دوسری بقرعید آ گئی اب یہ چاہتا ہے کہ سال گذشتہ کی قربانی کی قضا اس سال کر لے یہ نہیں ہو سکتا بلکہ اب بھی وہی حکم ہے کہ جانور یا اس کی قیمت صدقہ کرے۔(عالمگیری)

مسئلہ: جس جانور کی قربانی واجب تھی ایام نحر گزرنے کے بعد اسے بیچ ڈالا تو ثمن کا صدقہ کرنا واجب ہے۔(عالمگیری)

مسئلہ: کسی شخص نے یہ وصیت کی کہ اس کی طرف سے قربانی کر دی جائے اور نہیں بتایا کہ گائے یا بکری کس جانور کی قربانی کی جائے اور نہ قیمت بیان کی کہ اتنے کا جانور خرید کر قربانی کی جائے یہ وصیت جائز ہے اور بکری قربان کر دینے سے وصیت پوری ہو گئی اور اگر کسی کو وکیل کیا کہ

میری طرف سے قربانی کر دینا اور گائے یا بکری کا تعین نہ کیا اور قیمت بھی بیان نہیں کی تو یہ توکیل صحیح نہیں۔(عالمگیری) مسئلہ: قربانی کی منت مانی اور یہ معین نہیں کیا کہ گائے کی قربانی کرے گا یا بکری کی تو منت صحیح ہے بکری کی قربانی کر دینا کافی ہے اور اگر بکری کی قربانی کی منت مانی تو اونٹ یا گائے قربانی کر دینے سے بھی منت پوری ہو جائے گی منت کی قربانی میں سے کچھ نہ کھائے بلکہ سارا گوشت وغیرہ صدقہ کر دے اور کچھ کھا لیا تو جتنا کھایا اس کی قیمت صدقہ کرے۔(عالمگیری)

قربانی کے جانور کا بیان

مسئلہ: قربانی کے جانور تین قسم کے ہیں (۱) اونٹ (۲) گائے (۳) بکری ہر قسم میں اس کی جتنی نوعیں ہیں سب داخل ہیں۔ نر اور مادہ خصی اور غیر خصی سب کا ایک حکم ہے یعنی سب کی قربانی ہو سکتی ہے۔ بھینس گائے میں شمار ہے اس کی بھی قربانی ہو سکتی ہے بھیڑ اور دنبہ بکری میں داخل ہیں ان کی بھی قربانی ہو سکتی ہے۔(عالمگیری وغیرہ) مسئلہ: وحشی جانور جیسے نیل گائے اور ہرن ان کی قربانی نہیں ہو سکتی۔ وحشی اور گھریلو جانور سے مل کر بچہ پیدا ہوا مثلاً ہرن اور بکری سے اس میں ماں کا اعتبار ہے یعنی اس بچہ کی ماں بکری ہے تو جائز ہے اور بکرے اور ہرنی سے پیدا ہے تو ناجائز ہے۔(عالمگیری) مسئلہ: قربانی کے جانور کی عمر یہ ہونی چاہیے۔ اونٹ پانچ سال کا، گائے دو سال کی، بکری ایک سال کی۔ اس سے عمر کم ہو تو قربانی جائز نہیں زیادہ ہو تو جائز بلکہ افضل ہے۔ ہاں دنبہ یا بھیڑ کا چھ ماہہ بچہ اگر اتنا بڑا ہو کہ دور سے دیکھنے میں سال بھر کا معلوم ہوتا ہو تو اس کی قربانی جائز ہے۔(درمختار)

مسئلہ: بکری کی قیمت اور گوشت اگر گائے کے ساتویں حصہ کی برابر ہو تو بکری افضل ہے اور گائے کے ساتویں حصے میں بکری سے زیادہ گوشت ہو تو گائے افضل ہے یعنی جب دونوں کی ایک ہی قیمت ہو اور مقدار بھی ایک ہی ہو تو جس کا گوشت اچھا ہو وہ افضل ہے اور اگر گوشت کی مقدار میں فرق ہو تو جس میں گوشت زیادہ ہو وہ افضل ہے اور مینڈھا بھیڑ سے اور دنبہ دنبی سے افضل ہے جب کہ دونوں کی ایک قیمت ہو اور دونوں میں گوشت برابر ہو۔ بکری بکرے سے افضل ہے مگر خصی بکرا بکری سے افضل ہے اور اونٹنی اونٹ سے اور گائے بیل سے افضل ہے جبکہ گوشت اور قیمت میں برابر ہوں۔(درمختار، ردالمحتار) مسئلہ: قربانی کے جانور کو عیب سے خالی ہونا چاہیے اور تھوڑا سا عیب ہو تو قربانی ہو جائے گی مگر مکروہ ہو گی اور زیادہ عیب ہو تو ہو گی ہی نہیں۔ جس کے پیدائشی سینگ نہ ہوں

اس کی قربانی جائز ہے۔ اور اگر سینگ تھے مگر ٹوٹ گیا اور مینگ تک ٹوٹا ہے تو ناجائز ہے اس سے کم ٹوٹا ہے تو جائز ہے۔ جس جانور میں جنون ہے اور اس حد کا ہے کہ وہ جانور چرتا بھی نہیں ہے تو اس کی قربانی ناجائز ہے اور اس حد کا نہیں ہے تو جائز ہے۔ خصی یعنی جس کے خصیے نکال لیے گئے ہیں یا مجبوب یعنی جس کے خصیے اور عضو تناسل سب کاٹ لیے گئے ہوں ان کی قربانی جائز ہے اتنا بوڑھا کہ بچہ کے قابل نہ رہا یا داغا ہوا جانور یا جس کے دودھ نہ اترتا ہو ان سب کی قربانی جائز ہے۔ خارشی جانور کی قربانی جائز ہے جبکہ فربہ ہو اور اتنا لاغر ہو کہ ہڈی میں مغز نہ رہا تو قربانی جائز نہیں۔ (درمختار ردالمحتار عالمگیری) مسئلہ: بھینگے جانور کی قربانی جائز ہے اور اندھے جانور کی قربانی جائز نہیں اور کانا جس کا کانا پن ظاہر ہو اس کی بھی قربانی ناجائز ہے۔ اتنا لاغر جس کی ہڈیوں میں مغز نہ ہو اور لنگڑا جو قربان گاہ تک اپنے پاؤں سے نہ جا سکے اور اتنا بیمار جس کی بیماری ظاہر ہو اور جس کے کان یا دم یا چکی کٹے ہوں یعنی وہ عضو تہائی سے زیادہ کٹا ہو ان سب کی قربانی ناجائز ہے اور اگر کان یا دم یا چکی تہائی یا اس سے کم کٹی ہو تو جائز ہے۔ جس جانور کے پیدائشی کان نہ ہوں یا ایک کان نہ ہو اس کی ناجائز ہے اور جس کے کان چھوٹے ہوں اس کی جائز ہے جس جانور کی تہائی سے زیادہ نظر جاتی رہی اس کی بھی قربانی ناجائز ہے اور اگر دونوں آنکھوں کی روشنی کم ہو تو اس کا پہچاننا آسان ہے اور صرف ایک آنکھ کی کم ہو تو اس کے پہچاننے کا طریقہ یہ ہے کہ جانور کو ایک دو دن بھوکا رکھا جائے پھر اس کی آنکھ پر پٹی باندھ دی جائے جس کی روشنی کم ہے اور اچھی آنکھ کھلی رکھی جائے اور اتنی دور چارہ رکھیں جس کو جانور نہ دیکھے پھر چارہ کو نزدیک لاتے جائیں جس جگہ وہ چارے کو دیکھنے لگے وہاں نشان رکھ دیں پھر اچھی آنکھ پر پٹی باندھ دیں اور دوسری کھول دیں اور چارہ کو قریب کرتے جائیں جس جگہ اس آنکھ سے دیکھ لے یہاں بھی نشان کر دیں پھر دونوں جگہوں کی پیائش کریں اگر یہ جگہ اس پہلی جگہ کی تہائی ہے تو معلوم ہوا کہ تہائی روشنی کم ہے اور اگر نصف ہے تو معلوم ہوا کہ بہ نسبت اچھی آنکھ کے اس کی روشنی آدھی ہے۔ (ہدایہ درمختار عالمگیری) مسئلہ: جس کے دانت نہ ہوں یا جس کے تھن کٹے ہوں یا خشک ہوں اس کی قربانی ناجائز ہے بکری میں ایک کا خشک ہونا ناجائز ہونے کے لیے کافی ہے اور گائے بھینس میں دو خشک ہوں تو ناجائز ہے جس کی ناک کٹی ہو یا علاج کے ذریعہ اس کا دودھ خشک کر دیا ہو اور خنثیٰ جانور یعنی جس میں نر و مادہ دونوں کی علامتیں ہوں اور جلالہ جو صرف غلیظ کھاتا

ہو ان سب کی قربانی ناجائز ہے۔(درمختار) مسئلہ: بھیڑ یا دنبہ کی اون کاٹ لی گئی ہو اس کی قربانی جائز ہے اور جس جانور کا ایک پاؤں کاٹ لیا گیا ہو اس کی قربانی ناجائز ہے۔(عالمگیری)

مسئلہ: جانور کو جس وقت خریدا تھا اس وقت اس میں ایسا عیب نہ تھا جس کی وجہ سے قربانی ناجائز ہوتی ہے بعد میں وہ عیب پیدا ہو گیا تو اگر وہ شخص مالک نصاب ہے تو دوسرے جانور کی قربانی کرے اور مالک نصاب نہیں ہے تو اسی کی قربانی کر لے یہ اس وقت ہے کہ اس فقیر نے پہلے سے اپنے ذمہ قربانی واجب نہ کی ہو اور اگر اس نے منت مانی ہے کہ بکری کی قربانی کروں گا اور منت پوری کرنے کے لیے بکری خریدی اس وقت بکری میں ایسا عیب نہ تھا پھر پیدا ہو گیا اس صورت میں فقیر کے لیے بھی یہی حکم ہے کہ دوسرے جانور کی قربانی کرے۔(ہدایہ ردالمختار) مسئلہ: فقیر نے جس وقت جانور خریدا تھا اسی وقت اس میں ایسا عیب تھا جس سے قربانی ناجائز ہوتی ہے اور وہ عیب قربانی کے وقت تک باقی رہا تو اس کی قربانی کر سکتا ہے اور غنی عیب دار خریدے اور عیب دار ہی کی قربانی کرے تو ناجائز ہے اور اگر عیبی جانور کو خریدا تھا اور بعد میں اس کا عیب جاتا رہا تو غنی اور فقیر دونوں کے لیے اس کی قربانی جائز ہے مثلاً ایسا لاغر جانور خریدا جس کی قربانی ناجائز ہے اور اس کے یہاں وہ فربہ ہو گیا تو غنی بھی اس کی قربانی کر سکتا ہے۔(درمختار ردالمختار) مسئلہ: قربانی کرتے وقت جانور اچھلا کودا جس کی وجہ سے عیب پیدا ہو گیا یہ عیب مضر نہیں یعنی قربانی ہو جائے گی اور اگر اچھلنے کودنے سے عیب پیدا ہو گیا اور وہ چھوٹ کر بھاگ گیا اور فوراً پکڑ لایا گیا اور ذبح کر دیا گیا جب بھی قربانی ہو جائے گی۔(درمختار ردالمختار) مسئلہ: قربانی کا جانور مر گیا تو غنی پر لازم ہے کہ دوسرے جانور کی قربانی کرے اور فقیر کے ذمہ دوسرا جانور واجب نہیں اور اگر قربانی کا جانور گم ہو گیا یا چوری ہو گیا اور اس کی جگہ دوسرا جانور خرید لیا اب وہ مل گیا تو غنی کو اختیار ہے کہ دونوں میں جس ایک کو چاہے قربانی کرے اور فقیر پر واجب ہے کہ دونوں کی قربانیاں کرے۔(درمختار) مگر غنی نے اگر پہلے جانور کی قربانی کی تو اگرچہ اس کی قیمت دوسرے سے کم ہو کوئی حرج نہیں اور اگر دوسرے کی قربانی کی اور اس کی قیمت پہلے سے کم ہے تو جتنی کمی ہے اتنی رقم صدقہ کرے ہاں اگر پہلے کو بھی قربان کر دیا تو اب وہ تصدق واجب نہ رہا۔(ردالمختار) مسئلہ: سات شخصوں نے قربانی کے لیے گائے خریدی تھی ان میں ایک کا انتقال ہو گیا اس کے ورثہ نے شرکاء سے یہ کہہ دیا کہ تم اس گائے کو اپنی طرف سے اور اس کی طرف

سے قربانی کرو اور انہوں نے کر لی تو سب کی قربانیاں جائز ہیں اور اگر بغیر اجازت ورثہ ان شرکاء نے کی تو کسی کی نہ ہوئی۔(ہدایہ) مسئلہ: گائے کے شرکاء میں سے ایک کافر ہے یا ان میں سے ایک شخص کا مقصود قربانی نہیں ہے بلکہ گوشت حاصل کرنا ہے تو کسی کی قربانی نہیں ہوئی بلکہ اگر شرکاء میں سے کوئی غلام یا مدبر ہے جب بھی قربانی نہیں ہوسکتی کیونکہ یہ لوگ اگر قربانی کی نیت بھی کریں تو نیت صحیح نہیں۔(درمختار ردالمحتار) مسئلہ: شرکا میں سے ایک کی نیت اس سال کی قربانی کی ہے اور باقیوں کی نیت سال گزشتہ کی قربانی ہے تو جس کی اس سال کی نیت ہے اس کی قربانی صحیح ہے اور باقیوں کی نیت باطل کیونکہ سال گزشتہ کی قربانی اس سال نہیں ہوسکتی ان لوگوں کو یہ قربانی تطوع یعنی نفل ہوئی اور ان لوگوں پر لازم ہے کہ گوشت کو صدقہ کر دیں بلکہ ان کا ساتھی جس کی قربانی صحیح ہوئی ہے وہ بھی گوشت صدقہ کر دے۔(ردالمحتار) مسئلہ: قربانی کے سب شرکاء کی نیت تقرب ہو اس کا یہ مطلب ہے کہ کسی کا ارادہ گوشت نہ ہو اور یہ ضرور نہیں کہ وہ تقرب ایک ہی قسم کا ہو مثلاً سب قربانی ہی کرنا چاہتے ہیں بلکہ اگر مختلف قسم کے تقرب ہوں وہ تقرب سب پر واجب ہو یا کسی پر واجب ہو اور کسی پر واجب نہ ہو۔ ہر صورت میں قربانی جائز ہے مثلاً دم احصار اور احرام میں شکار کرنے کی جزا اور سرمنڈانے کی وجہ سے دم واجب ہوا ہو اور تمتع و قران کا دم کہ ان سب کے ساتھ قربانی کی شرکت ہو سکتی ہے اسی طرح قربانی اور عقیقہ کی بھی شرکت ہو سکتی ہے کہ عقیقہ بھی تقرب کی ایک صورت ہے۔(ردالمحتار) مسئلہ: تین شخصوں نے قربانی کے جانور خریدے ایک نے دس کا دوسرے نے بیس کا تیسرے نے تیس کا اور ہر ایک نے جتنے میں خریدا ہے اس کی واجبی قیمت بھی اتنی ہی ہے یہ تینوں جانور مل گئے یہ پتا نہیں چلتا کہ کس کا کون ہے تینوں نے یہ اتفاق کر لیا کہ ایک ایک جانور ہر شخص قربانی کرے چنانچہ ایسا ہی کیا گیا سب کی قربانیاں ہوگئیں مگر جس نے تیس میں خریدا تھا وہ بیس روپے خیرات کرے کیونکہ ممکن ہے کہ دس والے کو اس نے قربانی کیا ہو اور جس نے بیس میں خریدا تھا وہ دس روپے خیرات کرے اور جس نے دس میں خریدا تھا اس پر کچھ صدقہ کرنا واجب نہیں اور اگر ہر ایک نے دوسرے کو ذبح کرنے کی اجازت دیدی تو قربانی ہو جائے گی اور اس پر کچھ واجب نہ ہو گا۔(درمختار) مسئلہ: مستحب یہ ہے کہ قربانی کی جانور خوب فربہ اور خوبصورت اور بڑا ہو اور بکری کی قسم میں سے قربانی کرنی ہو تو بہتر سینگ والا مینڈھا چت کبرا جس کے خصیے کوٹ کر خصی کر دیا ہو کہ

حدیث میں ہے حضور نبی اکرم ﷺ نے ایسے مینڈھے کی قربانی کی۔ (عالمگیری) مسئلہ: ذبح کرنے سے پہلے چھری کو تیز کرلیا جائے اور ذبح کے بعد جب تک جانور ٹھنڈا نہ ہو جائے اس کے تمام اعضا سے روح نکل نہ جائے اس وقت تک ہاتھ پاؤں نہ کاٹیں اور نہ چمڑا اتاریں اور بہتر یہ ہے کہ اپنی قربانی اپنے ہاتھ سے کرے اگر اچھی طرح ذبح کرنا جانتا ہو اور اگر اچھی طرح نہ جانتا ہو تو دوسرے کو حکم دے وہ ذبح کرے مگر اس صورت میں بہتر یہ ہے کہ وقت قربانی حاضر ہو۔ حدیث میں ہے حضور اقدس ﷺ نے حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا کھڑی ہو جاؤ اور اپنی قربانی کے پاس حاضر ہو جاؤ کہ اس کے خون کے پہلے ہی قطرہ میں جو کچھ گناہ کیے ہیں سب کی مغفرت ہو جائے گی اس پر ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی۔ یا نبی اللہ! یہ آپ کی آل کے لیے خاص ہے یا آپ کی آل کے لیے بھی ہے اور عامہ مسلمین کے لیے بھی فرمایا کہ میری آل کے لیے خاص بھی ہے اور تمام مسلمین کے لیے عام بھی ہے۔ (عالمگیری زیلعی شلبیہ) مسئلہ: قربانی کا جانور مسلمان سے ذبح کرانا چاہیے اگر کسی مجوسی یا دوسرے مشرک سے قربانی کا جانور ذبح کرا دیا تو قربانی نہیں ہوئی بلکہ یہ جانور حرام و مردار ہے اور کتابی سے قربانی کا جانور ذبح کرانا مکروہ ہے کہ قربانی سے مقصود تقرب الی اللہ ہے اس میں کافر سے مدد نہ لی جائے بلکہ بعض ائمہ کے نزدیک اس صورت میں بھی قربانی نہیں ہو گی مگر ہمارا مذہب وہی پہلا ہے کہ قربانی ہو جائے گی اور مکروہ ہے۔ (زیلعی شلبیہ) مسئلہ: قربانی کا گوشت خود بھی کھا سکتا ہے اور دوسرے شخص غنی یا فقیر کو دے سکتا ہے کھلا سکتا ہے بلکہ اس میں سے کچھ کھا لینا قربانی کرنے والے کے لیے مستحب ہے بہتر یہ ہے کہ گوشت کے تین حصے کرے۔ ایک حصہ فقراء کے لیے اور ایک حصہ دوست احباب کے لیے اور ایک حصہ اپنے گھر والوں کے لیے۔ ایک تہائی سے کم صدقہ نہ کرے اور کل کو صدقہ کر دینا بھی جائز ہے اور کل گھر ہی رکھ لے یہ بھی جائز ہے تین دن سے زائد اپنے اور گھر والوں کے کھانے کے لیے رکھ لینا بھی جائز ہے اور بعض حدیثوں میں جو اس کی ممانعت میں آئی ہے وہ منسوخ ہے اگر اس شخص کے اہل و عیال بہت ہوں اور صاحب وسعت نہیں ہے تو بہتر یہ ہے کہ سارا گوشت اپنے بال بچوں کے لیے ہی رکھ چھوڑے۔ (عالمگیری) مسئلہ: قربانی کا گوشت کافر کو نہ دے کہ یہاں کے کفار حربی ہیں۔ مسئلہ: قربانی اگر منت کی ہے تو اس کا گوشت نہ خود کھا سکتا ہے نہ اغنیاء کو کھلا سکتا ہے بلکہ اس کو صدقہ کر دینا واجب ہے وہ منت ماننے

والا فقیر ہو یا غنی دونوں کا ایک ہی حکم ہے کہ خود نہیں کھا سکتا نہ غنی کو کھلا سکتا ہے۔ (زیلعی)

مسئلہ: میت کی طرف سے قربانی کی تو اس کے گوشت کا بھی وہی حکم ہے کہ خود کھائے دوست احباب کو دے فقیروں کو دے یہ ضرور نہیں کہ سارا گوشت فقیروں ہی کو دے کیونکہ گوشت اس کی ملک ہے یہ سب کچھ کر سکتا ہے اور اگر میت نے کہہ دیا ہے کہ میری طرف سے قربانی کر دینا تو اس میں سے نہ کھائے بلکہ کل گوشت صدقہ کر دے۔ (ردالمختار) مسئلہ: قربانی کا چمڑا اور اس کی جھول اور رسی اور اس کے گلے میں ہار ڈالا ہے اور ان سب چیزوں کو صدقہ کر دے۔ قربانی کے چمڑے کو خود بھی اپنے کام میں لا سکتا ہے یعنی اس کو باقی رکھتے ہوئے اپنے کسی کام میں لا سکتا ہے۔ مثلاً اس کی جانماز بنائے' چلنی' تھیلی' مشکیزہ' دسترخوان' ڈول وغیرہ بنائے یا کتابوں کی جلدوں میں لگائے یہ سب کر سکتا ہے (درمختار) چمڑے کا ڈول بنایا تو اسے اپنے کام میں لائے اجرت پر نہ دے اور اگر اجرت پر دیدیا تو اس اجرت کو صدقہ کر دے۔ (ردالمختار) مسئلہ: قربانی کے چمڑے کو ایسی چیزوں سے بدل سکتا ہے جس کو باقی رکھتے ہوئے اس سے نفع اٹھایا جائے جیسے کتاب ایسی چیز سے بدل نہیں سکتا جس کو ہلاک کر کے نفع حاصل کیا جاتا ہو جیسے روٹی گوشت' سرکہ' روپیہ' پیسہ اور اگر اس نے ان چیزوں کو چمڑے کے عوض میں حاصل کیا تو ان چیزوں کو صدقہ کر دے۔ (درمختار) مسئلہ: اگر قربانی کی کھال کو روپے کے عوض میں بیچا مگر اس لیے نہیں کہ اس کو اپنی ذات پر یا بال بچوں پر صرف کرے گا بلکہ اس لیے کہ اسے صدقہ کر دے گا تو جائز ہے۔ (عالمگیری) جیسا کہ آج کل اکثر لوگ کھال مدارس دینیہ میں دیا کرتے ہیں اور بعض مرتبہ وہاں کھال بھیجنے میں دقت ہوتی ہے اسے بیچ کر روپیہ بھیج دیتے ہیں یا کئی شخصوں کو دینا ہوتا ہے اسے بیچ کر دام ان فقراء پر تقسیم کر دیتے ہیں یہ بیع جائز ہے اس میں حرج نہیں اور حدیث میں جو اس کے بیچنے کی ممانعت آئی ہے اس سے مراد اپنے لیے بیچنا ہے۔ مسئلہ: گوشت کا بھی وہی حکم ہے جو چمڑے کا ہے کہ اس کو اگر ایسی چیز کے بدلے میں بیچا جس کو ہلاک کر کے نفع حاصل کیا جائے تو صدقہ کر دے۔ (ہدایہ) مسئلہ: قربانی کی چربی اور اس کے سری پائے اور اون اور دودھ جو ذبح کے بعد دوہا ہے ان سب کا وہی حکم ہے کہ اگر ایسی چیز اس کے عوض میں لی جس کو ہلاک کر کے نفع حاصل کرے گا تو اس کو صدقہ کر دے۔ (عالمگیری) مسئلہ: قربانی کا چمڑا یا گوشت یا اس میں کی کوئی چیز قصاب یا ذبح کرنے والے کو اجرت میں نہیں دے سکتا کہ اس کو اجرت

میں دینا بھی بیچنے ہی کے معنی میں ہے۔(ہدایہ) مسئلہ: قصاب کو اجرت میں نہیں دیا بلکہ جیسے دوسرے مسلمانوں کو دیتا ہے اس کو بھی دیا اور اجرت اپنے پاس سے دوسری چیز دے گا تو جائز ہے۔مسئلہ: بھیڑ کے کسی جگہ کے بال نشانی کے لیے کاٹ لیے ہیں ان بالوں کو پھینک دینا یا کسی کو ہبہ کر دینا ناجائز ہے بلکہ انہیں صدقہ کرے۔(عالمگیری)مسئلہ: ذبح سے پہلے قربانی کے جانور کے بال اپنے کسی کام کے لیے کاٹ لینا یا اس کا دودھ دوہنا مکروہ و ممنوع ہے اور قربانی کے جانور پر سوار ہونا یا اس پر کوئی چیز لادنا یا اس کو اجرت پر دینا غرض اس سے منافع حاصل کرنا منع ہے اگر اس نے اون کاٹ لی یا دودھ دوہ لیا تو اسے صدقہ کر دے اور اجرت پر جانور کو دیا ہے تو اجرت کو صدقہ کرے اور اگر خود سوار ہوا یا اس پر کوئی چیز لادی تو اس کی وجہ سے جانور میں جو کچھ کمی آئی اتنی مقدار میں صدقہ کرے۔ (درمختار ردالمختار) مسئلہ: جانور دودھ والا ہے تو اس کے تھن پر ٹھنڈا پانی چھڑکے کہ دودھ خشک ہو جائے اگر اس سے کام نہ چلے تو جانور کو دوہ کر دودھ صدقہ کرے۔(عالمگیری)مسئلہ: جانور ذبح ہو گیا تو اب اس کے بال کو اپنے کام کے لیے کاٹ سکتا ہے اور اگر اس کے تھن میں دودھ ہے تو دوہ سکتا ہے کہ جو مقصود تھا وہ پورا ہو گیا اب یہ اس کی ملک ہے اپنے صرف میں لا سکتا ہے۔(عالمگیری) مسئلہ: قربانی کے لیے جانور خریدا تھا قربانی کرنے سے پہلے اس کے بچہ پیدا ہوا تو بچہ کو بھی ذبح کر ڈالے اور اگر بچہ کو بیچ ڈالا تو اس کا ثمن صدقہ کر دے اور اگر نہ ذبح کیا نہ بیچ کیا اور ایام نحر گزر گئے تو اس کو زندہ صدقہ کر دے اور اگر کچھ نہ کیا اور بچہ اس کے یہاں رہا اور قربانی کا زمانہ آ گیا یہ چاہتا ہے کہ اس سال کی قربانی میں اسی کو ذبح کرے یہ نہیں کر سکتا اور اگر قربانی اسی کی کر دی تو دوسری قربانی پھر کرے کہ وہ قربانی نہیں ہوئی اور وہ بچہ ذبح کیا ہوا صدقہ کر دے بلکہ ذبح سے جو کچھ اس کی قیمت میں کمی ہوئی اسے بھی صدقہ کرے۔ (عالمگیری) مسئلہ: قربانی کی اور اس کے پیٹ میں زندہ بچہ ہے تو اسے بھی ذبح کر دے اور اسے صرف میں لا سکتا ہے اور مرا ہوا بچہ ہو تو اسے پھینک دے مردار ہے۔مسئلہ: دو شخصوں نے غلطی سے یہ کیا کہ ہر ایک نے دوسرے کی قربانی کی بکری ذبح کر دی یعنی ہر ایک نے دوسرے کی بکری کو اپنی سمجھ کر قربانی کر دیا تو بکری جس کی تھی اسی کی قربانی ہوئی اور چونکہ دونوں نے ایسا کیا لہٰذا دونوں کی قربانیاں ہو گئیں اور اس صورت میں کسی پر تاوان نہیں بلکہ ہر ایک اپنی اپنی بکری ذبح شدہ لے لے اور فرض کرو کہ ہر ایک کو اپنی غلطی اس وقت معلوم ہوئی جب اس

بکری کوصرف کر چکا تو چونکہ ہر ایک نے دوسرے کی بکری کھا ڈالی لہٰذا ہر ایک دوسرے سے معاف کرا لے اور اگر معافی پر راضی نہ ہوں تو چونکہ ہر ایک نے دوسرے کی قربانی کا گوشت بلا اجازت کھا ڈالا۔ گوشت کی قیمت کا تاوان لے لے اس تاوان کو صدقہ کرے کہ قربانی کے گوشت کے معاوضہ کا یہی حکم ہے یہ تمام باتیں اس وقت ہیں کہ ہر ایک دوسرے کے اس فعل پر کہ اس نے اس کی بکری ذبح کر ڈالی راضی ہو تو جس کی بکری تھی اسی کی قربانی ہوئی اور اگر راضی نہ ہو تو بکری کی قیمت کا تاوان لے گا اور اس صورت میں جس نے ذبح کی اس کی قربانی ہوئی یعنی بکری کا جب تاوان لیا تو بکری ذابح کی ہو گئی اور اسی کی جانب سے قربانی ہوئی اور گوشت کا بھی یہی مالک ہوا۔(درمختار ردالمختار) مسئلہ: دوسرے کی قربانی کی بکری بغیر اس کی اجازت کے قصداً ذبح کر دی اس کی دو صورتیں ہیں مالک کی طرف سے اس نے قربانی کی یا اپنی طرف سے اگر مالک کی نیت سے قربانی کی تو اس کی قربانی ہو گئی کہ وہ جانور قربانی کے لیے تھا اور قربان کر دیا گیا اس صورت میں مالک اس سے تاوان نہیں لے سکتا اور اگر اس نے اپنی طرف سے قربانی کی اور ذبح شدہ بکری کے لینے پر مالک راضی ہے تو قربانی مالک کی جانب سے ہوئی اور ذابح کی نیت کا اعتبار نہیں اور مالک اگر اس پر راضی نہیں بلکہ بکری کا تاوان لیتا ہے تو مالک کی قربانی نہیں ہوئی بلکہ ذابح کی ہوئی کہ تاوان دینے سے بکری کا مالک ہو گیا اور اس کی اپنی قربانی ہو گئی۔(درمختار ردالمختار) مسئلہ: اگر بکری قربانی کے لیے معین نہ ہو تو بغیر اجازت مالک اگر دوسرا شخص قربانی کر دے گا تو قربانی نہ ہو گی مثلاً ایک شخص نے پانچ بکریاں خریدی تھیں اور اس کا یہ خیال تھا کہ ان میں سے ایک بکری کو قربانی کروں گا اور ان میں سے کسی ایک کو معین نہیں کیا تھا تو دوسرا شخص مالک کی جانب سے قربانی نہیں کر سکتا اگر کرے گا تو تاوان لازم ہو گا۔ ذبح کے بعد مالک اس کی قربانی کی نیت کرے بیکار ہے یعنی اس صورت میں قربانی نہیں ہوئی۔(ردالمختار)

مسئلہ: دوسرے کی بکری غصب کر لی اور اس کی قربانی کر لی اگر مالک نے زندہ بکری کا اس شخص سے تاوان لے لیا تو قربانی ہو گئی مگر یہ شخص گنہگار ہے اس پر توبہ و استغفار لازم ہے اور اگر مالک نے تاوان نہیں لیا بلکہ ذبح کی ہوئی بکری لی اور ذبح کرنے سے جو کچھ کمی ہوئی اس کا تاوان لیا تو قربانی نہیں ہوئی۔(ردالمختار) مسئلہ: اپنی بکری دوسرے کی طرف سے ذبح کر دی اس کے حکم سے

ایسا کیا یا بغیر حکم بہرصورت اس کی قربانی نہیں کیونکہ اس کی طرف سے قربانی اس وقت ہو سکتی ہے جب اس کی ملک ہو۔(شلبیہ) مسئلہ: ایک شخص کے پاس کسی کی بکری امانت کے طور پر تھی امین نے قربانی کر دی یہ قربانی صحیح نہیں نہ مالک کی طرف سے نہ امین کی طرف سے اگرچہ مالک نے امین سے اپنی بکری کا تاوان لیا ہو اسی طرح اگر کسی کا جانور اس کے پاس عاریت یا اجارہ کے طور پر ہے اور اس نے قربانی کر دیا یہ قربانی جائز نہیں مرہون کو راہن نے قربانی کیا تو ہو جائے گی کہ جانور اس کی ملک ہے اور مرتہن نے کیا تو اس میں اختلاف ہے۔(ردالمختار) مسئلہ: مویشی خانہ کے جانور ایک مدت مقررہ کے بعد نیلام ہو جاتے ہیں اور بعض لوگ اسے لے لیتے ہیں اس کی قربانی جائز نہیں کیونکہ یہ جانور اس کی ملک نہیں۔مسئلہ: دو شخصوں کے مابین ایک جانور مشترک ہے اس کی قربانی نہیں ہو سکتی کہ مشترک مال میں دونوں کا حصہ ہے ایک کا حصہ دوسرے کے پاس امانت ہے اور اگر دو جانوروں میں دو شخص برابر کے شریک ہیں ہر ایک نے ایک کی قربانی کر دی دونوں کی قربانیاں ہو جائیں گی۔(ردالمختار) مسئلہ: ایک شخص کے نو بال بچے ہیں اور ایک خود اس نے دس بکریوں کی قربانی کی اور یہ نیت نہیں کی کہ کس کی طرف سے کس بکری کی قربانی ہے مگر یہ نیت ضرور ہے کہ دسوں بکریاں ہم دسوں کی طرف سے ہیں یہ قربانی جائز ہے سب کی قربانیاں ہو جائیں گی۔(عالمگیری) مسئلہ: اپنی طرف سے اور اپنے بچوں کی طرف سے گائے کی قربانی کی اگر وہ نابالغ ہیں تو سب کی قربانیاں جائز ہیں اور بالغ ہیں اور سب لڑکوں نے کہہ دیا ہے تو سب کی طرف سے صحیح ہے اور اگر انہوں نے کہا نہیں یا بعض نے نہیں کہا ہے تو کسی کی قربانی نہیں ہوئی۔(عالمگیری) مسئلہ: بیع فاسد کے ذریعہ بکری خریدی اور قربانی کر دی یہ قربانی ہو گئی کہ بیع فاسد میں قبضہ کر لینے سے ملک ہو جاتی ہے اور بائع کو اختیار ہے اگر اس نے زندہ بکری کی واجبی قیمت مشتری سے لے لی تو اب اس کے ذمہ کچھ واجب نہیں اور اگر بائع نے ذبح کی ہوئی بکری لے لی تو قربانی کرنے والا اس ذبح کی ہوئی بکری کی قیمت صدقہ کر دے۔(عالمگیری) مسئلہ: ایک شخص نے دوسرے کو بکری ہبہ کر دی موہوب لہ نے اس کی قربانی کر دی اس کے بعد واہب اپنا ہبہ واپس لینا چاہتا ہے وہ واپس لے سکتا ہے اور موہوب لہ کی قربانی صحیح ہے اور اس کے ذمہ کچھ صدقہ کرنا بھی واجب نہیں۔(عالمگیری) مسئلہ: دوسرے سے قربانی ذبح کرائی ذبح کے بعد وہ یہ کہتا ہے میں نے قصداً بسم اللہ نہیں پڑھی اس کو اس جانور کی قیمت دینی ہو گی پھر اگر قربانی کا وقت باقی ہے تو اس قیمت سے دوسرا جانور خرید کر قربانی

کرے اور اس کا گوشت صدقہ کرے خو نہ کھائے اور وقت باقی نہ ہو تو اس قیمت کو صدقہ کر دے۔(عالمگیری) مسئلہ: تین شخصوں نے تین بکریاں قربانی کے لیے خریدیں پھر یہ بکریاں مل گئیں پتا نہیں چلتا کہ کس کی کون سی بکری ہے اس صورت میں یہ کرنا چاہیے کہ ہر ایک دوسرے کو ذبح کرنے کا وکیل کر دے سب کی قربانیاں ہو جائیں گی کہ اس نے اپنی بکری ذبح کی جب بھی جائز ہے اور دوسرے کی ذبح کی جب بھی جائز ہے کہ یہ اس کا وکیل ہے۔(عالمگیری) مسئلہ: دوسرے سے ذبح کرایا اور خود اپنا ہاتھ بھی چھری پر رکھ دیا کہ دونوں نے مل کر ذبح کیا تو دونوں پر بسم اللہ کہنا واجب ہے ایک نے بھی قصداً چھوڑ دی یا یہ خیال کر کے چھوڑ دی کہ دوسرے نے کہہ لی مجھے کہنے کی کیا ضرورت دونوں صورتوں میں جانور حلال نہ ہوا۔ (درمختار) مسئلہ: قربانی کے لیے گائے خریدی پھر اس میں چھ شخصوں کو شریک کر لیا سب کی قربانیاں ہو جائیں گی مگر ایسا کرنا مکروہ ہے ہاں اگر خریدنے ہی کے وقت اس کا یہ ارادہ تھا کہ اس میں دوسروں کو شریک کروں گا تو مکروہ نہیں اور اگر خریدنے سے پہلے ہی شرکت کر لی جائے تو یہ سب سے بہتر اور اگر غیر مالک نصاب نے قربانی کے لیے گائے خریدی تو خریدنے سے ہی اس پر اس گائے کی قربانی واجب ہو گئی اب وہ دوسرے کو شریک نہیں کر سکتا۔(عالمگیری) مسئلہ: پانچ شخصوں نے قربانی کے لیے گائے خریدی ایک شخص آتا ہے وہ یہ کہتا ہے مجھے بھی اس میں شریک کر لو چار نے منظور کر لیا اور ایک نے انکار کیا اس گائے کی قربانی ہوئی سب کی طرف سے جائز ہو گئی۔ کیونکہ یہ چھٹا شخص ان چاروں کا شریک ہے اور ان میں ہر ایک کا ساتویں حصہ سے زیادہ ہے اور گوشت یوں تقسیم ہو گا کہ پانچواں حصہ اس کا ہے جس نے شرکت سے انکار کیا باقی چار حصوں کو یہ پانچوں برابر بانٹ لیں یا یوں کرو کہ پچیس حصے کر کے اس کو پانچ حصے دو جس نے شرکت سے انکار کیا ہے باقیوں کو چار چار حصے۔(عالمگیری) مسئلہ: قربانی کے لیے بکری خریدی اور قربانی کر دی پھر معلوم ہوا کہ بکری میں عیب ہے مگر ایسا عیب نہیں جس کی قربانی نہ ہو سکے اس کو اختیار ہے کہ اس کی وجہ سے جو کچھ قیمت میں کمی ہو سکتی ہے وہ بائع سے واپس لے اور اس کا صدقہ کرنا اس پر واجب نہیں اور اگر بائع کہتا ہے کہ میں ذبح کی ہوئی بکری لوں گا اور ثمن واپس کر دوں گا تو مشتری اس ثمن کو صدقہ کر دے صرف اتنا حصہ جو عیب کی وجہ سے کم ہو سکتا ہے اس کو رکھ سکتا ہے۔(عالمگیری) مسئلہ: قربانی کی ذبح کی ہوئی بکری غصب کر لی۔ غاصب سے اس کا تاوان لے سکتا ہے مگر اس تاوان کو صدقہ کرنا ضروری ہے کہ یہ اس قربانی کا معاوضہ ہے۔(عالمگیری) مسئلہ: مالک

نصاب نے قربانیکی منت مانی تو اس کے ذمہ دو قربانیاں واجب ہوگئیں ایک وہ جو غنی پر واجب ہوتی ہے اور ایک منت کی وجہ سے۔ دو یا دو سے زیادہ قربانیوں کی منت مانی تو جتنی قربانیوں کی منت ہے سب واجب ہیں۔ (درمختار ردالمختار) مسئلہ: ایک سے زیادہ قربانی کی سب قربانیاں جائز ہیں ایک واجب باقی نفل اور اگر ایک پوری گائے قربانی کی تو پوری سے واجب ہی ادا ہوگا یہ نہیں کہ ساتواں حصہ واجب ہو باقی نفل۔ (درمختار ردالمختار) تنبیہ: قربانی کے مسائل تفصیل کے ساتھ مذکور ہو چکے ہیں اب مختصر طور پر اس کا طریقہ بیان کیا جاتا ہے تاکہ عوام کے لیے آسانی ہو۔قربانی کا جانور ان شرائط کے موافق ہو جو مذکور ہوئیں یعنی جو اس کی عمر بتائی گئی ہے اس سے کم نہ ہو اور ان عیوب سے پاک ہو جن کی وجہ سے قربانی ناجائز ہوتی ہے اور بہتر یہ کہ عمدہ اور فربہ ہو۔قربانی سے پہلے اسے چارہ پانی دے دیں یعنی بھوکا پیاسا ذبح نہ کریں اور ایک کے سامنے دوسرے کو ذبح نہ کریں اور پہلے سے چھری تیز کر لیں ایسا نہ ہو کہ جانور گرانے کے بعد اس کے سامنے چھری تیز کی جائے جانور کو بائیں پہلو پر اس طرح لٹائیں کہ قبلہ کو اس کا منھ ہو اور اپنا دہنا پاؤں اس کے پہلو پر رکھ کر تیز چھری سے جلد ذبح کر دیا جائے اور ذبح سے پہلے یہ دعا پڑھی جائے:

اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّ مَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُكِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ لَاشَرِیْكَ لَهٗ وَ بِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ اَللّٰهُمَّ لَكَ وَمِنْكَ بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ.

اسے پڑھ کر ذبح کر دے۔قربانی اپنی طرف سے ہوتو ذبح کے بعد یہ دعا پڑھے:

اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنِّیْ كَمَا تَقَبَّلْتَ مِنْ خَلِیْلِكَ اِبْرَاهِیْمَ عَلَیْهِ السَّلَامُ وَ حَبِیْبِكَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ.

اس طرح ذبح کرنے کہ چاروں رگیں کٹ جائیں یا کم سے کم تین رگیں کٹ جائیں اس سے زیادہ نہ کاٹیں کہ چھری گردن کے مہرہ تک پہنچ جائے کہ یہ بے وجہ کی تکلیف ہے پھر جب تک جانور ٹھنڈا نہ ہو جائے یعنی جب تک اس کی روح بالکل نہ نکل جائے اس کے نہ پاؤں وغیرہ کاٹیں نہ کھال اتاریں اور اگر دوسرے کی طرف سے ذبح کرتا ہے تو مِنّی کی جگہ مِنْ کے بعد اس کا نام لے اور اگر وہ مشترک جانور ہے جیسے گائے' اونٹ تو وزن سے گوشت تقسیم کیا جائے محض تخمینہ سے تقسیم نہ

کریں پھر اس گوشت کے تین حصے کر کے ایک حصہ فقراء پر تصدق کرے اور ایک حصہ دوست و احباب کے یہاں بھیجے اور ایک اپنے گھر والوں کے لیے رکھے اور اس میں سے خود بھی کچھ کھا لے اور اگر اہل وعیال زیادہ ہوں تو تہائی سے زیادہ بلکہ کل گوشت بھی گھر کے صرف میں لا سکتا ہے اور قربانی کا چمڑا اپنے کام میں بھی لا سکتا ہے اور ہو سکتا ہے کہ کسی نیک کام کے لیے دیدے مثلاً مسجد یا دینی مدرسہ کو دیدے یا کسی فقیر کو دیدے۔ بعض جگہ یہ چمڑا امام مسجد کو دیا جاتا ہے اگر امام کی تنخواہ میں نہ دیا جاتا ہو بلکہ اعانت کے طور پر ہو تو حرج نہیں بحرالرائق میں مذکور ہے کہ قربانی کرنے والا بقرعید کے دن سب سے پہلے قربانی کا گوشت کھائے اس سے پہلے کوئی دوسری چیز نہ کھائے یہ مستحب ہے اس کے خلاف کرے جب بھی حرج نہیں۔ فائدہ احادیث سے ثابت ہے کہ سید عالم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے اس امت مرحومہ کی طرف سے قربانی کی یہ حضور کے بے شمار الطاف میں سے ایک خاص کرم ہے کہ اس موقعہ پر بھی امت کا خیال فرمایا اور جو لوگ قربانی نہ کر سکیں ان کی طرف سے خود ہی قربانی ادا فرمائی یہ شبہ کہ ایک مینڈھا ان سب کی طرف سے کیونکر ہو سکتا ہے یا جو لوگ ابھی پیدا ہی نہ ہوئے ان کی قربانی کیونکر ہوئی اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حضور اقدس ﷺ کے خصائص سے ہے جس طرح حضور نے چھ مہینے کی بکری کے بچہ کی قربانی ابو بردہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے جائز فرما دی اوروں کے لیے اس کی ممانعت کر دی اسی طرح اس میں خود حضور کی خصوصیت ہے کہنا یہ ہے کہ جب حضور نے امت کی طرف سے قربانی کی تو جو مسلمان صاحب استطاعت ہو اگر حضور اقدس ﷺ کے نام کی ایک قربانی کرے تو زہے نصیب اور بہتر سینگ والا مینڈھا ہے جس کی سیاہی میں سفیدی کی بھی آمیزش ہو جیسے مینڈھے کی خود حضور اکرم ﷺ نے قربانی فرمائی۔

قربانی پر اعتراضات کا علمی محاکمہ

نت نئے فتنوں کا اٹھنا آثار قیامت سے ہے مخالفین اسلام نے ہمیشہ سے یہ وطیرہ اختیار کر رکھا ہے کہ وہ مختلف اوقات میں اسلامی عبادات و عقائد اور تاریخ کو مسخ و متنازعہ بنانے کی سعی و نامشکور میں مبتلا وملوث رہتے ہیں قربانی جیسے خالص اسلامی اور غیر متنازعہ مسئلہ کے خلاف ''فتنہ انکار حدیث'' اٹھ کھڑا ہوا اور پھر اس نے اپنے تئیں ''پڑھے لکھے'' طبقے میں پر پرزے نکالنا شروع کیے ہم نے اس سلسلہ میں حضرت غزالی عصر علامہ علامہ سید احمد سعید کاظمی قدس سرہٗ اور شارح مسلم علامہ غلام رسول سعید مدظلہ کی تحقیقات پر اعتماد کیا ہے علامہ کاظمی قدس سرہٗ نے پچھلی صدی عیسوی کے وسط میں اس فتنہ کا محاسبہ کیا تھا جواللہ کے فضل وکرم سے آج بھی پوری افادیت کا حامل ہے یہ تحقیق پرویزی افکار کے حامل ایک بے بنیاد پمفلٹ کا جواب ہے جو اپنے موضوع پر خاصے کی شے ہے۔

غالباً ۵۰ء میں مروجہ قربانی کے خلاف لاہور میں ایک پمفلٹ میری نظر سے گزرا تھا، جس کے مصنف نے انکارِ حدیث کو اپنے دعویٰ کی اصل بنیاد وقرار دے کر اسلام کے عظیم الشان شعار یعنی مروجہ قربانی کا شدید انکار اور اس کی اشد ترین توہین کی تھی، نہ صرف توہین بلکہ دیندار مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو مشتعل کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا تھا۔ میں نے اسی وقت نہایت متانت اور سنجیدگی کے ساتھ علم وعقل کی روشنی میں اس کا مدلل جواب لکھ کر شائع کر دیا تھا، جسے اہل علم کی انصاف پسند طبائع نے بہت پسند کیا اور اسے پڑھ کر طالبان حق کے قلوب مطمئن ہو گئے۔

اب اس کے پانچ سال بعد اسی فتنہ نے دوبارہ سر اٹھایا۔ ملک کے مشہور انگریزی اخبار پاکستان ٹائمز (مجریہ ۱۷ جولائی ۵۵ء) نے ان ہی فرسودہ اور پامال شدہ ہتھکنڈوں سے کام لیکر اس مروجہ قربانی کے خلاف زہر اگلا ہے جو مقدس اسلام کا عظیم ترین نشان اور بہترین شعار ہے۔ اگر چہ اس فتنہ کی اصل بنیاد حجیتِ حدیث کے اثبات کے بغیر ناممکن ہے اور اس کے بغیر قربانی کے موضوع پر کچھ کہنا چنداں مفید نہیں ہوسکتا لیکن سر دست حجیت حدیث پر نہایت مختصراً اجمالی تبصرہ کرتے ہوئے اصل موضوع پر کچھ عرض کرتا ہوں، انشاء اللہ العزیز اس اختصار و اجمال کی تفصیل وتشریح علیحدہ اشاعت میں بہت جلد ہدیۂ قارئین کی جائے گی۔ وما توفیقی اِلّا، باللّٰہ العزیز۔

پمفلٹ مذکور اور پاکستان ٹائمنر کے مضمون کے بنیادی خطوط میں کوئی فرق نہیں، ایک دوسرے کا چربہ معلوم ہوتا ہے۔ اجمال و تفصیل کا معمولی سا تفاوت نظر آتا ہے، اصل مقصد اور اس کے طریق اثبات میں کوئی فرق نہیں پایا جاتا۔ اسی لیے پاکستان ٹائمنر کے زیر نظر مقالے کے جواب میں پمفلٹ مذکور کے جواب سے کسی خاص مختلف طرز بیان کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی اسلوب بیان کے معمولی تفاوت کے ساتھ اسی جواب سابق کے اہم اجزاء اور اصولی ابحاث شائع کر دینا کافی سمجھتا ہوں۔ البتہ حسب ضرورت بعض مقامات پر چند مفید امور کا اضافہ کر دیا جائے گا۔

پاکستان ٹائمنر کے مقالہ نویس نے تو بہت اختصار و اجمال کیساتھ کلام کیا ہے لیکن پمفلٹ کے مؤلف نے کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔ اس پمفلٹ میں بتایا گیا ہے کہ ہر ہر شہر و قریہ میں قربانی منشاء قرآن نہیں، قربانی صرف مکہ میں ہونی چاہیے۔ وہ بھی اتنی ہی جتنی استعمال میں آسکے زائد خلاف قرآن ہے۔ خلاف ایمان ہے، اور خلاف عقل ہے۔ جانور کے علاوہ نقد و جنس، صدقہ اور روزہ بھی وہی درجہ رکھتے ہیں۔، مسلمان جو روپیہ قربانی پر صرف کرتے ہیں، اس کی وجہ سے روز بروز تمام مسلمان عقل سے بیزار اور بے ایمان ہیں، مسلمان قوم کا کروڑہا روپیہ جو ہر سال قربانی پر بیجا صرف ہوتا ہے، اگر کشمیر فنڈ، استحکام پاکستان یا امداد مہاجرین وغیرہ وملکی ضرورتوں پر خرچ کیا جائے تو کیا اچھا ہو۔

پمفلٹ مذکور میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ قربانی کی مروجہ صورت بالکل بے سود بلکہ سخت نقصان کا موجب ہے۔ قربانی سے نسل ضائع ہوتی ہے اس لیے قربانی کرنے والے مفسد ہیں، قربانی اسراف و تبذیر ہونے کے علاوہ قوم کی صحت کے لیے بھی نہایت مضر ہے۔ پمفلٹ زیر نظر میں سب سے زیادہ زور اس بات پر دیا گیا ہے کہ مروجہ قربانی قطعاً خلاف عقل و حکمت ہے۔ مضمون نگار صاحب نے قرآن کریم کو اپنے مذکورہ بالا خیالات کا مؤید قرار دیتے ہوئے لکھا ہے کہ قرآن حکیم نے صرف مکہ کو قربان گاہ قرار دیا ہے۔ تاکہ ایام حج میں غذائی سہولتیں بہم پہنچ سکیں، قربانی صرف حاجیوں پر ہے، وہ بھی ہر حاجی پر نہیں۔ بلکہ جس حاجی کو مندرجہ ذیل تین وجوہات میں سے کوئی وجہ درپیش ہو جائے۔ اسی پر قربانی لازم ہے جن کی تفصیل یہ ہے۔

۱۔ حج کا ارادہ کرنے کے بعد کسی مرض یا دشمن کی وجہ سے رک جانا۔

۲۔ ارکان حج کی تکمیل سے پہلے کسی مرض یا خاص تکلیف سے سر منڈانا۔

۳۔ حج اور عمرہ ملا کر کرنا۔

ان وجوہات کے علاوہ کسی وجہ سے کسی پر قربانی لازم نہیں ہوتی پھر ان صورتوں میں بھی یہ لازم نہیں کہ قربانی ہی دے بلکہ حسب توفیق کچھ ہدیہ نقد و جنس کی قسم کے کسی فنڈ میں بھیج دے یا روزے رکھ لے۔ قربانی کا وجوب روزہ و صدقہ سے قطعاً زیادہ نہیں مؤلف صاحب نے سورۂ بقرہ،

سورہ مائدہ، اور سورہ حج کی آیتوں کا حوالہ دے کر اپنے اس بیان کی تائید کی ہے۔ اس کے بعد لکھا ہے کہ صحاح ستہ کے متفقہ روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ مدینہ سے مکہ اپنی قربانی کے جانور بھیجتے تھے اور بقول ابن عباس آنحضرت ﷺ نے حدیبیہ کے سال بہت سے اونٹ مکہ کو بھیجے اور بقول نافع ابن عمر بھی اپنے قربانی کے جانور کو کعبہ بھیجا کرتے تھے۔

زیر نظر پمفلٹ کے مضمون کا یہ خلاصہ تھا جو ناظرین کرام کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ مضمون نویس صاحب نے اس بیان میں شعائر دین کی تضحیک و تمسخر اڑانے میں بھی کسی قسم کی کوتاہی نہیں فرمائی۔ بخوف طوالت میں نے ان جملوں کو نقل نہیں کیا۔

منکرین قربانی کی غلط فہمیوں کا ازالہ

مسئلہ قربانی پر اظہار خیال سے پہلے مناسب سمجھتا ہوں کہ مؤلف صاحب کی اصولی غلط فہمیوں کا ازالہ کر دوں تا کہ مسئلہ کا ہر پہلو بے نقاب ہو جائے اور اصل مقصد تک پہنچنا آسان ہو، اس ضمن میں چند بنیادی چیزیں ہیں۔ جن کے بغیر کسی شرعی مسئلہ کا حل ہونا قطعاً ناممکن ہے۔ سب سے پہلے اس امر کا لحاظ ضروری ہے، کہ قرآن کریم ایک ایسا جامع قانون ہے جو تمام دینی و دنیوی ضروریاتِ انسانیہ پر مشتمل مسائل کو حاوی ہے ہر مسئلہ کی اصل قرآن حکیم میں موجود ہے، لیکن مسائل کی تفصیلات کے لیے ہمیں اس قانون کی تشریح درکار ہے۔ ظاہر ہے کہ صاحب قانون ہی اپنے قانون کی تشریح کا حق رکھتا ہے۔ لہٰذا عقل سلیم کی روشنی میں ہمیں تسلیم کرنا پڑے گا کہ جس معبود حقیقی نے اپنے رسول ﷺ پر قرآن نازل کیا ہے اس نے اس کی تشریح بھی بذریعہ وحی اپنے رسول پر اتاری ہے۔ قرآنی اصطلاح میں اس کو حکمت سے تعبیر فرمایا ہے۔

ارشاد ہوتا ہے:

ویعلمهم الکتٰب والحِکمة کتاب قانون ہے اور حکمت اس کی تشریح جسے دوسرے لفظوں میں حدیث سمجھ لیجیے۔

اسی طرح سورۂ حشر میں فرمایا:

وَمَا اٰتَاکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰکُمْ عنه فانتهوا

جو کچھ تمہیں رسول دے دے وہ لے لو، اور جس سے وہ روک دے اس سے باز آ جاؤ۔

سورۂ تحریم میں مذکور ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے ایک راز کی بات کہی، انہوں نے اس کا فاش کر دیا حضور ﷺ نے ان کی کہی ہوئی ایک بات انہیں بتائی تو

حضرت حفصہؓ بولیں۔ من انباک ھٰذا ۔ آپ کو کس نے بتا دیا کہ میں نے افشاء راز کیا ہے تو آنحضرت ﷺ نے جواب دیا: نبانی العلیم الخبیر مجھے علیم خبیر نے خبر دی، اگر قرآن کے علاوہ وحی الٰہی کا انکار صحیح مان لیا جائے، تو قرآن سے آیت نکالیے، جس میں اس بات کا ذکر ہو کہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے آنحضرت ﷺ کا راز فاش کر دیا۔ لیکن قرآن مجید میں ایسی کوئی آیت موجود نہیں جس میں اس خبر کا تذکرہ ہو معلوم ہوا کہ نبانی العلیم الخبیر میں جس چیز کا ذکر ہے، وہ قرآن میں نہیں بلکہ حدیث میں ہے، جو درحقیقت وحی الٰہی ہے۔

ایک جگہ ارشاد ہوتا ہے:

قل ان کنتم تحبون اللّٰہ فَاتبِعونی یحببکم اللّٰہ.

حبیب ! کہہ دو اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو، تو میری اتباع (پیروی) کرو تم اللہ کے محبوب ہو جاؤ گے۔

ہر شخص جانتا ہے کہ رسول کی پیروی ناممکن ہے، جب تک ان کے اقوال و افعال، اخلاق و سیرۃ کی تفصیلات ہمارے علم میں نہ ہوں۔ ان ہی کے مجموعہ کو حدیث کہتے ہیں۔

نیز قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا:

وَمَن یُطع الرسول فَقَدْ اطاعَ اللّٰہ.

جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔

اطاعت قول و فعل کی ہوتی ہے اور رسول کا قول و فعل حدیث ہے، معلوم ہوا کہ حدیث پر عمل کرنا عین عمل بالقرآن ہے اور کیوں نہ ہو۔ جب کہ قرآن مجید میں صاف اور غیر مبہم الفاظ میں فرما دیا،

وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحیٰ ۔

رسول اپنی خواہش سے نہیں بولتا، ان کا بولنا وحی الٰہی میں منحصر ہے۔

قرآن حکیم میں رسول کو معلمِ کتاب قرار دینے کے یہی معنی ہیں کہ بیان رسالت کے بغیر فہم قرآن ممکن نہیں۔ یہ امر کہ حدیث میں وضع و جعل پایا جاتا ہے۔ اس لیے وہ معتبر نہیں! تو مجھے اس اعتراض کرنے والوں کی بے بصری پر انتہائی افسوس ہوتا ہے، ہو ادنیٰ سمجھ والا انسان اس حقیقت کو آسانی سے سمجھ سکتا ہے کہ جس قانون کی تشریح دنیا میں موجود نہ ہو، وہ قانون کس کام کا ہے! جب قرآن کریم سے یہ بات واضح ہو گئی کہ رسول، معلم کتاب ہے۔ رسول کی پیروی فرض ہے، رسول کا بولنا وحی الٰہی ہے! رسول کی اطاعت، اللہ کی اطاعت ہے۔ رسول کا بیان، قرآن کی تشریح ہے۔ تو اب جعل و وضع کی آڑ میں حدیث کو لایعنی ذخیرہ کہہ کر رد کر دینا قرآن کریم کو ناقابل عمل قرار دینا نہیں تو اور کیا ہے؟ اس میں شک نہیں کہ واضعین کاذبین نے روایات کاذبہ موضوعہ بنانے میں کمی نہیں کی۔

لیکن یہ بھی صداقت رسول کی روشن دلیل بلکہ ہادی عالم کا روشن ترین معجزہ ہے کہ بے پناہ کذب و وضع کی ظلمتوں کے باوجود بھی رسول معظم نور مجسم ﷺ کی چمکتی ہوئی ادائیں اہل بصیرت کی آنکھوں سے اوجھل نہ ہوسکیں اور پرکھنے والوں نے کھوٹے کھرے کو پرکھ کر موضوع کو غیر موضوع سے اور صحیح کو ضعیف سے ممتاز کر ہی لیا، کذب و افتراء و وضع و جعل کی تاریکیوں میں بھی اس نور مجسم کی ادائیں چمکتی ہی رہیں، علم الاسناد، اسماء الرجال، اصول حدیث سے ادنیٰ تعلق رکھنے والے انسان کو ایک آن کے لیے بھی اس بیان میں شک نہیں ہوسکتا۔ راویان حدیث کی چھان بین، شرائط صحت کی پابندی ،محدثین کرام کی احتیاط پر تفصیل سے گفتگو کی جائے تو بڑے بڑے دفتر پُر ہو جائیں۔ اس مختصر مضمون میں اس کی گنجائش کہاں؟ اس مقام پر بس اس قدر کہہ دینا کافی ہے، کہ رسول کی اداؤں کا محفوظ رکھنا قانون قدرت کے مطابق تھا۔ اس لیے قدرت نے سیرۃ رسول ﷺ کے تحفظ کی خاطر وہ انتظام کیا کہ پانچ لاکھ انسانوں کو ادائے حبیب کا نقشہ اتارنے اور اس کو محفوظ کرنے کے لیے تعین کر دیا۔ یوں کہیئے کہ سابقہ آسمانی کتابوں کو اس طرح محفوظ رکھنے کا سامان مہیا نہیں کیا گیا۔ جس طرح سیرۃ رسول ﷺ کی حفاظت کے لیے اسباب پیدا کیے گئے، جس کی وجہ صرف یہی تھی کہ تمام کتب سابقہ کی حقیقتیں قرآن میں رکھ دی گئی تھیں اور قرآن پر عمل کرنا ناممکن تھا۔ جب تک کہ معلمِ قرآن ﷺ کی سیرۃ سامنے نہ ہو اس لیے سیرۃ رسول ﷺ کا تحفظ ضروری تھا۔

ایک شبہ اور اُس کا ازالہ

یہاں ایک شبہ ہوسکتا ہے کہ قرآن اپنے قابل عمل ہونے میں حدیث کا محتاج ہو گیا اور قرآن کی یہ شان نہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن محتاج نہیں بلکہ قرآن پر عمل کرنے کے لیے ہم حدیث کے محتاج ہیں۔ کیونکہ قانون، عمل کرنے والوں کا محتاج نہیں ہوتا۔ بلکہ عمل کرنے والے قانون کے محتاج ہوتے ہیں۔ دیکھئے! خدا کی معرفت، رسول کے بغیر ناممکن ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ خدا تعالیٰ اپنی معرفت کرانے میں رسولوں کا محتاج ہے۔ نہیں بلکہ معرفت خداوندی حاصل کرنے کے لیے ہم رسولوں کے محتاج ہیں۔ اس سلسلہ میں مجھے یہ بات بھی بتانی ہے کہ بعض لوگ کہہ دیا کرتے ہیں کہ جو حدیث قرآن کے موافق ہو وہ قبول کی جائے گی اور جو روایت نص قرآنی کے خلاف ہو۔ وہ مردود قرار پائے گی۔ اس مسئلہ میں کسی مسلمان کو اختلاف نہیں کہ خلاف قرآن کوئی روایت قابل قبول نہیں! لیکن موافق اور مخالف کا مفہوم کیا ہے؟ کون سی حدیث کو قرآن کے موافق کہیں گے اور کس کو مخالف قرآن قرار دیں گے؟ یہ ایسا سوال ہے جس کا جواب منکرین حدیث کے نظریہ کے موافق صرف یہ ہے کہ جو

بات قرآن میں مذکور نہیں اگر کسی حدیث میں اس کا ذکر آ جائے تو وہ حدیث قرآن کے مخالف ہے اور اگر ایسی صورت ہو کہ جس بات کا ذکر قرآن میں ہے بعینہٖ اسی کا ذکر بغیر کسی فرق کے حدیث میں بھی ہے، تو وہ حدیث قرآن کے موافق ہو گی۔

لیکن قائلین حدیث کے نزدیک مخالف و موافق کا یہ مفہوم قطعاً غلط ہے۔ ہمارے نزدیک حدیث، قرآن کی تشریح و تفسیر ہے۔ ظاہر ہے کہ متن و شرح کے الفاظ و عبارات میں کوئی فرق نہ ہو تو دونوں میں کیا امتیاز ہو گا؟ اور ایسی صورت میں شرح و تفسیر سے کیا فائدہ مرتب ہو سکتا ہے ہمارے نظریہ کے مطابق وہ حدیث قرآن کے مخالف قرار پائے گی۔ جس میں قرآن مجید کی کسی نفی یا نہی صریح کے مقابلہ میں اثبات یا امر پایا جائے یا مضمون حدیث سے مضمون قرآن کی تردید ہوتی ہو۔ مثلاً قرآن میں ہے اقیموا الصلوٰۃ۔ اگر کسی روایت میں لاتقیموا الصلوۃ۔ آ جائے تو وہ روایت قرآن کے خلاف ہو گی۔ اور اگر کسی روایت میں مضمون قرآن کی تشریح و تفسیر ہو تو اس کو قرآن کے مخالف کہنا انتہائی گمراہی اور بے دینی ہے۔ دیکھئے قرآن کریم نے اقیموا الصلوٰۃ فرما دیا۔ لیکن اقامتہ الصلوٰۃ کی تمام تفصیلات بیان نہیں فرمائیں کہ کس نماز کی کتنی رکعتیں ہوں، کون سی نماز آہستہ پڑھی جائے کون سی بلند آواز سے ادا کی جائے وغیرہ وغیرہ۔ تو اب جن احادیث میں یہ تفصیلات مذکور ہیں وہ قرآن کے مخالف نہیں بلکہ اس کی تفسیر و تشریح ہیں۔ مضمون نگار کی سب سے پہلی اصولی غلط فہمی یہ ہے کہ انہوں نے مروجہ قربانی کے متعلق تمام احادیث کو قرآن کے مخالف سمجھا۔ حالانکہ وہ قرآن کے کسی مضمون کی تردید نہیں کرتیں۔ بلکہ ایک قرآنی حکم کی تشریح و تفسیر کر رہی ہیں۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانۡحَرۡ.

حبیب! اپنے رب کے لیے نماز پڑھو اور اسی کے لیے قربانی کرو۔

جس طرح نماز کی تفصیلات قرآن کریم میں نہیں اسی طرح قربانی کی تفصیلات بھی قرآن حکیم میں نہیں ہیں۔ حدیث میں دونوں کی تشریح و تفسیر کی گئی ہے۔ اگر قربانی کی حدیثیں قرآن کے مخالف ہیں تو تفاصیل صلوٰۃ کی حدیثوں کو بھی خلاف قرآن کہنا چاہیے! پھر اگر کوئی دریدہ دہن کہہ اٹھے کہ میں نماز کے متعلق حدیثوں کو بھی قرآن کے خلاف سمجھتا ہوں تو اس سے کہا جائے گا کہ اگر تو اپنے دعوے میں سچا ہے تو احادیث صلوٰۃ سے الگ رہتے ہوئے نماز پڑھ کر دکھا؟ جس صورت سے تو اقامۃ الصلوٰۃ کرے گا۔ اس صورت کو قرآن کی عبارۃ النص سے ثابت کرنا ہو گا۔ لیکن میں دعوے سے کہتا ہوں کہ احادیث سے قطع نظر کر کے کوئی شخص نہ نماز پڑھ سکتا ہے، نہ روزہ رکھ سکتا ہے، نہ حج کر سکتا ہے، نہ زکوٰۃ دے سکتا ہے، حتیٰ کہ ایمان جو تمام عبادات کا اصل ہے۔ بغیر استعانت بالحدیث کے

حاصل نہیں کرسکتا! بہر حال جس چیز کا ذکر صریح قرآن میں نہ ہو اور حدیث میں اس کی تفصیلات مذکور ہوں تو اس حدیث کو قرآن کے مخالف قرار دینا گمراہی کی بنیاد ہے، دیکھئے قرآن عظیم میں خنزیر کے گوشت کے علاوہ کسی چیز کو حرام نہیں کہا حرمت خنزیر کا ذکر جہاں بھی آیا ہے وہاں لحم الخنزیر کا لفظ ہے تو مولف صاحب کو چاہیے کہ لحم الخنزیر کے علاوہ خنزیر کے تمام اجزاء کو حلال و طیب تصور فرمائیں اور جو شخص اس کی چربی وغیرہ کی حرمت کا قول کرے اس کی بات کو خلاف قرآن دے کر اعلان کر دیں کہ چونکہ قرآن کریم میں صرف لحم الخنزیر فرمایا ہے۔ اس لیے سوائے گوشت کے خنزیر کی ہر چیز حلال اور پاک ہے۔(نعوذ باللہ)

قرآن پاک نے کتے، بلی، چوہے وغیرہ حشرات الارض اور سباع بہائم وطیور کی حرمت کی تفصیلات کسی جگہ بیان نہیں کیں۔ احادیث میں ان چیزوں کا حرام ہونا تفصیل سے مروی ہے۔ اس مسئلہ میں بھی مضمون نویس صاحب کا فرض اولین ہے کہ ان تمام احادیث کو خلاف قرآن قرار دیکر کتے، بلیاں، چوہے وغیرہ تناول فرمانے لگیں اور ملک کے اصحاب بصیرت و ارباب حکومت سے التجا کریں کہ یہ لوگ جو بکریاں، بھیڑیں خریدنے اور ان کا گوشت کھانے پر کروڑوں روپیہ صرف کر رہے ہیں۔ سب اسراف وتبذیر گندگی ہے یہ لوگ عذاب وسزا کے مستوجب ہیں کیوں نہیں مفت کا گوشت حاصل کرتے۔ کس لیے ان جانوروں کو بلاوجہ ضائع کر رہے ہیں۔

لیکن میں یہ سمجھتا ہوں کہ مضمون نویس صاحب کتے، بلی، چوہے وغیرہ حرام جانوروں اور خنزیر کی چربی وغیرہ کو حرام ہی جانتے ہوں گے۔ حالانکہ ان کی حرمت قرآن میں مذکور نہیں۔ بلکہ حدیث میں مروی ہے، اگر میرا حسن ظن درست ہے تو میری حیرت کی کوئی انتہا نہیں کہ وہ قربانی جس کا حکم قرآن کریم میں موجود ہے۔ صرف اس کی تفصیلات اور احادیث میں مذکور ہوئی ہیں اس کو تو خلاف قرآن قرار دیں اور جن جانوروں کی حرمت کا قرآن کریم میں کسی جگہ کوئی ذکر نہیں بلکہ ان کی حرمت کے ثبوت کا دارومدار صرف احادیث پر ہے۔ اس کی صحت وثبوت پر ایمان لے آئیں! ۔ ایں چہ بوالعجبیست۔

الغرض! مؤلف صاحب قربانی کے مسئلہ میں احادیث صحیحہ کثیرہ اور تمام امت مسلمہ کے تعامل کو نظر انداز کر کے ایک زبردست غلط فہمی کا شکار ہو گئے ۔ اگر وہ میرے بیان سابق پر غور کریں تو مجھے امید ہے کہ اپنے خیالات سے رجوع کر لیں گے۔

دوسری بنیادی غلطی جس پر مؤلف صاحب کا سارا زور بیان ختم ہو گیا ہے۔ مروجہ قربانی کا خلاف عقل وحکمت ہونا ہے۔

اس کے متعلق مضمون نگار صاحب نے جو کچھ حوالہ قلم کیا ہے وہ ان کی اپنی کج فہمی اور کوتاہ

اندیشی کا مظاہرہ ہے۔ وہ کون سا مسلمان ہے؟ جو قرآن و اسلام کو خلاف عقل سمجھتا ہے۔ ہمارا ایمان ہے کہ تمام تعلیمات عقل سلیم کے مطابق ہیں۔ لیکن درجات عقل کا تفاوت ایک حقیقت ثابتہ ہے۔ مسائل شرعیہ کے مسابق عقل ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ نسل انسانی کے ہرگروہ اور ہر فرد کی عقل و سمجھ کے مطابق ہوں، بکثرت مسائل عقلیہ ایسے ہیں جو عقل سلیم کے معیار پر صحیح اترنے کے باوجود بھی عقلا میں مختلف فیہ ہیں۔ جس کی وجہ مراتب عقل کے تفاوت کے سوا کچھ نہیں۔ تمام کائنات میں سب سے زیادہ کامل العقل، انبیاء علیہم السلام ہیں ان کے بعد جس کو بارگاہ نبوت سے جس قدر زیادہ قرب ہے اسی قدر وہ زیادہ عقل کا حامل ہے۔ بارگاہ نبوت سے صادر ہونے والے حکم کو اگر ہم ناقص عقل کی ترازو میں تولیں گے۔ تو ممکن ہے کہ اس کا وزن صحیح طور پر ہمیں معلوم نہ ہو سکے۔ ایسی صورت میں بجائے اس کے کہ ہم اس حکم کو خلاف حکمت قرار دیں۔ اپنی عقل کے ناقص ہونے کا اقرار کر لیں تو ہمارے ایمان اور سلامتی عقل کی دلیل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم نازل کر کے ہماری عقلوں کو بھی آزمایا ہے۔ جو لوگ تعلیمات نبوت کے مقابلہ میں اپنی ناقص عقل پر اعتماد کرتے ہیں وہ اس امتحان میں کامیاب نہیں ہوتے۔ مسئلہ معراج میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا مشہور واقعہ اس حقیقت کو اچھی طرح واضح کر رہا ہے۔ جو شخص کسی کام کی پوشیدہ حکمت سے بے خبر ہوتا ہے وہ اس پر اعتراض کرتا ہے۔ لیکن بندے کو خدا کے مقابلہ میں جرأت کسی طرح زیب نہیں دیتی۔ اگرچہ اس کی بعض حکمتیں ضرور ہم سے پوشیدہ ہیں۔ لیکن جب اس کے حکیم مطلق ہونے پر ہمارا ایمان ہے تو اب ہمیں اس بات کی کوشش نہ کرنی چاہیے کہ ہم اس کی حکمت کو خواہ مخواہ دریافت کریں۔ ممکن ہے کہ اس کا دریافت کرنا حکیم مطلق کی منشاء کے خلاف ہو۔ اس لیے **الذین یومنون بالغیب** فرما کر ایمان بالغیب لانے والوں کی تعریف فرمائی۔

کیا قربانی سنت ابراہیمی نہیں؟

پاکستان ٹائمز کے مقالہ نولیس نے بڑے طمراق کے ساتھ لکھا ہے کہ قربانی کا سنت ابراہیمی ہونا ایسی بات ہے جس کی کوئی تصدیق نہیں پائی جاتی۔

جواباً عرض ہے کہ جن لوگوں کے مذہب میں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی اطاعت بھی جائز نہیں۔ ان کے نزدیک سنت ابراہیمی کی کیا قدر و قیمت ہوسکتی ہے؟

ملاحظہ فرمایئے! منکرین حدیث کے مقتداء اور پیشوا غلام احمد پرویز نے اپنی کتاب معارف القرآن جلد ۴ ص ۶۸۶ پر صاف لکھا ہے کہ۔

"اطاعت صرف خدا کی ہوسکتی ہے، کسی انسان کی نہیں حتیٰ کہ رسول بھی اپنی

اطاعت کسی سے نہیں کرا سکتا۔"

(منقول از فتنہ پرویز)

رہا یہ امر کہ اس کی تصدیق پائی جاتی ہے یا نہیں؟ تو اس کے متعلق سر دست اتنا عرض کر دینا کافی ہے کہ تصدیق کرنے والوں کے لیے تو اس کی تصدیق اللہ تعالیٰ کے سچے رسول حضرت محمد رسول اللہ ﷺ فداہ ابی و امی کے کلام فیض ترجمان میں واضح طور پر موجود ہے۔ مسند امام احمد اور ابن ماجہ میں سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ "صحابہ کرام نے عرض کیا کہ حضور! یہ قربانیاں کیا ہیں؟ تو سرکار ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے۔"

لیکن معترضین اس کے جواب میں بھی یہی کہیں گے کہ یہ حدیث رسول ہے۔ ہم اسے نہیں مانتے ہمیں قرآن میں اس کی تصدیق دکھاؤ۔

اس کے متعلق گزارش ہے کہ اگر تصدیق کے یہی معنی ہیں کہ جس بیان کی تصدیق مطلوب ہو اس کا ایک ایک لفظ قرآن کریم میں پایا جائے تو میں دعوے سے کہوں گا کہ مخالفین اپنے دعوے کی کوئی تصدیق قرآن مجید میں سے پیش نہیں کر سکتے!

مثال کے طور پر اسی مسئلہ کو لے لیجیے، پاکستان ٹائمز کے مقالہ نویس نے لکھا ہے کہ "ایام حج میں صرف مکہ میں قربانی ہو سکتی ہے۔"

مقالہ نویس سے میں دریافت کرتا ہوں کہ اگر آپ خود اپنے ہی ارشاد کے مطابق مکہ معظمہ جا کر ایام حج میں قربانی کرنا چاہیں تو کون سے مہینے کی تاریخوں میں قربانی کریں گے؟ کیا قرآن سے آپ ماہ ذی الحجہ کے نام اور اس کی مخصوص تاریخوں کی تصدیق پیش کر سکتے ہیں؟

نہیں اور یقیناً نہیں پھر آپ ہی بتایئے کہ آپ کا دعویٰ خود آپ ہی کے مقرر کردہ معیار کے مطابق کہاں تک سچا ثابت ہوا؟ اگر اس کے جواب میں آپ یہ کہیں کہ ذی الحجہ کی جن تاریخوں میں عام مسلمان حج کرتے ہیں اس کی وہ ہی تاریخیں ایام حج قرار پائیں گی۔ تو میں عرض کروں گا کہ اگر عامۃ المسلمین کا عمل آپ کے نزدیک کوئی دلیل شرعی ہو سکتا ہے تو مروجہ قربانی کی مخالفت آپ کیوں فرما رہے ہیں؟ جو امت مسلمہ عہد رسالت سے لے کر آج تک ذی الحجہ کی مخصوص تاریخوں میں حج کے ارکان مخصوصہ مکہ میں ادا کرتی رہی۔ وہ ہی قوم عرب و عجم، مشرق و مغرب، جنوب میں شمال میں اپنے اپنے شہروں قصبوں اور بستیوں میں قربانی کرتی چلی آ رہی ہے، پھر میری سمجھ میں نہیں آتا کہ امت مسلمہ کا ایک عمل آپ کے نزدیک دلیل شرعی اور قرآن کے مطابق ہے اور دوسرا صریح گمراہی اور خلاف قرآن، حالانکہ آپ کے معیار کے مطابق دونوں کی تصدیق قرآن کریم میں موجود نہیں۔

علیٰ ہذا القیاس مکہ معظمہ کو قربانی کی جگہ قرار دینا بھی ایسا دعویٰ ہے جس کی کوئی تصدیق آ

اپنے خود ساختہ معیار کے مطابق قرآن کریم سے پیش نہیں کر سکتے۔'' هَدياً بالغ الكعبة اور ثم محلها الى البيت العتيق '' سے آپ کا مدعا ثابت نہیں ہو سکتا۔ اس لیے کہ ''بیت عتیق'' اور ''کعبہ'' کا ترجمہ ''مکہ'' نہیں کعبہ مطہرہ ایک خاص گھر اور مخصوص عمارت کا نام ہے اور مکہ ایک معظم شہر کو کہتے ہیں۔ تمام مسلمان جانتے ہیں کہ کعبہ شریف اور بیت العتیق میں آج تک کوئی قربانی نہیں ہوئی۔ لہٰذا اگر آپ کے اصول کو صحیح تسلیم کر لیا جائے تو لازم آئے گا کہ رسول اللہ ﷺ سے لے کر آج تک کسی مسلمان کی قربانی صحیح نہیں ہوئی۔ بلکہ یہ سب قربانیاں معاذ اللہ خلاف قرآن ہوئیں۔ اس لیے کہ قرآن کعبہ اور بیت عتیق کو قربانگاہ قرار دیتا ہے اور حضور ﷺ سے لے کر آج تک کسی نے کعبہ میں قربانی نہیں کی۔ بلکہ وہاں کے تمام مسلمان منیٰ میں اپنی قربانیاں کرتے چلے آئے۔ اب آپ ہی بتایئے کہ آپ کے دعوے کا وہ کون سا جزو ہے۔ جس کی تصدیق آپ کے اصول کے مطابق قرآن مجید سے ہوتی ہے۔

مقالہ نویس صاحب کے انداز تحریر کے پیش نظر تو مجھے ان سے قبول حق کی کوئی امید نہیں، لیکن اپنے ناظرین کرام سے مؤدبانہ التماس کروں گا کہ وہ ازراہ انصاف فیصلہ کریں کہ مقالہ نویس صاحب کا بیان قرآن کریم کی روشنی میں کس قدر لغو اور بے معنی ہے۔

پاکستان ٹائمز کے مقالہ نویس نے جو چار باتیں لکھی ہیں۔ ان میں سے پہلی بات کا جواب میں تفصیل سے لکھا چکا ہوں۔ دوسری بات یہ ہے کہ قربانی کے مذبوحہ جانوروں کو استعمال کرنا چاہیے۔ ان کو دفن کرنا خلاف قرآن ہے اس کے متعلق عرض ہے کہ قربانی کے جانوروں کے متعلق استعمال کا حکم تو قرآن کریم میں کہیں وارد نہیں ہوا البتہ اطعموا فرمایا ہے۔ جس کے معنی استعمال کرنے کے نہیں بلکہ کھلانے کے ہیں۔ استعمال کا مفہوم کھلانے کا مفہوم سے عام ہے، قربانی کے جانوروں کے کھانے کھلانے سے کون روکتا ہے۔ جس کے لیے قرآن سے استدلال کی زحمت گوارا فرمائی گئی، البتہ اتنی بات کا انکار کوئی اہل علم نہیں کر سکتا کہ کھانا اور کھلانا اسی وقت متصور ہو گا۔ جب اس سے کوئی امر مانع درپیش نہ ہو اور اگر کوئی مانع درپیش ہو جائے تو ان کو دفن کرنے کی ممانعت قرآن کریم میں کہیں وارد نہیں ہوئی۔ بلکہ معترض نے جو اطعموا کا ترجمہ استعمال کیا ہے اس کے عموم میں تو دفن بھی آ سکتا ہے۔ اس لیے کہ دفن کے بعد بھی ان جانوروں کے بوسیدہ اجزاء کو بہت سے کاموں میں استعمال کیا جا سکتا ہے۔ اس لیے مقالہ نویس کی یہ بات بھی نا قابل اعتنا ہے۔

حقیقت قربانی

تیسری بات مقالہ نویس نے یہ کہی ہے کہ یہ قربانی خدا تک نہیں پہنچتی اور نہ اللہ تعالیٰ اس

بات پر خوش ہوتا ہے کہ کسی کا خون بہایا جائے۔ خدا کو تو صرف پاک کی مقبول ہے۔

قرآن کریم میں کسی جگہ نہیں آیا کہ قربانی خدا تک نہیں پہنچتی۔ البتہ یہ ضرور فرمایا گیا ہے کہ قربانی کے جانوروں کا گوشت اور خون بارگاہ خداوندی میں نہیں پہنچتا۔ افسوس ہمارے معترض صاحب کو اتنا بھی پتا نہیں کہ قربانی کسے کہتے ہیں؟ میں ان کو بتانا چاہتا ہوں کہ قربانی کے جانور اور قربانی ایک چیز نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قربانی کے جانوروں کا خون نہیں پہنچتا لیکن قربانی ضرور پہنچتی ہے رہا یہ امر کہ قربانی کیا ہے؟ معترض کو معلوم ہونا چاہیے کہ قربانی دراصل وہی تقویٰ ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ولکن ینالہ التقویٰ منکم ۔کہ جانوروں کا گوشت اور خون تو میری بارگاہ میں نہیں پہنچتا۔لیکن تمہارا تقویٰ مجھے ضرور پہنچتا ہے۔لیکن یاد رکھئے تقویٰ زبانی جمع خرچ کا نام نہیں۔ بلکہ آیت کریمہ میں تقویٰ سے یہی مراد ہے۔ کہ محض گوشت کھانے کھلانے اور خون گرانے سے رضاء الٰہی حاصل نہیں ہوسکتی، کیونکہ جانور ذبح کرنے گوشت کھانے کھلانے کا سلسلہ تو لوگوں میں ہمیشہ ہی جاری رہتا ہے۔ جسمانی لذتوں دنیاوی عیش وطرب اور خواہشات نفس کی خاطر شب و روز جانور ذبح کیے جاتے ہیں۔ایسے گوشت اور خون کو رضاء الٰہی سے کیا تعلق؟ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی تو اسی وقت حاصل ہوسکتی ہے جب کہ بندہ تمام لذات جسمانی اور خواہشات نفسانی سے الگ ہو کر نہایت خوش دلی اور جوش محبت کے ساتھ قیمتی اور نفیس جانور حکم خداوندی کے ماتحت اس کے نام پر ذبح کرے۔ اور اس فعل ذبح کے ساتھ دل میں یہ جذبہ بھی موجود ہو کہ جس طرح ہم نے یہ جانور تیرے نام پر ذبح کیا ہے اسی طرح ہم خود بھی تیری راہ میں قربان ہونے کے لیے تیار ہیں یہی قربانی کی حقیقت ہے۔ اور اسی کا نام آیت زیر بحث میں تقویٰ رکھا گیا ہے۔

اس مختصر بیان سے معترض کی اس غلط فہمی کا بھی ازالہ مقصود ہے، کہ اللہ تعالیٰ خون بہانے سے راضی نہیں ہوتا، ہم نے بتا دیا کہ اللہ تعالیٰ اسی خون بہانے سے راضی نہیں ہوتا، جو تقویٰ کے بغیر ہو۔ اور اگر تقویٰ کے ساتھ خون بہانا بھی اللہ تعالیٰ کی رضا کا موجب نہ ہو تو بقول معترض لازم آتا ہے کہ ایام حج میں خاص مکہ معظمہ میں بھی جانوروں کا ذبح کرنا رضائے الٰہی کے خلاف اور محض بے فائدہ ہے۔

رہی چوتھی بات کہ ایام حج میں باہر سے جانور لا کر مکہ معظمہ میں ذبح کیے جائیں۔ اور جس طرح حج مکہ کے سوا کہیں نہیں ہوسکتا۔ اسی طرح قربانی بھی مکہ کے علاوہ اور کہیں نہیں ہوسکتی، تو اس مسئلہ میں انشاء اللہ العزیز آگے چل کر ہم تفصیلی گفتگو کریں گے۔ سر دست اتنی بات عرض کر دینا کافی ہے کہ مکہ میں قربانی کا انکار کس نے کیا ہے؟ جو آپ اس کو ثابت کرنے کے لیے بے سرو پا گفتگو کر

رہے ہیں، بحث تو اس امر میں ہے کہ مکہ معظمہ کے علاوہ کسی جگہ قربانی ہوسکتی ہے یا نہیں؟ تو:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہ آپ قرآن کریم کی ایک آیت ایسی پیش نہ کر سکے، جس میں اللہ تعالیٰ نے مکہ مکرمہ کے سوا دوسری جگہ قربانی کی ممانعت فرمائی ہو۔ حج کی اضافت بیت کی طرف قرآن مجید میں وارد ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلاً۔

لہٰذا بیت اللہ کے بغیر کسی جگہ حج نہیں ہوسکتا، لیکن قربانی کی اضافت قرآن مجید میں کسی جگہ بیت اللہ یا مکہ ومنیٰ کی طرف ثابت نہیں۔ اس لیے اس کو مکہ معظمہ کے ساتھ خاص کرنا قرآن مجید میں تحریف کرنا ہے۔ ہدی کے متعلق ہم بھی مانتے ہیں کہ وہ بیت اللہ کی طرف منسوب ہے۔ لیکن وہ ہدی ہے، قربانی (اضحیہ) نہیں۔ ان دونوں کا فرق انشاء اللہ دلائل کی روشنی میں آئندہ بیان کیا جائے گا۔

علاوہ ازیں جن آیات سے معترضین نے قربانی کے جانوروں کا صرف مکہ میں ذبح کیا جانا سمجھا ہے۔ ان آیات میں قربانی کے جانور (اضحیہ) مراد نہیں۔ بلکہ وہاں تمتع دم احصار، اور دم جنایت مراد ہے، جس کی مروجہ قربانی سے دور کا تعلق بھی نہیں۔ آئندہ چل کر یہ تفصیل آپ کے ذہن نشین ہو جائے گی۔

قربانی، ملت ابراہیمی اور دین اسلام کا شعار عظیم

اب رہی مروجہ قربانی! تو مضمون نویس صاحب کی نظر اس حکمت تک نہیں پہنچی! میں اپنے مخاطب پر اس حقیقت کو واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ وہ قربانی جسے آپ خلاف عقل کہہ رہے ہیں۔ ملت ابراہیمی اور دین اسلام کا شعار عظیم ہے۔ اس اجمال کی تفصیل بڑی شرح وبسط چاہتی ہے۔ مگر میں نہایت اختصار اور جامعیت کے ساتھ اس کو بیان کرنے کی کوشش کروں گا۔

ہر مسلمان جانتا ہے کہ اصل دین توحید ہے! توحید کی ضد ہے۔ شرک! ہمارے رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ جس شدید ظلمت اور تاریخی کے دور میں پیدا ہوئے کسی سے مخفی نہیں۔ ملت ابراہیمی کی حقیقت کفر وشرک کی تاریکیوں میں گم ہو کر رہ گئی تھی۔ ایک خدا کی بجائے ہزاروں نہیں، بلکہ لاکھوں خداؤں کی پوجا ہونے لگی تھی۔ پرستش اور بندگی کے جتنے طریقے اللہ تعالیٰ کے لیے ہو سکتے تھے۔ وہ سب باطل خداؤں اور بتوں کے لیے مخصوص ہو چکے تھے۔

عبادت کی تمام صورتیں جو اللہ تعالیٰ کے شایان شان تھیں بتوں کے لیے اختیار کی جاتی تھیں، جن کا مختصر بیان یہ ہے کہ مشرکین اپنے معبودان باطلہ کا نام لے کر ان کی بزرگی اور بڑائی بیان کیا کرتے تھے۔ اپنے بتوں کے لیے سجدہ کرتے تھے، بتوں سے مدد مانگتے تھے بتوں کو الہٰ جاننے کی

وجہ سے ان کو جانداروں کی جان کا مالک سمجھتے تھے۔ اور اسی وجہ سے ان کے نام پر جانور ذبح کرتے تھے، بتوں کے نام پر دور دور سے جانور بھیجے جاتے تھے۔

مختصراً یوں کہیے کہ مالی اور بدنی عبادتیں بتوں کے لیے مخصوص تھیں۔ مشرکین اپنے بتوں کی جو بدنی عبادت کرتے تھے۔ اس میں تین چیزیں بہت نمایاں ہوتی تھیں۔

۱۔ سجدہ۔ ۲۔ دعائیں۔

۳۔ اپنی زبان سے ان کی بزرگی اور بڑائی بیان کرنا

اور عبادت مالی میں جو چیز سب سے زیادہ نمایاں تھی وہ بتوں کے نام پر جانوروں کا ذبح کرنا تھا۔

عبادات مالی و بدنی خالص اللہ کے لیے ہیں

دین اسلام جس کی بنیاد خالص توحید پر ہے، شرک کو بیخ و بن سے اکھاڑے بغیر قائم نہیں ہو سکتا تھا، جس کی صورت یہی ہو سکتی تھی کہ عبادت مالی اور بدنی صرف اللہ تعالیٰ کیلئے خاص کر دی جائے اور اس خصوصیت کا نشان ہر فرد مسلم کے پیش نظر ہو۔ عام اس سے کہ وہ مسلمان مکہ میں ہو، یا ہو مدینہ میں، کسی شہر میں ہو یا کسی قریہ میں توحید کا نشان اس کے سامنے ہونا چاہیے! تاکہ مرد مسلم ہر قدم پر اسلام کے آثار و علامات اور علم توحید کے سایہ میں اپنے دین و ایمان کو لیے ہوئے اسلامی زندگی بسر کر سکے، اس حکمت بالغہ کے تحت ہر شہر و قریہ میں مساجد اور ان میں پنج گانہ اذان اور باجماعت نماز مقرر کی گئی جو عبادت بدنی کے تمام شعبوں پر حاوی اور متعدد شعائر دین کا مجموعہ ہے اور اسی حکمت کے مطابق عبادت مالی کا نمایاں پہلو (معبودوں کے نام پر جانور ذبح کرنا) بتوں سے ہٹا کر معبود برحق اللہ تعالیٰ جل مجدہٗ کے لیے مخصوص کیا گیا اور ایک شعار دینی کی صورت میں اجتماعی عبادت کی شکل دے کر ہر ہر شہر و قریہ میں اس کو جاری کر دیا گیا......"

چونکہ عبادت مالی اور بدنی! عبادت ہونے میں دونوں شریک ہیں۔ اس لیے جس طرح عبادت بدنی میں انفرادی اور اجتماعی دونوں صورتیں عام کی گئیں کہ سنن و نوافل اور وتر وغیرہ ہر شخص الگ الگ پڑھ لیتا ہے مگر عیدین، جمعہ اور جماعت سب مل کر ادا کرتے ہیں، بالکل اسی طرح عبادت مالی کا حال ہے۔ کہ ہر شخص جب بھی کوئی جانور اپنی ذاتی ضروریات یا مذہبی حاجت کی بناء پر ذبح کرے، وہ اللہ ہی کے نام پر ذبح کرے۔ اور ایام قربانی میں تمام امت مسلمہ اجتماعی صورت میں یہ عبادت بجا لائے۔ جس طرح اذان، نماز باجماعت، جمعہ، عیدین، شعائر اللہ میں داخل ہیں۔ اسی طرح ہر قصبہ میں قربانی بھی شعائر دین میں سے ہے۔

اب بتایئے! مروجہ قربانی شرک کی تباہی اور توحید کے دوام و بقاء پر دال ہے یا نہیں دوسرے لفظوں میں یوں کہیئے کہ شرک کے مٹنے اور توحید کے قائم ہونے کی وہ عظیم الشان یادگار ہے۔ جو ساڑھے تیرہ سو برس سے آج تک چلی آ رہی ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ اس وقت تک رہے گی۔ جب تک کہ خدا کی زمین پر لا الہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ پڑھنے والا ایک شخص بھی قائم رہے گا۔ آپ ایڑی چوٹی کا زور لگا لیجئے۔ آپ کے مٹانے سے دین کا یہ شعار مٹ نہیں سکتا۔ یریدون لیطفؤا نور اللہ بافواھھم واللہ متم نورہٖ ولو کرہ المشرکون۔

کیا قربانی کا مقصد، غذائی ضرر ویات پورا کرنا ہے؟

آپ کے نزدیک قربانی کا فلسفہ اجتماع حج کے موقع پر غذائی سہولت ہے، ٹھیک ہے۔ اسیران شکم کو شکم پروری کا فلسفہ نہ سوجھے تو کیا سوجھے! فکر ہر کس قدر ہمت اوست! عبادات اسلامیہ کا منتہا! شکم پروری ہونا کیا کہنا ہے؟ پیٹ بھر لینا تو کتوں، بلیوں کے لیے بھی مشکل نہیں۔ آپ نے انسانوں کا کمال اسی میں منحصر کر دیا۔

ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

اسلام نے کھانے پینے کا مقصد عبادت قرار دیا ہے۔ آپ عبادت کا مقصد کھانا پینا قرار دے رہے ہیں؟

ببیں تفاوت رہ از کجا ست تابہ کجا

کسی حکومت کے قومی جھنڈے کو اتارنے کی کوشش کرنا اس حکومت کے نزدیک ناقابل برداشت جرم ہے، آپ حکومت خداوندی کی علامت کو مٹانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ کچھ سوچئے! حکومت کی پختگی، استحکام بقاء و دوام کے لیے جو روپیہ خرچ کیا جائے۔ ایک جاہل کی نظر میں وہ ضرور قابل اعتراض ہوگا۔ لیکن ارباب حکومت سے پوچھا جائے تو وہ کیا جواب دیں گے؟ دین متین کے برقرار رہنے۔ توحید کے بقاء و دوام کی خاطر قربانی پر جو روپیہ ہر سال خرچ ہوتا ہے۔ وہ بے خبر لوگوں کی نظر میں قابل اعتراض ہونا ہی چاہیے۔ لیکن استحکام سلطنت پر روپیہ خرچ کرنے والے کو مطعون کرنے کا مزہ اسی وقت آئے گا۔ جب دفاعی لائن کمزور ہونے کی وجہ سے دشمن سر پر آ پہنچے گا اور قتل و غارت کا بازار گرم ہونے لگے گا۔ بالکل اسی طرح شعائر دین کو باقی رکھنے کے لیے روپیہ صرف کرنے پر جو لوگ اعتراض کرتے ہیں انہیں اسی وقت اس کا پتا چلے گا۔ جب مسلمانوں کی لاپرواہی کے سبب شعائر دین ختم ہو جائیں گے اور توحید کی جگہ شرک لے گا۔ دین ختم ہو کر کفر و بے دینی کا دورہ ہوگا اور

اسی وقت عذاب الٰہی کی گرفت سخت ہو جائے گی۔

میری سمجھ میں نہیں آتا کہ قربانی پر جو روپیہ صرف ہوتا ہے اس کو خلاف عقل وحکمت قرار دیا جا رہا ہے۔ لیکن قربانی سے لاکھوں بلکہ کروڑوں درجہ زیادہ سینماؤں، تھیٹروں، کلب گھروں، قحبہ خانوں اور اسراف وتبذیر کی بے شمار مدوں پر مسلمانوں کے گاڑھے پسینے کی کمائی کا جو روپیہ خرچ ہو رہا ہے۔ اس کے متعلق آپ کے دل میں درد کی کوئی کسک پیدا نہیں ہوئی۔ قربانی پر تو آپ کا دل اس قدر دکھا کہ دکھی دل کی التجائیں سنانے کے لیے آپ چیخ رہے ہیں۔ استحکام پاکستان اور کشمیر فنڈ کا خیال آپ کو تڑپا رہا ہے۔ لیکن ان تمام بد اخلاقیوں میں جو کروڑوں سے زیادہ روپیہ خرچ ہو رہا ہے۔ قوم کے اخلاق، صحت، تہذیب، کلچر سب کچھ تباہی کی بھینٹ چڑھ رہے ہیں۔ جس کی وجہ سے پاکستان کو بھی ضعف پہنچ رہا ہے۔ کبھی آپ کو خیال نہ آیا کہ قوم اور حکومت کو اس طرف توجہ دلائیں۔ اور وہ روپیہ جو ان سیاہ کاریوں پر صرف ہو رہا ہے۔ اس سے اسلحہ خریدا جائے اور کشمیر فنڈ کی امداد کی جائے۔ کیا کہنے ہیں۔ آپ کے دکھی دل کے، چھری بکری پر چلتی ہے مگر دکھ درد آپ کو ہوتا ہے۔

حافظ شیرازی خوب کہہ رہے ہیں۔

نہاں کے ماند، آں راز ے کزوساز ند محفلہا

حقیقت یہ ہے کہ آپ کے دل میں استحکام پاکستان کی خواہش ہے۔ نہ کشمیر فنڈ کی امداد کا جذبہ۔ درحقیقت آپ اسلام اور شعائر اسلام کے دشمن ہیں، یہی وجہ ہے کہ کسی معصیت پر روپیہ خرچ کرنے سے آپ کے دل میں درد نہیں ہوتا۔ لیکن اطاعت وعبادت پر صرف، مال آپ کے دل کو دکھا رہا ہے۔

آج آپ نے قربانی پر ہاتھ صاف کیا ہے، مجھے ڈر ہے کہ جس دلیل سے آپ قربانی کو خلاف عقل وحکمت ایمان کہہ رہے ہیں۔ کل حج، زکوٰۃ صوم وصلوٰۃ، جمعہ، عیدین، اذان و مساجد، بقیہ شائر دین کو بھی اسی دلیل سے گندگی، رجس اور موجب عذاب وسزا کہہ دیں گے اور اپنے دکھی دل کی التجا لوگوں کو سنانے لگیں گے۔ تعمیر مساجد میں روپیہ صرف کرنا بھی خلاف حکمت قرار پائے گا۔ کیونکہ بغیر مسجد کے بھی نماز ہو سکتی ہے۔ بلکہ نماز میں بلاوجہ پانچوں وقت، وقت صرف کرنا آپ کے نزدیک حماقت قرار پائے گا! حج میں تو ہر سال قربانی سے بھی زیادہ روپیہ صرف ہوتا ہے۔ اس سے بھی آپ کے دل کو ضرور دکھ پہنچتا ہوگا۔ ہر سال حج کو جانا اور کروڑوں روپیہ صرف کرنا آپ کے دکھی دل پر نشتر کا کام کرتا ہوگا۔ کاش یہ روپیہ استحکام پاکستان، کشمیر فنڈ اور اسلحہ خریدنے پر خرچ کیا جاتا۔

روزہ رکھنا بھی بظاہر کمزوری کا سبب ہے یہ جنگ کے لیے تیاری کا زمانہ ہے۔ اس وقت روزہ رکھ کر کمزور ہونا خلاف عقل وحکمت ہونا چاہیے۔ زکوٰۃ دینا بھی بے معنی ہوگا۔ کیونکہ حکومت نے

عوام پر جو متعدد قسم کے ٹیکس عائد کیے ہوئے ہیں۔ ان کے بعد زکوٰۃ دینے کی کوئی ضرورت نہیں رہتی۔ غرض کہ۔

قیاس کن ز گلستان من بہار مرا

آپ کے پمفلٹ کا مضمون آپ کے عزائم و مقاصد کو اہل بصیرت کے سامنے بے نقاب کر رہا ہے۔

آپ فرماتے ہیں کہ اسلام عین قربانی ہے۔ یعنی اسلام میں داخل ہونے کے بعد قربانی کا مفہوم خود بخود ادا ہو جاتا ہے۔ پھر اسی قدر رسمی قربانی کی کیا ضرورت ہے۔ قربانی کے خلاف کیا اچھی دلیل ہے۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ اسلام عین قربانی ہے۔ پھر مسلمانوں کو اس رسمی قربانی کی کوئی حاجت نہیں۔

اگر اس کے ساتھ اتنی بات اور کہہ دی جاتی کہ اسلام کے معنی ہیں "گردن نہادن بطاعت" یعنی اسلام عین سجدہ اور طاعت ہے لہٰذا اس رسمی سجدہ اور طاعت کی کوئی حاجت نہیں تو قصہ ہی ختم ہو جاتا۔

قربانی کے نقائص بیان کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں کہ معدہ پر یہ بارگراں ہر سال حکیموں ڈاکٹروں کی گرم بازاری کا سبب ہوتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اگر آپ کی اس مزعومہ گرم بازاری کو صحیح تصور کر لیا جائے تو اس کا سبب قربانی کرنا نہیں۔ بلکہ قربانی کے بعد مسنون طریقہ اس کے گوشت کی عدم تقسیم ہے۔ اگر ارشادِ نبوی ﷺ کے موافق عمل کیا جائے تو کسی گھر میں گوشت اتنی مقدار میں باقی نہیں رہ سکتا، جس کی بناء پر آپ کو اس اعتراض کا موقع ملے۔ یوں تو ہر مذہبی کام کی ادائیگی میں بعض ناواقف لوگوں سے کوئی ایسی غلطی ہو جاتی ہے۔ جس کی وجہ سے اس قسم کے مفاسد لازم آ جاتے ہیں۔ لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ایسے غلط کار کو مذہبی فریضہ سے روک دیا جائے بلکہ اس کی غلطی کی اصلاح کرنی چاہیے۔ آپ نے قرآن کریم کی آیت لن ینال اللہ لحومھا ولا دمائھا سے بھی قربانی کی تردید فرمائی ہے لیکن ہر ذی شعور انسان سمجھ سکتا ہے کہ لحومھا و دمائھا جس کا ترجمہ ہے۔ اس کے گوشت اور خون! قربانی کیے بغیر ان کا گوشت خون کیسے متحقق ہو گا؟ یہ الفاظ قربانی کا اعلان کر رہے ہیں۔ رہا یہ امر کہ اللہ تعالیٰ کو ان کا خون اور گوشت نہیں پہنچتا۔ تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ قربانی کرنا بے سود ہے۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ قربانی کرتے وقت تمہارے دل میں تقویٰ اور پرہیز گاری کا ہونا ضروری ہے، یہی چیز تمام اعمال صالحہ کی بنیاد ہے ایک قربانی کیا۔ ہمارا کوئی بھی عمل تقویٰ کے بغیر بارگاہ الٰہی میں مقبول نہیں ہوتا۔ اب اس سے یہ نتیجہ نکال لینا کہ اعمال

صالحہ بے کار ہیں۔ بس تقویٰ ہی تقویٰ ہونا چاہیے۔ تو میری سمجھ میں نہیں آتا کہ نہ نماز ہو نہ روزہ، نہ حج ہو، نہ زکوٰۃ ہو، کوئی نیکی اور عبادت نہ ہو۔ مگر اس کے باوجود آدمی متقی اور پرہیزگار ہو جائے۔ بغیر دولت کے امیر، بے ملک کا نواب، بے عمل متقی، آپ ہی کے یہاں ہوتے ہوں گے؟ ہم تو اس فلسفہ کو سمجھنے سے قاصر ہیں۔

آپ نے یہ بھی خوب کہا کہ مکہ مکرمہ کے سوا قربانی کہیں جائز نہیں۔ ساری دنیا جانتی ہے۔ کہ ایام حج میں عہد رسالت سے لے کر اب تک منیٰ میں قربانی ہوتی چلی آئی ہے، جو مکہ سے کئی میل دور ہے یعنی آپ کے نزدیک کسی حاجی کی قربانی ہی آج تک نہیں ہوئی۔

اضحیہ اور ھدی میں فرق

اس مسئلہ میں مضمون نگار کی تیسری بنیادی غلطی یہ ہے کہ انہوں نے اضحیہ اور ھدی میں فرق نہیں کیا۔ جنہیں تین وجوہ کی بناء پر انہوں نے سورہٗ بقر، سورۂ مائدہ اور سورۂ حج کی آیتوں سے ایام حج میں قربانی کا ذکر کیا ہے۔ وہ اضحیہ نہیں بلکہ ھدی ہیں ہدیا اور ضحایا میں فرق ہے وہ کتب معتبرہ سے بیان کرتا ہوں۔ ناظرین کرام اس کو اچھی طرح سمجھ لیں۔

''ھدی '' اصل میں اس جانور کو کہتے ہیں جو ذبح کرنے کے لیے کعبہ کی طرف بھیجا جائے پھر محاورات عرب میں اس لفظ کا اطلاق ہر اونٹ پر ہونے لگا۔ عام اس سے کہ وہ کعبہ کی طرف بھیجا جائے یا نہ بھیجا جائے۔

مجمع بحارالانوار ص ۴۸۰ میں ہے:

الهديته بالتشديد كالهدى مخففة وهو ما يهدى الى الكعبة لينحر فا طلق علىٰ جميع الابل وان لم يكن هد يا...... الخ

اور اضحیہ لغتہ میں اس جانور کا نام ہے، جو ایام اضحیٰ میں ذبح کیا جائے۔ یہ تسمیته از قبیل تسمیته الشئ باسم وقته ہے اور اصطلاح شرع میں اضحیہ ایسے حیوان مخصوص کے ذبح کرنے کو کہتے ہیں، جو وقت مخصوص میں بہ نیت قربت ذبح کیا جائے۔

درمختار جلد اول ص ۲۷۷ میں ہے:

الاضحية اسم لما يذبح ايام الاضحىٰ من سمية الشئ باسم وقته وشرعاً ذبح حيوان مخصوص بنية القوبة فى وقت مخصوص. ١٥

اس تشریح سے معلوم ہوا کہ ہدی کے مفہوم میں مکان مخصوص (الی الکعبة) معتبر ہے اور اضحیہ کے مفہوم میں مخصوص زمانہ (ایام اضحیٰ ۱۰،۱۱،۱۲۔ذی الحجہ) کا اعتبار ہے مروجہ قربانی اضحیہ ہے نہ

ہدی! مؤلف صاحب نے جن آیات سے قربانی بمعنی اضحیہ سمجھا۔ وہ بالکل غلط ہے، ان آیات میں دم احصار، دم تمتع یا دم جنابت کا ذکر ہے۔ جس کو بعض حالتوں میں ہدی کہہ سکتے ہیں۔ مگر اضحیہ نہیں کہہ سکتے!

وہ قربانی جس کو اضحیہ کہا جاتا ہے اس کا ذکر ان آیات میں نہیں جنہیں مؤلف صاحب نے اپنے دعوے کی تائید میں پیش کیا ہے۔ اضحیہ کا ذکر سورۃ الکوثر کی اِس آیۃ میں ہے:

فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانۡحَرۡ.

حبیب! اپنے رب کے لیے نماز پڑھو اور اسی کے لیے قربانی کرو۔

جن احادیث میں مروجہ قربانی کا ذکر تفصیل سے آیا ہے۔ ان کو قرآن کے خلاف کہنا سخت بے دینی اور گمراہی ہے۔ وہ تمام احادیث وَانۡحَرۡ کی تشریح وتفسیر کا درجہ رکھتی ہیں۔ احادیث اضحیہ کو خلاف قرآن کہنا اس وقت درست ہوتا جب کہ قرآن کریم میں اضحیہ کی ممانعت ہوتی۔ مؤلف صاحب نے احادیث اضحیہ کو خلاف قرآن تو کہہ دیا مگر کوئی آیت اضحیہ کے خلاف پیش نہ کر سکے۔

یہاں ایک شبہ پیدا ہوسکتا ہے کہ اَنۡحَرۡ کے متعدد معنی کیے گئے ہیں۔ جو حسب ذیل ہیں۔

۱۔ دو سجدوں کے درمیان اس طرح بیٹھنا کہ سینہ ظاہر ہو جائے۔

۲۔ نماز میں سینہ پر ہاتھ باندھنا۔

۳۔ نماز میں رفع یدین کرنا۔

۴۔ قربانی کرنا۔

جب تک قربانی کرنے کے معنی دوسرے معنی پر راجح ہونا ثابت نہ ہو۔ اس وقت آیت مبارکہ کو قربانی پر محمول کرنا درست نہیں۔

اس کے جواب میں تفسیر کبیر سے امام فخر الدین رحمہ اللہ تعالیٰ کے بیان کا خلاصہ نقل کرتا ہوں، جو اس شبہ کو بیخ و بن سے اکھاڑ دینے کے لیے کافی ہے۔

"انحر" سے مراد قربانی

امام رازی رحمتہ اللہ علیہ تفسیر کبیر میں اس آیت کے تحت فرماتے ہیں:

اکثر اور عامۃ المفسرین کا قول یہ ہے کہ اَنۡحَرۡ سے قربانی مراد ہے اور یہ معنی باقی معانی سے اولیٰ ہیں۔

اولویت کے پانچ وجوہ ہیں۔

اول یہ کہ اللہ تعالیٰ نے جب بھی نماز کا امر فرمایا ہے۔ زکوٰۃ کا بھی ساتھ ہی امر فرما دیا ہے

لہٰذا آیت کریمہ فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانۡحَرۡ میں وَانۡحَرۡ سے قربانی مراد لی جائے گی۔

عبادت مالی ہونے کی وجہ سے بمنزلہ زکوٰۃ کے ہے۔

دوم یہ کہ مشرکین اپنے بتوں کے لیے صلوٰۃ اور قربانی کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے دونوں کاموں کو اپنے لیے خاص فرما دیا (اگر وانحر کے معنی قربانی نہ ہوں تو قربانی کا اللہ تعالیٰ کے لیے خاص ہونا ثابت نہ ہوگا)

سوم یہ کہ نماز میں سینہ پر ہاتھ باندھنا اور رفع یدین وغیرہ امور نماز کے آداب و العاض سے ہیں۔ وَانۡحَرۡ ، فَصَلِّ کا معطوف ہے اور کسی شے کے بعض کا عطف اس کے جمیع پر امر بعید ہے (لہٰذا وانحر سے قربانی مراد لینا ضروری ہوا۔ تا کہ کلام الٰہی میں یہ قباحت لازم نہ آئے۔

چہارم یہ کہ فصل میں امر الٰہی کی تعظیم اور وانحر میں شفقة علی خلق اللہ کی طرف اشارہ ہے اور جملہ حقوق عبودیت ان دو اصولوں سے خارج نہیں اس لیے قربانی کے معنی مراد لینا اولیٰ ہے۔ فصل میں امر الٰہی کی تعظیم ہونا ظاہر ہے۔ قربانی میں شفقة علی خلق اللہ کے کئی پہلو ہیں۔ ایک یہ کہ قربانی کے جانور ذبح ہونے کے بعد حدیث صحیح کے مطابق جنت میں جائیں گے۔ اس پہلو سے جانوروں پر شفقت ہوئی اور قربانی کرنے والے قربانی کی وجہ سے ثواب اخروی کے مستحق ہوں گے۔ ان کے حق میں شفقت ہے، پھر عام غربا اور مساکین دنیا میں قربانی کا گوشت کھائیں گے یہ بھی شفقت کا ایک پہلو ہے)۔

پنجم یہ کہ لفظ نحر کا استعمال باقی معانی کی بہ نسبت قربانی کے معنی میں زیادہ مشہور ہے اس کلام الٰہی کا محل اسی معنی پر واجب ہے۔

جلالین میں ہے۔ وانحر نسکک صادی حاشیہ جلالین میں ہے:

وانحر نسکک ای ھدایاک وضحایاک

روح المعانی میں ہے۔

وقیل المراد بھا صلوٰۃ العید وبالنحر التضحیہ.

اس کے بعد فرمایا:

والاکثرون علیٰ ان المراد بالنحر نحر الاضاحی

یعنی اکثر مفسرین کا مذہب یہ ہے کہ نحر سے مروجہ قربانی مراد ہے۔

اس بیان سے یہ امر روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ مروجہ قربانی کا حکم قرآن کریم کی آیت ...... فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانۡحَرۡ...... میں موجود ہے۔ البتہ اس کی تشریح احادیث میں وارد ہے۔ مضمون نویس صاحب دبے لفظوں میں اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ جو حدیث، قرآن حکیم کے

مخالف نہ ہو۔ وہ قبول کی جائے گی۔ ہم نے ثابت کر دیا کہ احادیث قربانی کسی آیت قرآنی کے مخالف نہیں۔ بلکہ حکم ربانی وانحر کی تشریح و تفسیر ہیں۔ اب ان احادیث میں سے چند حدیثیں ہدیہ ناظرین کرتا ہوں۔

۱۔ ترمذی کی روایت ہے: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:
رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ میں دس سال رہے۔ درآں حالیکہ قربانی فرماتے تھے۔

۲۔ امام احمد، ابن ماجہ، زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:
صحابہ نے عرض کیا حضور! یہ قربانیاں کیا ہیں؟ سرکار ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے۔ (الحدیث)

۳۔ امام بخاری و مسلم و اصحاب سنن اربعہ نے براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ قربانی کے دن حضور سید عالم ﷺ نے (مدینہ منورہ میں ہمیں خطبہ سنایا اور فرمایا کہ قربانی کے دن ہمارا پہلا کلام یہ ہے کہ ہم نماز پڑھیں۔ پھر واپس آ کر قربانی کریں۔ جس نے ایسا کیا وہ ہماری سنت و شریعت کو پہنچ گیا اور جس نے نماز عید سے پہلے قربانی کر لی تو وہ بکری اس کے اہل و عیال کے لیے گوشت حاصل کرنے کے لیے بعجلت تمام ذبح کر لی گئی ہے۔ قربانی سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔

۴۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ (مدینہ منورہ میں) عید گاہ میں اونٹ اور دوسرے جانوروں کی قربانی فرماتے تھے۔

امام بخاری و مسلم حضرت جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں عیدالضحیٰ کے دن سرکار دو عالم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام نے نماز عید پڑھی۔ نماز سے فارغ ہو کر دیکھا تو چند قربانیاں نماز سے پہلے ہو چکی تھیں۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

”جس نے نماز سے پہلے قربانی کر دی اسے چاہیے کہ اس کی بجائے دوسری کرے۔“

ان کے علاوہ بے شمار احادیث صحیحہ مروجہ قربانی کے متعلق وارد ہیں جن کو نقل کیا جا سکتا۔

صحابہ کرام، خصوصاً خلفاء راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین مکہ معظمہ کے علاوہ مدینہ طیبہ اور دوسرے مقامات میں ہمیشہ قربانیاں کرتے رہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہر سال حضور ﷺ کی وصیت کے مطابق حضور ﷺ کی طرف سے بھی قربانی کیا کرتے تھے۔ عہد رسالت سے لے کر آج تک مسلمان اسی شعار دینی کو قائم رکھتے چلے آئے، یہ علیحدہ بات ہے کہ کسی نے سنت سمجھ کر قربانی کی

اور کسی نے واجب جان کر۔ مگر اصل قربانی کے مشروع ہونے میں آج تک امت مسلمہ کے کسی فرد نے اختلاف نہیں کیا۔ یہی سبیل مومنین ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

ومن یتبع غیر سبیل المؤمنین نولہٖ ماتولیٰ ونصلہٖ جھنم۔

جس نے سبیل مومنین کے علاوہ کوئی اور راستہ تلاش کیا ہم اسے جہنم رسید کریں گے۔

علامہ شامی نے حلوائی سے نقل کیا ہے کہ اصل اضحیہ کا انکار کفر ہے۔ مؤلف صاحب جو، اضحیہ (قربانی) کو خلاف عقل و حکمت، خلاف ایمان، گندگی، رجس، موجب سزا و عذاب قرار دے رہے ہیں۔ انہیں سوچنا چاہیے کہ آپ کا یہ حکم کہاں تک پہنچتا ہے، میں عرض کر چکا ہوں کہ عہد رسالت سے لے کر اب تک امت مسلمہ کا ہر فرد اصل اضحیہ کا قائل رہا ہے اور ابتدائے اسلام سے اب تک تمام قربانی کرتے چلے آئے ....

مؤلف صاحب کے نزدیک نعوذ باللہ وہ سب گمراہ، بے ایمان، مستحق عذاب و سزا ہیں۔ سبیل مومنین کے خلاف چل کر نجات کا متمنی ہونا دین کے ساتھ تمسخر نہیں تو اور کیا ہے۔ رہیں وہ احادیث جن میں آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام کے قربانی کے جانوروں کا کعبہ کی طرف بھیجنا مروی ہے۔ تو میں آپ کو پہلے بتا چکا ہوں کہ وہ جانور ضحایا نہیں بلکہ ہدایا ہیں۔ کوئی مسلمان ان کا منکر نہیں۔ دم تمتع، دم جنابت، دم احصار، تینوں قسم کے جانور منیٰ وغیرہ میں ذبح کیے جاتے ہیں۔ اور ان ہی میں بعض صورتیں ایسی ہیں جن میں فدیہ یا روزہ جانور ذبح کرنے کے قائم مقام ہو سکتا ہے۔ ضحایا کو ہدایا اور ان میں سے ایک کے احکام کو دوسرے پر قیاس کرنا آپ جیسے حضرات ہی کا کام ہے۔

قرآن، قانون اور حدیث اس کی تشریح ہے

قبل ازیں پوری تفصیل کے ساتھ اس حقیقت کو واضح کر چکا ہوں۔ اب آخر میں پھر عرض کر دوں کہ قرآن ایک قانون کی حیثیت رکھتا ہے اور حدیث اس کی تشریح ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام کی تشریح اپنے رسول ﷺ کو سکھائی اور قرآن مجید میں حکم دیا کہ:

مااتکم الرسول فخذوہ وما نھا کم عنہ فانتھوا۔

رسول تمہیں جو کچھ دیں تم اسے لے لو، اور جس چیز سے وہ تمہیں روک دیں اس سے رک جاؤ۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب کا معلم صرف اپنے رسول ﷺ کو بنایا۔ ایسا نہیں کیا کہ ہر کس و

ناکس کو اس کی الٹی سیدھی سمجھ کے مطابق قرآن سمجھنے کی اجازت دے دی ہو۔ اس لیے کہ اس قسم کی آزادی قرآن کریم کے بازیچۂ اطفال اور دین متین کو اضحوکہ بنا دینے کے مترادف ہے، ہر شخص جانتا ہے کہ بنی نوع انسان اپنی عقل وفہم میں مختلف الحال ہیں۔ ایسی صورت میں ہر شخص اپنی سمجھ کے موافق قرآن کا مطلب اخذ کرے گا اور جس طرح چاہے گا اپنے اغراض وخواہشات پر قرآن کریم کو منطبق کرنے کی کوشش کرے گا۔ جو نزول قرآن کی حکمت اور مصالح دین کے قطعاً منافی ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے قرآن فہمی کے لیے تمام دنیا کو تعلیم رسول ﷺ کا پابند کر دیا۔ تاکہ کوئی شخص مصالح خداوندی کے خلاف قرآن کریم کو استعمال نہ کر سکے۔ اس زمانہ میں جس قدر فتنے رونما ہو رہے ہیں ان سب کی علت یہی ہے کہ فتنہ پردازوں نے تعلیم رسالت اور بیان نبوت سے الگ ہو کر اپنی ناقص فہم سے قرآن کو سمجھنے کی کوشش کی۔ پاکستان ٹائمز کے مقالہ نویس نے لفظ مُلاَّ بول کر جس چیز کی توہین وتحقیر کی ہے۔ درحقیقت وہ یہی تعلیمات رسالت ہیں جن کو قرآن کریم ویعلمھم الکتب والحکمۃ کی روشنی میں بار بار پیش کر رہا ہے اور اسی تعلیم نبوی کی طرف علماء دین، امت مسلمہ کو دعوت دے رہے ہیں۔ منکرینِ زمانہ لفظ مُلاَّ کی آڑ میں تعلیماتِ نبویہ کی جو توہین وتنقیص کر رہے ہیں اور نبی کریم ﷺ کی ذات اقدس کے ساتھ اپنے بغض وعداوت کا مظاہرہ کرتے ہوئے قرآن کریم کا جو مذاق اڑا رہے ہیں۔ وہ دین پسند طبقہ سے مخفی نہیں۔ اس وقت اس خباثت کا وبال ظاہر ہو یا نہ ہو۔ لیکن انشاء اللہ آگے چل کر ان بے دینوں کو عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ اس کا انجام کیا ہوتا ہے۔

وَسَیَعْلَم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون.

(الشعراء۔ ۲۲۷)

فتنۂ انکار حدیث کا محاسبہ

قربانی جیسے اہم دینی فریضہ کو کعبۃ اللہ یا مکہ مکرمہ تک محدود کرنے اور مکہ مکرمہ سے باہر کہیں بھی قربانی کے عدمِ جواز کا شوشہ چھوڑنے والوں اور ان کے سربراہ غلام احمد پرویز کا علمی محاسبہ شارح مسلم علامہ غلام رسول سعیدی نے خوب کیا ہے اس پر نظر رکھنے والے قارئین اس بے بنیاد پراپیگنڈہ میں نہیں آ سکتے۔

اسوۂ ابراہیم کو تازہ کرنے کے لیے فرزندانِ اسلام ہمیشہ دس ذی الحج کو قربانی کیا کرتے ہیں۔ اِسلامی فرقوں میں عقائد و افکار کے اختلاف کے باوصف یہ ایک خوشگوار ہم آہنگی تھی، لیکن مادہ پرستی کے اس دور میں یہ نقطہ اتحاد بھی قائم نہ رہ سکا اور کچھ دیر سے یہ آواز آنے لگی ہے کہ قربانی صرف حجاج کے لیے ہے۔

عام مسلمانوں کے لیے نہ یہ سنت ابراہیمی ہے نہ سنت محمدی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ قربانی کی وجہ سے ہر سال لاکھوں جانور ضائع ہو جاتے ہیں۔ اور بے حساب روپیہ برباد جاتا ہے اسی رقم کو اگر رفاہی اُمور پر صرف کیا جائے تو ملک و ملت کے بہت سے بگڑے ہوئے کام سنور سکتے ہیں۔ علاوہ ازیں قربانی کی ادائیگی کی سلسلہ میں غیر مقلد حضرات ہر سال امت مسلمہ کو اس مغالطہ میں مبتلا کرتے ہیں کہ قربانی چوتھے دن بھی ہو سکتی ہے اس لیے ضروری ہے کہ قربانی کا شرعی ثبوت، شبہات کا ازالہ، قربانی کے فضائل و فوائد اور اس کے ایام کی تحقیق پر مختصراً اور اجمالی گفتگو کر لی جائے۔

قربانی کا شرعی ثبوت:

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فصل لربک وانحر

نماز پڑھ اپنے رب لیے اور قربانی ادا کر

نحر کا لفظ متعدد معانی میں استعمال ہوتا ہے لیکن جمہور مفسرین نے اس آیت میں **نحر** کو قربانی پر محمول کیا ہے۔ چنانچہ علامہ راغب اصفہانی فرماتے ہیں:

وقوله فصل لربک وانحر حث علی مراعاة هذین الرکعتین وهما

الصلوة ونحرالهدی فانه لابه من تعاطیهما فذالک واجب فی کل دین وفی کل ملة.

(المفردات فی غرائب القرآن ص ۵۰۳)

فصل لربک وانحر میں نماز اور قربانی مراد لیا گیا ہے اور ان دونوں کو ادا کرنا ضروری ہے اور یہ ہر دین اور ہر ملت میں واجب رہی ہیں۔

امام فخر الدین رازی، محمود آلوسی اور دیگر مفسرین نے اس آیت میں نحر کو قربانی پر محمول کرنے کی حسب ذیل وجوہ بیان فرمائی ہیں:

(ا) قرآن کا اسلوب ہے کہ وہ نماز اور زکوٰۃ کا ساتھ ساتھ ذکر فرماتا ہے اور قربانی عبادت مالیہ ہونے کی وجہ سے بمنزلہ زکوٰۃ بس جب فصل سے مراد نماز ہے تو وَانحر سے قربانی مراد ہونی چاہیے۔

(ب) مشرکین اپنے بتوں کے لیے نماز اور قربانی دونوں ادا کرتے تھے پس جس طرح فصل سے نماز کو اللہ کے ساتھ خاص کیا گیا ہے چاہیے کہ وانحر سے قربانی کو اللہ کے ساتھ خاص کر لیا جائے۔

(ج) تمام عبادات کا رجوع دو چیزوں کی طرف ہے خالق کی عظمت اور مخلوق پر شفقت اور نحر کو قربانی پر محمول کرنے سے یہ دونوں امر حاصل ہو جاتے ہیں کیونکہ نماز عظمت خالق کی مظہر ہے اور قربانی مخلوق پر شفقت کو ظاہر کرتی ہے۔

(د) نحر کا لفظ باقی معانی کی نسبت قربانی کے معنی میں زیادہ مشہور ہے اور لفظ کو اس کے اشہر اطلاق پر محمول کرنا چاہیے۔

قرآن کریم کے علاوہ احادیث مبارکہ میں بھی قربانی کے ثبوت پر دلائل کثیرہ موجود ہیں بعض یہ ہیں:

امام عبدالوہاب شعرانی فرماتے ہیں کہ حاکم نے مرفوعا روایت کیا ہے:

من وجد سعة لان یضحی فلم یضح فلا یحضرن مصلانا. لواقع الافوان القدسیه (ص ۲۰۹)

جو شخص قربانی ادا کرنے کی طاقت رکھنے کے باوجود قربانی نہ کرے، وہ ہماری عید گاہ میں نہ آئے۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام نے حضور ﷺ سے عرض کیا ما هذا الاضاحی، حضور یہ قربانیاں کیا ہیں۔ آپ نے فرمایا سنة ابیکم ابراهیم یہ تمہارے باپ

حضرت ابراہیمؑ کی سنت ہیں (مشکوٰۃ ص ۱۲۹) اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام پورے دس سال مدینہ طیبہ میں اقامت پذیر رہے اور ہر سال قربانی ادا کرتے رہے (ترمذی ج ۱ ص ۱۸۲)، ان حدیثوں سے ظاہر ہو گیا کہ قربانی کرنا سنت ابراہیمی بھی ہے اور سنت محمدی بھی۔ اس مقام پر سنت طریقہ جاریہ کے معنی میں ہے یعنی حضرت ابراہیم سے لے کر رسول اللہ علیہ السلام تک اس پر عمل جاری رہا۔ عہد رسالت سے لے کر آج تک تمام مسلمان اس پر عمل کرتے ہیں اور قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

من یشاقق الرسول من بعد ماتبین لہ الھدیٰ ویتبع غیر سبیل المؤمنین نولہ ماتولی ونصلیہ جھنم وسائت مصیرا۔

جو حق واضح ہونے کے بعد رسول کے خلاف کرے اور مسلمانوں سے جدا راستہ پر چلے ہم اسے اس کے حال پر چھوڑ دیں گے اور جہنم میں داخل کر دیں گے اور وہ کیا ہی بری جگہ ہے۔

اس آیت میں غور کی جگہ ہے ان لوگوں کے لیے جو تمام مسلمانوں کے طریقہ کے علی الرغم قربانی کا انکار کرتے ہیں۔

ازالۂ شبہاتِ منکرین

منکرین قربانی کہتے ہیں کہ قربانی صرف حجاج کے لیے مشروع ہے اور ہر سال اور ہر شہر میں قربانی کرنا نہ سنت ابراہیمی ہے اور نہ سنت محمدی اس کے جواب میں اولاً گزارش ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں قربانی ادا کرنے کا امر عموم اور اطلاق سے فرمایا ہے حج کے ساتھ مقید نہیں کیا چنانچہ ارشاد ہوا: فصل لربک وانحر (اپنے رب کے لیے نماز اور قربانی ادا کر) اور احادیث رسول میں اس عموم کی تائید موجود ہے کیونکہ حضور علیہ السلام نے ہجرت کے بعد صرف ایک بار حج کیا اور مدینہ میں قیام کی پوری مدت میں ہر سال قربانی ادا فرماتے رہے (ترمذی) حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے مدینہ طیبہ میں ہمیں عید کی نماز پڑھائی۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے دیکھا کہ بعض لوگوں نے نماز عید سے پہلے ہی قربانی کر لی ہے تو آپ نے فرمایا تمہیں دوبارہ قربانی کرنی ہو گی۔ (مسلم) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے اپنے دست اقدس سے مدینہ طیبہ میں دو مینڈھوں کی قربانی کی ہے (بخاری) پس ظاہر ہو گیا کہ قربانی کا حکم حجاج اور مکہ کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ یہ حکم ہر صاحب نصاب مسلمان کے لیے ہر شہر میں ہے۔ ثانیاً چونکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو غذا اور دوسرے فوائد کے لیے جانوروں کو مسخر کر دیا ہے اس لیے اس نعمت کے شکر

کے طور پر جانوروں کی قربانی کا حکم دیا اور یہ نعمت چونکہ حجاج وغیر حجاج دونوں پر ہے، اس لیے قربانی کا حکم بھی دونوں کے لیے ہے۔ ثالثاً قربانی سنت ابراہیم ہے، لقوله عليه السلام سنة ابيكم ابراهيم اور سنت ابراہیم کی پیروی حجاج وغیر حجاج دونوں کے لازم ہے لقوله تعالیٰ واتبعوا ملة ابراهيم حنيفا (ملت ابراہیم کی پیروی کرو) پس قربانی بھی حجاج وغیر حجاج دونوں پر لازم ہے۔

رہا مال کو ضائع کرنے کا شبہ تو اس کے جواب میں اولاً گزارش ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کرنے میں جو مال خرچ ہوتا ہے وہ اسی شخص کے نزدیک ضائع کہلا سکتا ہے جو خدا اور آخرت پر یقین نہ رکھتا ہو ثانیاً قربانی کا گوشت خود کھایا جاتا ہے، احباب کو کھلایا جاتا ہے اور غربا کو صدقہ کیا جاتا ہے۔اب اس میں ضائع کیا چیز ہوئی۔ اپنے کھانے کو تو ضائع نہیں کہہ سکتے اور احباب کے ہدیہ اور غربا پر صدقہ کو ضائع وہی شخص کہہ سکتا ہے جس کے دل میں نہ اپنے رشتہ داروں کی محبت ہو اور غرباء کے لیے ہمدردی، ثالثاً منکرین قربانی مکہ میں قربانی کے قائل ہیں اور ثواب اُخروی سے قطع نظر اگر محض ظاہر کو مرکز نظر بنایا جائے تو پھر گوشت مکہ میں قربانی کرنے سے ضائع ہوتا ہے جہاں بے حساب جانور ذبح کر کے کھال اتارے بغیر دفن کر دیے جاتے ہیں بخلاف اور شہروں کے کیونکہ وہاں کھال سے لے کر گوشت تک قربانی کی ایک ایک چیز کام میں آ جاتی ہے۔

قربانی کے فضائل وفوائد

☆ قربانی کے دن اللہ تعالیٰ کو قربانی کا خون بہانے سے زیادہ مسلمان کا کوئی عمل پسند نہیں۔(ترمذی ابن وابن ماجہ)

☆ قربانی کا خون زمین پر گرنے سے پہلے مقبولیت کے لیے اللہ کے پاس پہنچ جاتا ہے۔(ترمذی وابن ماجہ)

☆ قربانی کے خون کے ہر قطرہ کے بدلہ میں اللہ تعالیٰ ایک گنہ بخش دیتا ہے۔(لوائح الانوار القدسیہ)

☆ قربانی کے گوشت اور خون کو ستر درجہ بڑھا کر میزان میں وزن کیا جائے گا۔(اصبہانی)

☆ قربانی کے ہر بال کے بدلہ میں ایک نیکی کا ثواب دیا جاتا ہے۔(مسند احمد وابن ماجہ)

☆ قربانی کا جانور میدان محشر میں اپنے صاحب کے لیے سواری بن کر آتا ہے۔(مرقات)

☆ خون کے پہلے قطرہ کے ساتھ قربانی کرنے والے کے گزشتہ گنہ بخش دیے جاتے ہیں۔(بزار وابن ماجہ)

قربانی کے اسرار ورموز

✓ قربانی کے ذریعہ سنت ابراہیم کو زندہ اور اسوۂ اسماعیل کو تازہ کیا جاتا ہے۔

☆ اسلامی سال کا آغاز محرم سے اور اختتام ذوالحج پر ہوتا ہے اور دس محرم کو حضرت حسین رضی اللہ عنہٗ کی اور دس ذوالحج کی حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی ہے۔ پتہ چلا اسلام ابتداء سے انتہا تک قربانیوں کا نام ہے۔

غریب و سادہ و رنگیں ہے داستانِ حرم
نہایت اس کی حسین ؓ ابتداء ہے اسماعیل

☆ اللہ تعالیٰ نے جو نعمتیں ہمیں اپنی مرضی سے تصرف کے لیے دی ہیں، وہ چاہتا ہے کہ ان نعمتوں کا کچھ حصہ اس کی مرضی سے بھی خرچ کیا جائے۔ سال بھر ہم اپنی خواہش سے جانور ذبح کرتے ہیں، اللہ نے چاہا سال میں ایک مرتبہ ہم یہ جانور محض اس کی مرضی سے ذبح کر دیں۔

☆ اپنے ہاتھ سے جانور ذبح کرنے سے خاک وخون سے مناسبت پیدا ہوتی ہے اور اس سے جہاد کی استعداد حاصل ہوتی ہے کیونکہ جو شخص ایک جانور کو بھی ذبح نہ کر سکے اس سے کفار کو ہلاک کرنے کی توقع کب کی جا سکتی ہے۔

☆ قربانی کے ذریعہ ہمیں یہ عادت ڈالی جاتی ہے کہ جس طرح اللہ کے حکم سے ہم نے آج اس جانور کی جان پیش کی ہے، وقت آنے پر اپنی جان کو بھی اللہ کے حضور پیش کر دیں۔

☆ جس طرح بدن کا شکر نماز سے، مال کا زکوٰۃ سے اور قوت کا شکر جہاد سے ہوتا ہے اسی طرح جانوروں کا شکر قربانی سے ادا ہوتا ہے۔

☆ کفار اپنی قربانیاں بتوں کے لیے کرتے ہیں ہم قربانی اللہ کے لیے کر کے ان کے لیے صحیح راہ عمل متعین کرتے ہیں۔

☆ قربانی اور تکبیرات تشریق کی وجہ سے غیر حجاج کو بھی حجاج سے مناسبت حاصل ہوتی ہے۔

☆ قربانی سے وحدت ملی کو تقویت ملتی ہے اس دن تمام مسلمان ایک عمل اور ایک کھانے میں متحد ہوتے ہیں۔

☆ قربانی اقارب اور احباب سے ملاقات، ضیافت اور صلہ رحمی کا سبب بنتی ہے۔

☆ احباب کو قربانی کا تحفہ دینے سے یگانگت بڑھتی ہے اور صدقہ دینے سے غرباء کا پیٹ پلتا ہے اور ان کی دعائیں ملتی ہیں۔

☆ انسان کی جسمانی نشوونما کے لیے گوشت ایک ضروری عنصر ہے، بہت سے لوگ ناداری کی وجہ سے گوشت سیر ہو کر نہیں کھا سکتے، قربانی کے ایام میں ان کی یہ ضرورت پوری ہو جاتی ہے۔

☆ قربانی کے ذریعہ ان کفار کے عقیدہ پر ضرب لگتی ہے جو جانوروں کی پرستش کرتے ہیں۔

☆ قربانی یہ سبق دیتی ہے کہ جس طرح اللہ کی رضا کے لیے اس خارجی حیوان کو آہنی چھری سے ذبح کیا ہے، اسی طرح شریعت کی قربان گاہ پر اپنے داخلی حیوان کو بھی مخالفتِ کی نفس چھری سے ذبح کر ڈالو تا کہ باطن ظاہر کے موافق ہو جائے اور آیات آفاق کی معرفت کا مقتضی حیوانِ ظاہر کی قربانی سے اور آیات انفس کی معرفت کا مدعی حیوان باطن کی قربانی سے پورا ہو جائے۔

قربانی کے احکام و مسائل

جو شخص ایام قربانی میں نصاب زکوٰۃ کا مالک ہو اس پر قربانی کرنا واجب ہے۔ اُونٹ گائے اور بکری ان اجناس کے جانوروں سے قربانی کرنا جائز ہے، اُونٹ پانچ سال کا، گائے دو سال کی اور بکری ایک سال کی ہونی چاہیے، دنبہ اگر چھ ماہ کا اس قدر فربہ ہو کہ ایک سال کا معلوم ہوتا ہو تو یہ بھی جائز ہے، گائے اور اُونٹ میں سات آدمی شریک ہو سکتے ہیں۔ جانور صحیح سالم اور توانا ہو جو ایسا کمزور ہو کہ مذبح تک چل نہ سکے، جس کی ہڈیوں میں مغز نہ ہو، کانا، اندھا یا لنگڑا ہو یا جس کی آنکھ کان یا دم کا اکثر حصہ کٹا ہوا ہو یا جس کے خلقۃً کان یا دانت نہ ہوں یا جو پستان بریدہ ہو، ایسے تمام جانور قربانی کے اہل نہیں، ان کی قربانی ناجائز ہے۔

دس ذوالحج کو نماز عید کے بعد سے ۱۲ ذوالحج کے دن غروب آفتاب تک قربانی کرنا جائز ہے۔ ان ایام میں دن کو قربانی کرنی چاہیے۔ رات کو قربانی ایام میں مکروہ تنزیہی ہے۔ افضل اور مستحب یہی ہے کہ اپنے ہاتھ سے قربانی کرے۔ ورنہ کم از کم ذبح کے وقت حاضر رہے، ذبح کے وقت یہ دعا کرے:

انی وجهت وجهی للذی فطر السموات والارض حنیفا وما انا من المشرکین ان صلوٰتی ونسکی ومحیای ومماتی لله رب العالمین لاشریک له وبذالک امرت وانا من المسلمین اللهم منک ولک۔

قربانی کے گوشت یا کھال کو قصاب کی اُجرت میں دینا جائز نہیں۔ نہ اُس کے کسی حصہ کہ بیچا جا سکتا ہے، اگر فروخت کر دیا تو قیمت کا صدقہ کرنا واجب ہے۔ مستحب یہ ہے کہ قربانی کے گوشت کے تین حصص کیے جائیں۔ ایک اپنے لیے ایک رشتہ داروں کے لیے اور ایک غربا کے لیے۔ قربانی کا گوشت کا فرحربی کو نہیں دیا جا سکتا۔ ذمیوں کو دیا جا سکتا ہے۔ پاکستان میں رہنے والے غیر مسلم ذمیوں کے حکم میں ہیں انہیں دیا جا سکتا ہے۔ قربانی کی کھال کو اپنے استعمال میں لا سکتے ہیں۔ احباب کو ہدیہ اور فقراء کو صدقہ دے سکتے ہیں۔ رفاہی امور مساجد اور مدارس کے لیے بھی دے سکتے ہیں۔

قربانی کے ایام

ایام قربانی کی مقدار میں ائمہ اور مجتہدین کا اختلاف ہے۔ امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام احمد بن حنبل اور سفیان ثوری صرف تین دن تک جواز قربانی کے قائل ہیں، تیسرا دن گزر جانے کے بعد چوتھے دن قربانی کرنا جائز نہیں ہے۔ اور امام شافعی اور غیر مقلد حضرات کے نزدیک چوتھے دن بھی قربانی ہوسکتی ہے۔ روایات سے تتبع اور چھان پھٹک کے بعد جو حقیقت سامنے آتی ہے اس سے جمہور کی تائید ہوتی ہے اور عقل ونقل سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ چوتھے دن جانور کو ذبح کرنا محض خون بہانا اور گوشت فراہم کرنا ہے قربانی سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے پس قرآن کریم، حدیث صحیح اور آثار صحابہ سے جو کچھ صحت اور اعتماد کے ساتھ ثابت ہے وہ یہی ہے کہ قربانی صرف تین دن تک جائز ہے، چار دن قربانی کے بارے میں جو روایات ہیں وہ یا موضوع ہیں یا مطعون۔

ایام ثلثہ پر استدلال قرآن سے

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

ویذکروا اسم اللہ فی ایام معلومات علی مارزقھم من بھیمۃ الانعام۔

اور وہ ایام معلومات میں جانوروں پر ذبح کے وقت اللہ کا نام لیں۔

اس آیت کے تحت امام ابو بکر رازی الجصاص فرماتے ہیں:

لماثبت ان النحر فیما یقع علیہ اسم الایام وکان اقل مایتنا ولہ اسم الایام ثلثۃ وجب ان یثبت الثلاثۃ وما زادلم تقم علیہ الدلالۃ فلم یثبت.

(احکام القرآن ج ۳، ص ۲۳۵)

جبکہ یہ امر ثابت ہے کہ ایام معلومات سے مراد ایام ذبح ہیں اور لفظ ایام کی دلالت کم از کم تین دنوں پر ہے تو تین دن تو یقیناً ثابت ہو گئے اور تین دن سے زیادتی پر کوئی دلیل نہیں پس وہ ثابت نہیں۔

ایام ثلثہ پر استدلال حدیث سے

ابو بکر جصاص کے مذکورۃ الصدر استدلال کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے۔

عن سلمۃ بن اکوع قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من ضحی منکم فلا یصبحن بعد ثالثۃ وفی بیۃ منہ شیئ

(بخاری ج ۲، ص ۸۹۳۵)

سلمہ بن اکوع سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا جو آدمی قربانی کرے اس کے پاس تیسری رات کے بعد قربانی کا گوشت نہ ہو۔

اس کے علاوہ بخاری اور مسلم کی متعدد روایات سے ثابت ہے کہ حضور علیہ السلام نے تین دن سے زیادہ قربانی کا گوشت رکھنے سے منع فرمایا ہے، اگر قربانی چار دن تک جائز ہوتی تو آپ چار دن تک کی اجازت دیتے۔ یہ ٹھیک ہے کہ اگر کوئی شخص تیسرے دن قربانی کرتا تب بھی اسے تین دن تک گوشت رکھنے کی اجازت تھی اور اب یہ حکم منسوخ ہو چکا ہے تاہم ابتداً تین دن کی تخصیص کرنا اس امر پر کافی دلیل ہے کہ قربانی صرف تین دن تک جائز ہے، چنانچہ ابن قدامہ حنبلی نے اس حدیث سے تین دن قربانی پر استدلال کیا ہے۔

ایام ثلثہ پر استدلال آثار سے

اصول حدیث میں یہ مقرر ہے کہ جس چیز کو قیاس سے نہ بتایا جا سکے، جب اس کی صحابہ خبر دیں تو وہ حکماً مرفوع ہے اور ایام کی مقدار قیاس سے متعین نہیں کی جا سکتی، پس صحابہ کرام نے ایام کی مقدار جو بھی بیان کی ہے وہ حدیث رسول کے حکم میں ہے۔

(۱) محدث بالصواب حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

عن ماعز بن مالک الثقفی ان اباہ سمع عمر یقول انما النحر فی ھذہ الایام الثلاثة

(مختصر الکرخی بحوالہ بنایہ ج ۴ ص ۱۷۷ و محلی ابن حزم ج ۷ ص ۳۷۷)

ماعز بن مالک ثقفی سے روایت ہے کہ ان کے باپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے سنا کہ قربانی ان تین دنوں میں ہے۔

(۲) اور مبین الحقائق و المطالب حضرت علی بن ابی طالب فرماتے ہیں:

عن ابی لیلیٰ عن المنہال بن عمر و عن زرعن علی قال النحر ثلاثة ایام افضلھا اولھا

(عمدۃ القاری ج ۲۱، ص ۱۴۸، محلی ابن حزم ج ۷، ص ۳۷۷، روح المعانی ج ۱۷ ص ۱۴۵، موطا امام مالک ص ۱۸۸)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: قربانی تین دن ہے اور ان میں افضل پہلا دن ہے۔

اس حدیث کے دو راویوں پر ابن حزم ظاہری نے اعتراض کیا ہے، ابن ابی لیلیٰ اور منہال بن عمرو ابن ابی لیلیٰ پر ابن حزم کا یہ اعتراض ہے کہ وہ بد حافظہ تھے، اس کے جواب میں اولاً گزارش یہ ہے، ابن ابی لیلیٰ صحاح کے راوی ہیں ابو داؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے ان کی احادیث کو

روایت کیا ہے، ثانیاً علامہ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ زائدہ نے کہا کہ ابن ابی لیلیٰ تمام اہل دنیا سے زیادہ فقیہ تھے، امام عجلی نے کہا ابن ابی لیلیٰ، فقیہ، صاحب سنت، بے حد سچے اور جائز الحدیث تھے۔ قرآن کے عالم اور لوگوں میں حسب کے اعتبار سے بہتر تھے۔ (تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۳۰۲) اور منہال پر ابن حزم کا اعتراض یہ ہے کہ وہ مجروح ہیں، اس کے جواب میں عرض ہے کہ اولاً تو امام بخاری، نسائی، ترمذی، ابو داؤد، ابن ماجہ یہ سارے ائمہ منہال سے روایت کرتے ہیں ابن معین اور نسائی نے تصریح کی ہے کہ وہ ثقہ ہیں ابو الحسن القطان نے کہا کہ جب عجلی اور ابن معین جیسے ائمۃ منہال کی توثیق کر چکے ہیں تو ابن حزم ظاہری کی جرح کا کیا اعتبار ہے۔

(تہذیب التہذیب ج ۱۰، ص ۳۲۰)

(۳) اور مفسر قرآن حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

عن وکیع عن ابن ابی لیلیٰ عن المنہال عن سعید بن جبیر عن ابن عباس النحر ثلاثۃ ایام

(احکام القرآن ج ۳، ص ۲۳۳۔ محلی ابن حزم ج ۷، ص ۳۷۷)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، قربانی تین دن ہے۔
اس حدیث سے کی سند میں بھی ابن ابی لیلیٰ اور منہال ابن حزم کو کھٹکتے ہیں اور جواب ظاہر ہو چکا۔

(۴) اور فقیہ امت حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

عن اسماعیل بن عیاش عن عبیداللہ بن عمر بن نافع عن ابن عمر الاضحیٰ یوم النحر ویومان بعدہ۔

(موطا امام مالک ص ۱۸۸۔ محلی ابن حزم ج ۷، ص ۳۷۷)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں، قربانی عید اور اس کے دو دن بعد ہے۔
اس سند میں اسماعیل بن عیاش پر ابن حزم کا اعتراض ہے کہ یہ ضعیف ہیں لیکن یہ اعتراض ساقط ہے۔ کیونکہ اولاً تو اسماعیل بن عیاش پر ترمذی، نسائی، ابوداؤد اور ابن ماجہ کا اعتماد ہے، ثانیاً اس لیے کہ یعقوب بن سفیان نے کہا اسماعیل ثقہ اور عادل ہے اور یزید بن ہارون نے کہا، میں نے اسماعیل سے بڑھ کر کسی کو حافظہ والا نہ پایا۔

(تہذیب التہذیب ج ۴، ص ۶۱)

(۵) اور رئیس الحفاظ حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں:

عن یزید بن الحباب عن معاویۃ بن صالح حدثنی ابو مریم سمعت ابا

هريره يقول الاضحى ثلاثة ايام

(محلی ابن حزم ج ۷، ص ۳۷۷)

حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں، قربانی تین دن ہے۔

حدیث ابو ہریرہ کی سند میں ایک راوی ہیں معاویہ بن ابی صالح، ابن حزم کہتے ہیں کہ وہ قوی نہیں، ہم کہتے ہیں کہ بلاریب یہ کذب صریح ہے اس لیے کہ مسلم، ترمذی، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ صحاح کے یہ سارے امام معاویہ ابن صالح سے احادیث روایت کرتے ہیں نیز ابو طالب اور ابن معین نے کہا کہ یہ ثقہ ہیں، عجلی اور نسائی نے توثیق کی، ابن فراش نے کہا کہ یہ صدوق ہیں ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا، بزار نے کہا ثقہ ہیں اور بہتوں نے کہا۔ (تہذیب التہذیب ج ۱۰، ص۲۰۹ تا ۲۱۱)

(۶) اور یہ ہیں خادم رسول اللہ ﷺ حضرت انس:

عن وكيع عن شعبة عن قتادة عن انس قال الاضحى يوم النحر ويومان بعده

(سنن بیہقی بحوالہ بنایہ ج ۴، ص ۱۱۷، محلی ابن حزم ج ۷ص ۳۷۷)

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: قربانی عید اور دو دن بعد ہے۔

اور یہ وہ سند ہے جس کی صحت پر ابن حزم ظاہری کو بھی ایمان لانا پڑا۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

ولا يصح شيء من هذا كله الاعن انس وحده

(محلی ابن حزم ج ۷، ص ۳۷۷)

(۷) صاحب استذکار نے ذکر کیا ہے کہ صبر امت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بھی بیان کیا ہے کہ قربانی تین دن ہے۔

(عینی علی الہدایہ ج ۴، ص ۱۱۷)

ایام اربعہ پر تمسکات اور اُن کا احتساب

(۱) عن معاويه بن يحيىٰ عن الزهرى عن ابن المسيب عن ابى سعيد الخدرى عن النبى صلى الله عليه وسلم قال ايام التشريق كلها ذبح.

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں تمام ایام تشریق میں ذبح ہے۔

نسائی ابن معین اور علی بن مدینی نے کہا کہ یہ ضعیف ہے اور ابن ابی حاتم نے کتاب العلل میں بیان کیا یہ حدیث اس سند کے ساتھ موضوع ہے۔

(بنایہ علی الھدایہ ج ۴، ص ۱۱۷، عمدۃ القاری ج ۲۱، ص ۱۴۸)

معاویہ بن یحییٰ کے بارے میں ابن حجر فرماتے ہیں:

جوزجانی نے کہا یہ ذاہب الحدیث ہے، ابوزرعۃ نے کہا قوی نہیں، اس کی احادیث منکرہ ہیں۔ ابو حاتم نے کہا، ضعیف ہے، ابوداؤد اور نسائی نے کہا غیر ثقہ ہے، نسائی نے ایک جگہ کہا ضعیف ہے دوسرے مقام پر کہا لیس بشئی ابن حبان نے کہا، یہ اپنے وہم سے حدیث بیان کرتا تھا۔ ساجی نے کہا اس کی احادیث بہت ضعیف ہیں۔ بخاری نے ضعفا میں شمار کیا؛ زہری نے کہا اس کی احادیث منکرہ اور موضوعات کے مشابہ ہیں۔

(تہذیب التہذیب ج ۱۰، ص ۲۱۹ تا ۲۲۰)

اور اس حدیث کے بارے میں ابن حجر فرماتے ہیں:

ابن عدی نے اس حدیث کو ابو سعید خدری سے روایت کیا اور کہا یہ معاویہ بن یحییٰ کی وجہ سے ضعیف ہے اور ابن ابی حاتم نے کہا یہ حدیث اس سند کے ساتھ موضوع ہے۔

(۲) عن سوید بن العزیز عن سلیمان بن موسیٰ عبدالرحمان بن ابی حسین بن جبیر بن مطلعم قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کل ایام التشریق ذبح.

(موارد الظمآن الی زوائد ابن حبان ص ۲۴۹)

جبیر بن مطعم سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمام ایام تشریق میں ذبح ہے۔

اس حدیث کی سند میں سوید بن عبدالعزیز ہے، اس کے بارے میں ابن حجر فرماتے ہیں:

امام احمد بن حنبل نے کہا، یہ متروک الحدیث ہے، ابن معین نے کہا لیس بشئی، یہ کچھ بھی نہیں، مزید کہا یہ ضعیف ہے اور احکام قربانی میں اس کی روایت جائز نہیں، بخاری اور ابن سعد نے کہا اس کی احادیث منکرہ ہیں، یعقوب بن سفیان نے کہا، ضعیف ہے، دارمی نے کہا، یہ حدیث میں غلط بیانی کرتا تھا، ترمذی نے کہا کثیر الغلط تھا۔ نسائی نے کہا، غیر ثقہ تھا، خلال نے کہا ضعیف تھا، بزار نے کہا، حافظہ نہ تھا۔

(تہذیب التہذیب ج ۴، ص ۲۷۷)

اس حدیث کے بارے میں حافظ عینی سے سنیے:

بزار نے اس کو اپنی مسند میں روایت کیا اور کہا ابی حسین کی جبیر بن مطعم سے ملاقات ثابت نہیں، لہٰذا یہ حدیث منقطع ہے۔

(بنایہ علی الھدایہ ج ۴، ص ۱۱۷)

علامہ ابن حجر سے سنیے:

احمد، ابن حبان اور بزار نے اس حدیث کو جبیر بن مطعم سے روایت کیا اور بزار نے کہا یہ حدیث منقطع ہے، دارقطنی نے دو مختلف سندوں سے اس حدیث کا اخراج کیا اور کہا دونوں میں ضعف ہے، بیہقی نے اس کو ایک سند سے روایت کیا اور کہا کہ یہ منقطع ہے۔

(درایہ علی الھدایہ الاخیرین ص ۴۴۶)

(۴) عن عبید الله بن موسیٰ عن ابی ابی لیلی عن الحکم بن عتیبة عن مقسم عن ابن عباس قال الایام المعلومات یوم النحر و ثلاثة ایام بعده

(محلی ابن حزم ج ۷، ص ۳۷۷)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ایام معلومات عید اور اس کے بعد تین دن ہیں۔

اس سند کے ایک راوی ہیں ابن ابی لیلیٰ

یہ وہی ابن ابی لیلیٰ ہیں جو علی اور ابن عباس کی سندوں میں تھے جنہیں جمہور نے پیش کیا تھا وہاں ابن حزم نے ان سندوں کو یہ کہہ کر رد کر دیا تھا کہ ابن لیلیٰ پر کیا ہوا اعتراض ابن حزم کے حافظہ سے کیسے نکل گیا۔

چلیے ابن ابی لیلیٰ کو جانے دیجیے یہ ہیں اس سند کے ایک اور راوی عبید اللہ بن موسیٰ۔

ان کے بارے میں علامہ ابن حجر تحریر فرماتے ہیں:

احمد بن حنبل نے کہا، عبید اللہ بن موسیٰ احادیث میں خلط کرتا تھا، اس نے روایات سوء اور احادیث رویہ بیان کی ہیں۔ صاحب مناکیر تھا، میں نے اس کو مکہ میں دیکھا اور اعراض کر لیا، ابن سعد نے کہا وہ تشیع کو ثابت کرنے کے لیے احادیث منکرہ روایت کرتا تھا، اس وجہ سے اکثر لوگوں نے اس کو ضعیف قرار دیا، ابو مسلم بغدادی نے کہا عبید اللہ بن موسیٰ متروکین میں سے تھا، امام احمد نے اس کے تشیع کی وجہ سے اس کی روایت کو ترک کر دیا تھا۔ (تہذیب التہذیب ج ۷، ص ۵۱ تا ۵۳)

مجروح السند ہونے کے علاوہ یہ حدیث ابن عباس کی اس صحیح السند حدیث کے معارض ہے جس میں آپ نے فرمایا ہے کہ قربانی صرف تین دن ہے۔

برسبیل تنزل

ایام ثلثہ کے دلائل کی صحت اور قوت اور ایام اربعہ کی روایات کے وضع جرح اور ضعف سے صرف نظر بھی کرلیا جائے تو بھی احتیاط کا تقاضا یہی ہے کہ قربانی ان ایام میں ادا کی جائے جن میں سب کے نزدیک قربانی ادا ہو جائے اور وہ ایام عید اور اس کے دو دن بعد ہیں ثانیاً یہ کہ دلائل کے تعارض کی وجہ سے چوتھا دن کم ازکم مشکوک ضرور ہو گیا، پھر کیوں نہ قربانی ان دنوں میں کی جائے۔ جن میں قربانی کی ادائیگی یقینی اور قطعی ہے۔

ایام قربانی گذر جانے کے بعد محروم کا شرعی حکم

صاحبِ نصاب ایام قربانی میں قربانی نہیں کر سکا اب اس کے لیے شرعی حکم کیا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ شخص مذکور اگر قربانی کا جانور خرید چکا تھا تو اسی کو صدقہ کرے اور اگر نہیں خریدا تھا تو ایک بکرا کی قیمت صدقہ کرنا اس پر واجب ہے۔ اگر ایسا نہ کرے گا تو گنہگار ہوگا ردالمختار جلد پنجم ص ۲۰۴ میں ہے ذکر فی البدائع انّ الصحیح ان الشاۃ الشتراۃ للاضحیۃ اذالم یضح بھا حتی مفی الوقت یتصدق الموسر بعینھا حیۃ کالفقیر بلا خوف بین اصحابنا اور اسی کتاب کے اسی صفحہ میں ہے ان لم یشتر وھو موسرو قد مضت ایا مھا تصدق بقیمۃ شاۃ تجزیٔ للاضحیۃ اہ. وھو سبحانہ وتعالٰی اعلم۔

صاحب نصاب کے لیے قربانی ہر سال واجب

جس طرح مالک نصاب پر ہر سال اپنی طرف سے زکاۃ وفطرہ دینا واجب ہوتا ہے ایسے ہی مالکِ نصاب پر اپنی طرف سے قربانی کرنا واجب ہوتا ہے۔ تو جس طرح کہ دوسرے کی طرف سے زکاۃ وفطرہ ادا کرنے سے بری الذمہ نہ ہوگا ایسے ہی دوسرے کی طرف سے قربانی کرنے پر بھی واجب اس کے ذمہ سے ساقط نہ ہوگا لہٰذا زید کا یہ کہنا غلط ہے کہ مالک نصاب پر ہر سال اپنے نام سے قربانی واجب نہیں اگر وہ مالک نصاب ہوتے ہوئے ہر سال اپنے نام سے قربانی نہ کرے گا تو گنہگار ہوگا۔ وھو تعالٰی اعلم

نصاب سے زیادہ مالیت کی زمین کا مالک

جس شخص کے پاس کھیتی کی زمین اتنی ہے کہ اگر اس کو بیچ ڈالے تو نصاب سے کئی گنا زیادہ ہو جائے تو وہ شخص مالک نصاب ہے اور اس پر قربانی وفطرہ واجب ہے۔ البتہ زکوٰۃ واجب نہیں کہ کھیت کا وظیفہ عشر یا خراج ہے اور زکوٰۃ وعشر ایک ساتھ جمع نہیں ہوتے۔ ھٰکذا فی فتح القدیر۔ اور قربانی واجب ہونے کے لیے صرف اتنا ضرور (کافی) ہے کہ وہ ایام قربانی میں اپنی تمام اصلی حاجتوں کے علاوہ چاندی کے چھپن روپے کے مال کا مالک ہو چاہے وہ مال نقد ہو یا بیل بھینس یا کاشت البتہ کاشتکار کے ہل کے بیل اس کی حاجت اصلیہ میں داخل ہیں۔ ایسا ہی احکام شریعت حصہ دوم مطبوعہ

لاہورص ۱۷۷ میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

چار اہم مسئلے

۱۔ بکر جبکہ ہر سال مالک نصاب ہو تو اس پر ہر سال اپنے نام سے قربانی کرنا واجب ہے جیسا کہ ہر سال مالک نصاب ہونے کی صورت میں زکوٰۃ وصدقۂ فطر واجب ہے اور بیٹے کے نام پر بھی قربانی کر سکتا ہے لیکن اگر کسی سال مالک نصاب باپ اپنے بیٹے کے نام پر قربانی کرے تو اسی سال دوسری قربانی اپنے نام بھی کرے خواہ بیٹے کی قربانی سے پہلے یا بعد دونوں جائز ہے پہلے کرنا ضروری نہیں۔ لہٰذا اگر مالک نصاب باپ اسی سال دوسری قربانی اپنے نام پر نہیں کرے گا تو گنہگار ہو گا اور بیٹا اگر مالک نصاب ہے تو اس پر الگ سے قربانی واجب ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم۔

۲۔ قربانی کا گوشت غیر مسلموں کو نہیں دیا جا سکتا ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم۔

۳۔ اپنے لیے اور فقیر احباب کے لیے قربانی کے گوشت کا تین حصہ کرنا بہتر ہے ضروری نہیں۔ لہٰذا اگر کسی کے اہل وعیال زیادہ ہوں اور وہ سب گوشت اپنے گھر والوں کے کام میں لائے تو قربانی ناجائز نہ ہو گی بلکہ اگر صاحب وسعت نہ ہو تو اس کے لیے بہتر یہی ہے کہ کل گوشت اپنے اہل وعیال کے لیے رکھ چھوڑے۔ فتاویٰ عالمگیری جلد پنجم مصری ص ۲۶۴ میں ہے الافضل ان یتصدق بالثلث ویتخذ الثلث ضیافة لا قاربه واصدقائه ویدخر الثلث ویطعم الغنی والفقیر جمیعا کذافی البدائع ولو تصدق بالکل جاز و حبس الکل لنفسهٖ جاز وله ان ید خر الکل لنفسهٖ فوق ثلاثه ایام الا ان اطعامها والتصدق بها افضل الا ان یکون الرجل ذاعیال وغیر موسع الحال فان الافضل له حینئذان ید عه لعیاله ویسوع علیهم به کذافی البدائع اه ملخصاً. وھو اعلم.

۴۔ قربانی کے چمڑے کو باقی رکھتے ہوئے اسے اپنے کسی کام میں لا سکتا ہے مثلاً اس کو جائے نماز بنائے یا چلنی اور مشکیزہ وغیرہ یہ سب جائز ہے اور قربانی کے چمڑے کو ایسی چیزوں سے بھی بدل سکتا ہے کہ جس کو باقی رکھتے ہوئے اس سے نفع اٹھایا جائے جیسے کتاب وغیرہ۔ اور ایسی چیزوں سے نہیں بدل سکتا کہ جس کو ہلاک کر کے نفع حاصل کیا جاتا ہو جیسے روٹی اور گوشت وغیرہ درّ مختار مع شامی جلد پنجم ص ۲۰۹ میں ہے یتصدق بجلدها اویعمل منها نحو غر بال و جراب و قربةٍ و سفرة ودلوا ویبدله بما ینتفع به

باقیالا بمستھلک کخل و لحم و نحوہ اھ ملخصاً۔ مگر قربانی کے چمڑے کو صدقہ کر دینا افضل ہے اور یہ بہتر ہے کہ کسی مسجد یا مدرسہ میں دے دے۔ وھو تعالٰی اعلم۔

دو سوال

۱۔ ہندہ مالک نصاب ہے وہ اسی سال دو قربانی کرنا چاہتی ہے ایک اپنے نام سے اور دوسری ایک بزرگ کے نام سے جو وفات پا چکے ہیں تو اس کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے بعض لوگ اسے ایسا کرنے سے منع کرتے ہیں۔

۲۔ ہمارے یہاں یہ رواج ہے کہ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے روز آٹھ نو بجے تک کچھ کھاتے پیتے نہیں پھر غسل کرنے کے بعد کھاتے ہیں اس کے بعد نماز پڑھنے کے لیے عید گاہ جاتے ہیں تو اس کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

دو جواب

اب فقہی بصیرت سے بھرپور جواب ملاحظہ ہو۔

(۱) ہندہ مالک نصاب ہونے کی صورت میں جب کہ اپنے نام سے قربانی کرنے کے ساتھ اسی سال دوسری قربانی کسی بزرگ کے نام کرنا چاہتی ہے تو اسے منع کرنے والے غلطی پر ہیں کہ شرعاً اس میں کوئی قباحت نہیں جائز ہے بلکہ بہتر ہے کہ ثواب پائے گی۔ لیکن اگر اس بزرگ نے ہندہ کو قربانی کی وصیت کی ہے تو اس صورت میں خود اس کے گوشت سے کچھ نہ کھائے بلکہ کل صدقہ کر دے جیسا کہ فتاویٰ بزازیہ علی الھندیہ جلد سوم ص ۲۸۱ میں ہے قال الصدر المختار انه ان ضحی بامر المیت لا یاکل منها وان بغیر امرہ یاکل.

۲۔ عید الفطر کے دن مستحب یہ ہے کہ نماز کے لیے جانے سے پہلے طاق یعنی تین، پانچ یا سات کھجوریں کھالے اور کھجوریں نہ ہوں تو کوئی بھی چیز کھالے۔ لیکن اس روز آٹھ نو بجے تک کھانے پینے سے شریعت نے منع نہیں کیا ہے لہٰذا اگر حکم شرع سمجھ کر اس وقت تک نہیں کھاتے پیتے تو غلطی پر ہیں البتہ عید الاضحیٰ کے روز مستحب یہ ہے کہ نماز ادا کرنے سے پہلے کچھ نہ کھائے اگرچہ قربانی نہ کرنی ہو اور اگر کھا لیا تو کراہت نہیں۔ ھکذا فی کتب الفقه. وھو تعالٰی اعلم بالصواب.

ایک سوال اور جواب

اسی طرح ایک اور سوال اور اس کا جواب ملاحظہ ہو۔

زید نے قربانی کے لیے جانور خریدا زید صاحب نصاب ہے ایک ہی جانور خریدا یا بڑے جانور میں ایک ہی حصہ لیا ہے پڑھے لکھے لوگوں سے مسئلہ پوچھا تو زید سے لوگوں نے کہا کہ آپ صاحب نصاب ہیں آپ پر قربانی واجب ہے آپ اپنی طرف سے کریں زید کہتا ہے کہ میں ایسی بے ادبی نہ کروں گا امسال سرکار مدینہ ﷺ کے نام کروں گا اگلے سال خلیل علیہ السلام کے نام اس کے اگلے سال سرکار غوث پاک کے نام چوتھے سال اگر زندہ رہا تو اپنے نام۔ زید کے اس طریقہ سے واجب قربانی کا ادا ہوگا کہ نہیں یا کیا طریقہ ہے تحریر کریں۔؟

الجواب

صاحب نصاب اگر مذکورہ طریقہ پر کرے گا اور اپنی طرف سے نہیں کرے گا تو ترک واجب کے سبب گنہگار ہوگا زید پر لازم واجب ہے کہ اپنی طرف سے قربانی کرے اور بزرگوں کی طرف سے کرنا چاہتا ہے تو ان کے لیے دوسری قربانی کا انتظام کرے۔ وھو تعالیٰ اعلم۔

ایام تشریق کی وجہ تسمیہ

تشریق کے معنیٰ ہیں گوشت کے ٹکڑے کرنا اور دھوپ میں خشک کرنا چونکہ ان دنوں میں قربانی کا گوشت خشک کیا جاتا تھا اسی لیے ان کو ایام تشریق کہتے ہیں۔ لغت کی مشہور کتاب المنجد میں ہے التشریق ھی ثلاثۃ ایام بعد عید الاضحی لان لحوم الاضاحی تشرق فیھا اھ وھو تعالیٰ اعلم۔

گائے یا بیل وغیرہ میں ایک حصہ حضور ﷺ کا

ایک اہم سوال ملاحظہ ہو۔

''اس طرف قربانی کے موقع پر چند افراد ایک گائے شرکت میں خرید کرتے ہیں اور حسب حیثیت چھ حصے آپس میں متعین کر لیتے ہیں۔ اور باقی ماندہ ایک حصے کو مشترکہ طور پر سرکار دو عالم ﷺ یا کسی دوسرے بزرگ کے نام پر قربانی کرتے ہیں۔ اس عمل کے متعلق ادھر کچھ دنوں سے لوگ چہ مگوئیاں کر رہے ہیں کہ ایسا کرنا ناجائز اور غلط ہے۔ لہٰذا کتاب و سنت اور مذہب احناف کی روشنی میں وضاحت فرمایا جائے کہ دو شخصوں یا تین شخصوں یا حسب گنجائش دوسرے افراد کی شرکت میں

گائے بھینس خرید کر مذکورہ بالا طریقے کی قربانی جائز ہے یا حرام ہے؟''

اب مولانا جلال الدین احمد امجدی رحمہ اللہ علیہ کا جواب ملاحظہ فرمائیں۔ جس طرح یہ جائز ہے کہ چند مسلمان شریک ہو کر ایک بکرا خریدیں اور اس کی قربانی سرکار اقدس ﷺ کے نام یا کسی دوسرے بزرگ کے نام کریں کوئی قباحت نہیں اسی طرح کچھ مسلمان مشترکہ طور پر بڑا جانور خرید کر ساتواں حصہ کسی بزرگ یا حضور ﷺ کے نام قربانی کریں تو جائز ہے۔ اور جائز ہونے کے لیے کسی دلیل کی ضرورت نہیں۔ جو لوگ ناجائز اور غلط کہتے ہیں ان پر لازم ہے کہ معتبر کتاب کا جزیہ پیش کریں۔ وھو تعالٰی وسبحانہ اعلم بالصواب۔

کون کون سے جانور کی قربانی کریں؟

اونٹ ۱، گائے ۲، بھینس ۳، بکری ۴، بھیڑ ۵ اور دنبہ ۶ کی قربانی جائز ہے اونٹ پانچ سال کا ہونا ضروری ہے گائے بھینس دو سال کی اور بکری ایک سال کی ان جانوروں کی اس سے کم عمر ہو تو قربانی جائز نہیں اور دنبہ و بھیڑ کی عمر ایک سال ہونا ضروری نہیں یہاں تک کہ چھ ماہہ بچہ اگر اتنا بڑا ہو کہ دور سے دیکھنے میں سال بھر کا معلوم ہوتا ہو تو اس کی بھی قربانی جائز ہے درمختار میں ہے وصح الجذع ذوستة اشهر من الضأن ان كان بحيث لو خلط بالثنايا لا يمكن التميز من بعد وصح الثنى فصاعد امن الثلاثة (وهي الابل والبقر بنوعيه و بالشاة بنوعيه ردالمختار) والثنى هو ابن خمس من الابل وحولين من البقر والجاموس وحول من الشاة والمعز اه. وهو تعالٰى اعلم.

بھینسے کی قربانی کا مسئلہ

جاموس یعنی بھینس، بھینسے کی قربانی حدیثوں سے ثابت ہے کہ جاموس (بھینس) بقر (گائے) کی ایک قسم ہے اور بقر کی قربانی حدیثوں میں مذکور ہے جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا البقرة عن سبعة والجزور عن سبعة رواه مسلم وابوداؤد و اللفظ له یعنی بقر اور اونٹ کی قربانی سات آدمیوں کی طرف سے کافی ہے۔ (مسلم، ابوداؤد) اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت ہے قال كنا مع رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فى سفر فحضر الاضحٰى فاشتر كنا فى البقرة سبعة رواه الترمذى والنسائى وابن ماجه یعنی انہوں نے فرمایا کہ ہم سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے

کہ بقرعیدا آگئی تو ہم ایک بقر میں سات آدمی شریک ہوئے (ترمذی شریف، نسائی، ابن ماجہ) اور ہدایہ کتاب الاضحیہ میں ہے یدخل فی البقر الجاموس لانہ من جنسہ اھ۔ یعنی بقر میں بھینس بھی داخل ہے اس لیے کہ بھینس بقر کی جنس سے ہے اور کتاب الزکوٰۃ میں ہے الجوامیس والبقر سواء لانہ اسم البقریتنا ولھما اذ ھو نوع منہ۔ یعنی بھینس اور بقر احکام میں برابر ہیں کہ بقر کا لفظ ان دونوں کو شامل ہے اس لیے کہ بھینس، بقر کی ایک نوع ہے اور بدائع الصنائع میں ہے الجاموس نوع من البقر بدلیل انہ یضم ذٰلک الی البقر فی باب الزکوٰۃ اھ. یعنی بھینس بقر کی ایک قسم ہے دلیل یہ ہے کہ بھینس زکوٰۃ کے مسئلہ میں بقر سے ملائی جاتی ہے اور فتاویٰ قاضی خان میں ہے وکذا لاجاموس لانہ نوع من البقرہ اھ۔ یعنی بھینس کی بھی قربانی جائز ہے اس لیے کہ وہ بقر کی ایک نوع ہے اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے الجاموس نوع من البقراھ یعنی بھینس بقر کی ایک قسم ہے اور ردالمختار میں ہے الجاموس نوع من البقر وکذا المعز نوع من الغنم بدلیل ضتمھا فی الزکوٰۃ اھ یعنی بھینس، بھینسا بقر کی ایک قسم ہے دلیل یہ ہے کہ وہ زکوٰۃ میں شامل کی جاتی ہے اور فتاویٰ بزازیہ میں ہے الجاموس یجوز فیھا اھ. یعنی بھینس، بھینسا قربانی میں جائز ہے اور عربی لُغت کی مشہور کتاب المنجد میں ہے الجاموس ضرب من کبار البقرد اجنا اھ یعنی بھینس بقر کی ایک بڑی قسم ہے جو کالی ہوتی ہے اور فارسی لغت کی معتمد کتاب ''غیاث اللغات'' میں ہے جاموس در اخر سین مھملہ معرب گا میش کہ مخفف گائومیش ست از رسالہ معربات و دریں دیارمردم ایں زمانہ بجھت تفرقہ نرو مادہ نر را جاموس گویندبتعریب و مادہ راگائومیش خوانند اھ۔ فقہ اور لغت کے ان تمام شواہد کا خلاصہ یہ ہوا کہ بھینس بقر ہی کی ایک قسم ہے اس کی بھی قربانی جائز ہے اور یہ سب مسلمانوں کے نزدیک مسلمہ مسئلہ ہے لہٰذا بھینسے کی قربانی کو جہالت بتانے والا جاہل ہے اور جاہل نہیں تو گمراہ ہے اور گمراہ تاوقتیکہ توبہ نہ کر لے مسلمانوں پر اس کا بائیکاٹ کرنا لازم ہے ورنہ وہ بھی گنہگار ہوں گے۔ قال اللّٰہ تعالیٰ وَاِمَّا یُنْسِیَنَّکَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ (پارہ ۷ رکوع ۱۴) رئیس الفقہاء حضرت علامہ ملا جیون رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس آیت کریمہ کے تحت فرماتے ہیں۔ ان القوم الظلمین یعمّ المبتدع والفاسق والکافر والقعود مع کلھم ممتنع (تفسیرات احمدیہ ص ۲۵۵) وھو تعالیٰ اعلم۔

اسی طرح ایک دوسرے فتویٰ میں فرماتے ہیں۔

زید اگر بھینسا کی قربانی کو جائز نہیں مانتا اس لیے کہ وہ قرآن سے ثابت نہیں ہے اور بکرا

بکری کی قربانی کو جائز مانتا ہے تو اس سے دریافت کیا جائے کہ بکرا، بکری کی قربانی کس آیت سے ثابت ہے۔ اور جب قرآن سے ثابت نہ ہونے کے سبب وہ بھینسا کی قربانی سے انکار کرتا ہے تو پانچوں وقت کی نمازوں میں رکعتوں کی تعداد سے بھی اسے انکار ہوگا اور سونا چاندی میں چالیسویں حصے اور غلہ میں دسویں بیسویں حصے کی زکوٰۃ سے بھی اسے انکار ہوگا اور اسی طرح ان تمام باتوں سے کہ جس کا ثبوت صرف حدیثوں سے ہے العیاذ باللّٰہ تعالیٰ۔ خلاصہ یہ کہ زید گمراہ ہے اس پر توبہ لازم ہے اگر وہ توبہ نہ کرے تو سب مسلمان اس کا بائیکاٹ کریں اگر ایسا نہ کریں گے تو وہ بھی گنہگار ہوں گے قال اللّٰہ تعالیٰ واما ینسینک الشیطن فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظلمین (پ ۷ ع ۱۴) وھو سبحانہٗ و تعالیٰ اعلم بالصواب۔

قربانی کی اوجھڑی کھانا

قربانی کی اوجھڑی کا کھانا بھی مکروہ تحریمی ہے اور ہر مکروہ تحریمی استحقاق جہنم کا سبب ہونے میں حرام کے مثل ہے جیسا کہ درمختار میں ہے کل مکروہ ای کراھۃ تحریم حرام ای کالحرام فی العقوبۃ بالنار۔ لہٰذا قربانی کی اوجھڑی بھی نہ کھائیں بلکہ اسے دفن کر دیں۔ وھو تعالیٰ اعلم۔

اسی اوجھڑی کے حوالے سے ایک اور فتویٰ میں رقمطراز ہیں کہ

اوجھڑی اور آنتیں کھانا جائز نہیں۔ تفصیل کے لیے رسالہ ''اوجھڑی کا مسئلہ'' دیکھیں لہٰذا قربانی کے جانور کی اوجھڑی اور آنتیں دفن کر دی جائیں البتہ اگر بھنگی کھانا چاہے تو اسے منع نہ کریں۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں...... اوجھڑی آنتیں جنکا کھانا مکروہ ہے تقسیم نہ کی جائیں بلکہ دفن کر دی جائیں اور اگر بھنگی اٹھالے منع کی حاجت نہیں...... (فتاویٰ رضویہ جلد ششم ص ۱۶۷) وھو تعالیٰ ورسولہٗ الاعلیٰ اعلم بالصواب

قصاب کو چمڑا یا سری پائے دینا

قربانی کا چمڑا یا گوشت یا سری پائے قصاب یا ذبح کرنے والے کو اجرت میں دینا جائز نہیں۔ سری پائے خود کھائے یا کسی دوسرے کو بطور ہدیہ دے دے شرعاً اس کا کوئی حقدار نہیں اور یہ جو ذبح کرنے والوں نے مشہور کر رکھا ہے کہ سرا ہمارا حق ہے غلط ہے ہاں قربانی کرنے والوں کو چاہیے کہ ذبح کرنے والے کو ذبح کرنے کی اجرت دے دے۔ پھر سری گوڑی خواہ ذبح کرنے والے کو دیں یا کسی اور کو دے دیں۔ ھذا ما عندی والعلم بالحق عند اللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

ذبح اور دعا کرنا

قربانی کرنے والے کو بسم اللہِ. اللہ اکبر پڑھنا ضروری ہے قربانی کی دعا پڑھنا ضروری نہیں لہٰذا اگر کسی دوسرے نے اس کی دعا پڑھی تو بھی قربانی ہو جائے گی یہاں تک کہ اگر کسی مسلمان نے قربانی کی نیت سے جانور خریدا پھر اس نے اجازت نہیں دی مگر دوسرے نے اسے قربانی کی نیت کے بغیر صرف بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر ذبح کر دیا تو مالک نے گوشت لے لیا اور ذبح کرنے والے سے تاوان نہیں لیا تو اس صورت میں بھی قربانی ہو جائے گی الاشباہ والنظائر ص ۲۲ میں ہے اشتراھا بنیة الاضحیة فذبحها غیرہ بلا اذن فان اخذھا مذبوحة ولم بضمنه اجزأته ۱ھ. وھو تعالٰی اعلم بالصواب۔

چرم قربانی مسجد کے کاموں میں لگانا

چرم قربانی مسجد کے کاموں میں لگا سکتے ہیں جیسا کہ حضرت صدر الشریعہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ تحریر فرماتے ہیں قربانی کا چمڑا اپنے کام میں بھی لا سکتا ہے اور ہو سکتا ہے کہ کسی نیک کام کے لیے دے دے مثلاً مسجد یا دینی مدرسہ کو دیدے یا کسی فقیر کو دیدے (بہار شریعت ص ۱۵۱ ج ۱۵) البتہ اگر چمڑے کو اپنے خرچ میں لانے کی نیت سے بیچا تو اب اس کی قیمت مسجد میں دینا جائز نہیں۔ کفایہ علی فتح القدیر جلد ہشتم ص ۴۳۷ میں ہے اذاتمو لھابا لبیع وجب التصدق کذا فی الایضاح وھو تعالٰی اعلم۔

قربانی کا چمڑا صدقہ کرنا واجب نہیں

قربانی کا چمڑا صدقہ کرنا واجب نہیں اس لیے کہ اس کو باقی رکھتے ہوئے اپنے کسی کام میں بھی لا سکتا ہے مثلاً اس کا مصلٰی بنائے یا چلنی اور مشکیزہ وغیرہ۔ فتاوٰی عالمگیری میں ہے "یتصدق بجلد ھا او یعمل منها نحو غربال و جراب" یعنی قربانی کا چمڑا صدقہ کرے یا چلنی اور تھیلی وغیرہ بنائے۔ بلکہ قربانی کے چمڑے کو ایسی چیزوں سے بھی بدل سکتا ہے کہ جس کو باقی رکھتے ہوئے اپنے کام میں لائے جیسے کتاب وغیرہ۔ البتہ کسی ایسی چیز سے نہیں بدل سکتا کہ جس کو ختم کر کے فائدہ حاصل کرے مثلاً چاول، گیہوں اور گوشت وغیرہ جیسا کہ فتاوٰی عالمگیری کے اسی صفحہ پر ہے "لا باس بان یشتری به ما ینتفع بعینه مع بقائه استحسانا ولا یشتری به مالا ینتفع به الا بعد

الاستهلاک نحوَ اللحم والطعام‘‘ ثابت ہوا کہ قربانی کے چمڑے کا وہ حکم نہیں جو زکوٰۃ، عشر، اور صدقۂ فطر کا ہے کہ چرمِ قربانی کا صدقہ کرنا واجب نہیں۔ اور اگر صدقہ کرے تو اس میں تملیک شرط نہیں لہٰذا اسے مسجد، مدرسہ، قبرستان یا عیدگاہ کی تعمیر میں لگانا جائز ہے خواہ ان کے منتظمین کو چمڑا دے کہ وہ بیچ کر ان کی تعمیر پر صرف کریں یا ان چیزوں کی تعمیر میں صرف کرنے کی نیت سے بیچ کر اس کی قیمت دیں یہ بھی جائز ہے۔ فتاویٰ بزازیہ میں ہے ’’له ان يبيعها بالدراهم ليتصدق بها‘‘ لیکن اگر اپنی ذات یا اپنے اہل وعیال پر صرف کرنے کی نیت سے بیچا تو اس کی قیمت کو مسجد یا مدرسہ وغیرہ کی تعمیر پر صرف کرنا جائز نہیں کہ اب اس کا صدقہ کرنا واجب ہے اور صدقہ واجبہ میں تملیک شرط ہے کفایہ میں ہے اذا تمولها بالبيع وجب التصدق كذا فی الايضاح وهو تعالىٰ اعلم بالصواب۔

ذبیح اللہ

ذبح کے حوالے سے آج کل مختلف ابحاث زیرِ غور رہتی ہیں اس سلسلہ میں ہمارے دینی سکالر اور معروف عالم دین مولانا محمد صدیق ملتانی نے ''ذبیح اللہ کون؟'' کے عنوان سے ایک تحقیقی موقف پیش کیا ہے جو لائق مطالعہ ہے اور معلومات افروز بھی۔

بعض مفسرین نے حضرت اسحاق علیہ السلام کو ذبیح قرار دیا ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ قربانی حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ہوئی اور ذبیح آپ ہی ہیں۔ دلائل ملاحظہ ہوں:

دلیل اول: ذبح کا واقعہ مکہ معظمہ میں پیش آیا ہے اور حضرت اسحاق علیہ السلام مکہ معظمہ میں نہ تھے بلکہ مکہ مکرمہ میں حضرت اسماعیل علیہ السلام قیام پذیر تھے، لہٰذا ذبیح حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں نہ کہ حضرت اسحاق علیہ السلام۔

دلیل دوم: فدیہ میں ذبح ہونیوالے دنبہ کا سر اور سینگ، میزاب رحمت کے ساتھ یزید کے دور تک معلق رہا، اولاد اسماعیل نسل در نسل اس کی حفاظت کرتی رہیں، دنبہ کے سر کا مکہ مکرمہ میں ہونا اس بات کا بین ثبوت ہے کہ ذبح کا واقعہ مکہ معظمہ میں ہوا ہے اور مکہ مکرمہ میں حضرت اسماعیل علیہ السلام تھے، لہٰذا ذبیح اللہ بھی حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں۔

دلیل سوم: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا مانگی:

رب هب لي من الصالحين○ فبشر ناه بغلام حليم○...... (الصافات ۳۷:۱۰۰۔۱۰۱)

لفظ حلیم میں اس طرف اشارہ ہے کہ ذبح کی تکلیف کو برداشت کرے گا۔ پھر فرمایا:

فلما بلغ معه السعي قال يا بني...... الخ (الصافات، ۳۷:۱۰۲)

بعد میں ذبح کا ذکر ہوا۔ ان مذکورہ آیات میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کا ذکر ہے، لہٰذا بعد میں جس کے ذبح کا واقعہ بیان ہوا وہ بھی حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں۔

دلیل چہارم: خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

فبشرناها باسحاق ومن وراء اسحاق يعقوب ...... (ہود ۱۱:۷۱)

''ہم نے (سارہ کو) اسحاق کی بشارت دی اور اس کے بعد یعقوب کی''

حضرت اسحاق علیہ السلام کی حیات ہی میں حضرت یعقوب علیہ السلام پیدا ہوں گے، یعنی ان کی نسل جاری رہنے کا پہلے ہی علم ہو چکا تھا، اب انہیں ذبح کا حکم کیسے دیا جا سکتا تھا، لہٰذا ذبیح حضرت اسماعیل علیہ السلام ہی ہیں۔

دلیل پنجم: جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنا خواب بیان کیا تو حضرت اسماعیل علیہ السلام نے وعدہ فرمایا کہ میں صبر کروں گا:

ستجدنی ان شاء اللّٰہ من الصابرین. (الصافات، ۳۷:۱۰۲)

پھر آپ نے وہ وعدہ سچا کر دکھایا، چنانچہ خدا تعالیٰ نے فرمایا:

انہ کان صادق الوعد. (مریم، ۱۹ : ۵۴)

لہٰذا یہ امر بھی اس طرف مشہور ہے کہ ذبیح اللہ حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں۔

دلیل ششم: حضرت سیدنا اسماعیل علیہ السلام نے وعدہ کے مطابق کمال صبر کا مظاہرہ کیا، جس کی خدا نے تصدیق فرمائی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

واسماعیل وادریس و ذاالکفل کل من الصابرین. (الانبیاء ۲۱ : ۸۵)

''حضرت اسماعیل، حضرت ادریس اور حضرت ذوالکفل (علیہم السلام) سب صابروں میں سے تھے''

اور یہ صبر ذبح پر تھا، لہٰذا ثابت ہوا کہ ذبیح اللہ حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں۔

دلیل ہفتم: واقعہ قربانی کے بعد خدا تعالیٰ نے فرمایا:

وبشرناہ باسحاق نبیا من الصالحین (الصافات، ۳۷: ۱۱۲)

''اور ہم نے اسے اسحاق کی بشارت دی جو صالحین نبی ہوئے''

اس سے پتہ چلا کہ قربانی کے وقت حضرت اسحاق علیہ السلام موجود نہ تھے، ذبح کرنے کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حضرت اسحاق علیہ السلام کے پیدا ہونے کی بشارت کا ذکر ہے اور ساتھ ہی فرمایا کہ حضرت اسحاق علیہ السلام کے ہاں بھی بیٹا ہوگا۔ پھر باوجود ان کے ہاں لڑکا نہ ہونے کے اس سے پیش تر ہی ان کے ذبح کا حکم کیسے دیا جا سکتا ہے؟ پس ثابت ہوا کہ ذبیح حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں۔

دلیل ہشتم: تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک یہودی سے سوال کیا، جو مسلمان ہو چکا تھا کہ ذبیح کون ہے؟ اس نے کہا، اے امیر المومنین! سچ یہ ہے کہ جن کے ذبح کا حکم ہوا وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں، لیکن یہودیوں نے دیکھا کہ

عرب حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد ہیں، یہ بزرگی اور شرف ان کو پہنچتا ہے تو انہوں نے اسے بدل دیا اور حضرت اسحاق علیہ السلام کا نام لے دیا۔

دلیل نہم: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی موجودگی میں یہ بات چل نکلی کہ ذبیح اللہ کون ہے؟ آپ نے فرمایا، اچھا ہوا کہ مجھ جیسے باخبر کے سامنے یہ معاملہ زیر بحث آیا، سنو! ایک مرتبہ ہم رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں موجود تھے، ایک آدمی آپ کے پاس آیا اور کہنے لگا، ...... اے دو راہ خدا میں ذبح ہونے والوں کی نسل کے رسول! مجھے بھی مال غنیمت میں سے کچھ دلوا دیجئے، ...... اس پر حضور ﷺ مسکرائے، ایک ذبیح حضور ﷺ کے والد اور دوسرے حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں۔ اسے ابن کثیر نے نقل کیا ہے۔ حضور ﷺ نے خود بھی فرمایا:

انا ابن الذبیحین......

"میں دو ذبیحوں کا بیٹا ہوں۔

(یعنی حضرت عبداللہ اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کا)"

دلیل دہم: ابن کثیر نے لکھا ہے کہ کعب احبار حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں مسلمان ہوئے، یہ کبھی کبھار حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قدیمی کتب کی باتیں سناتے رہتے تھے اور صحابہ ان کو رخصت سمجھ کر قبول کر لیتے اور آگے لوگوں سے بیان کرنے لگتے، چنانچہ حضرت عکرمہ، سعید بن جبیر، مجاہد شعبی اور زہری وغیرہ نے ان سے سن کر بیان کیا کہ ذبیح اللہ حضرت اسحاق علیہ السلام ہیں، گویا اس معاملے میں کعب احبار ان کے استاد ہیں اور یہ پہلے یہودی تھے اور یہ بات پہلے بیان ہو چکی ہے کہ یہودیوں نے دیدہ دانستہ حضرت اسحاق علیہ السلام کا نام لیا ہے۔

دلیل یازدہم: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا مانگی:

رب ھب لی من الصالحین (الصافات، ۳۷:۱۰۰)

"یااللہ! مجھے صالح اولاد عطا فرما"

یہ سوال اس بات کی دلیل ہے کہ اس سے پہلے آپ کی اولاد نہ تھی اور وجہ یہ ہے کہ

لان طلب الحاصل محال

"جو چیز موجود ہو، اس کے بارے میں سوال زیب نہیں دیتا"

اور ھب لی من الصالحین کا سوال ایک لڑکے کے حصول کا اشارہ کرتا ہے، نیز من تبعیضیہ ہے امام فخر الدین رازی فرماتے ہیں:

واقل درجات البعضیة الواحد.

بعضیت کا کم ازکم درجہ ایک ہے۔

ثابت ہوا کہ اس سوال کے وقت آپ کی کوئی اولاد نہ تھی اور آپ کی پہلی اولاد اسماعیل علیہ السلام ہیں، لہٰذا اس دعا کا مطلوب حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں پھر خدا تعالیٰ نے لڑکے کی بشارت دی اور اس کے بعد قربانی کا ذکر ہوا، جو اس بات کی دلیل ہے کہ ذبیح اللہ حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں۔

یہاں سے ذبیح اللہ کون ہیں؟ کا مسئلہ بالکل دو جمع دو برابر چار کے طرح واضح اور اجاگر ہو گیا اور وزنی دلائل سے ثابت ہوا کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ذاتِ گرامی ہی ذبیح اللہ ہے اور عید الاضحیٰ حضرت اسماعیل علیہ السلام اور آپ کے جد امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی حسین یادگار کے طور پر امت مسلمہ کو عطا کی گئی ہے۔

فلسفہ قربانی

فلسفہ قربانی

قربانی جان نثاری اور فدا کاری کے اس عظیم واقعہ کی یادگار ہے۔جب برگزیدہ باپ کا صابر بیٹا اپنے باپ کی زبان سے یہ اشارہ سن کر کہ اس کے رب نے اس کی جان کی قربانی طلب کی ہے خندہ پیشانی کے ساتھ خاک وخون میں تڑپنے کے لیے تیار ہوگیا تھا......

وہ لڑکا (اسماعیل علیہ السلام) جب اُس (ابراہیم علیہ السلام) کے ساتھ دوڑ دھوپ کرنے کی عمر کو پہنچ گیا تو (ایک روز) ابراہیم علیہ السلام نے اُس سے کہا۔بیٹا مین خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں تجھے ذبح کررہا ہوں۔" اب تو بتا، تیرا کیا خیال ہے؟"اُس نے کہا۔"ابا جان! جو کچھ آپ کو حکم ہوا ہے۔" اُسے کرڈالیئے۔آپ نشاء اللہ مجھے صابروں میں سے پائیں گے۔"

آخر کو جب ان دونوں نے سر تسلیم خم کردیا۔اور ابراہیم علیہ السلام نے بیٹے کو ماتھے کے بل لٹا دیا اور ہم نے ندادی۔کہ"اے ابراہیم! تو نے خواب سچ کردکھایا۔ہم نیکی کرنے والون کو ایسی ہی جزا دیتے ہیں۔ یقیناً یہ ایک کھلی آزمائش تھی۔ اور ہم نے ایک بڑی قربانی فدیئے میں دے کر اس بچے کو چھڑا لیا۔ اور اس کی تعریف وتوصیف ہمیشہ کے لیے بعد کی نسلوں مین چھوڑدی۔سلام ہے ابراہیم علیہ السلام پر ہم نیکی کرنے والوں کو ایسی ہی جزا دیتے ہیں۔ یقیناً وہ ہمارے مومن بندوں میں سے تھا۔" (الصّٰفّٰت۔۱۰۲ تا ۱۱۲)

اللہ تعالیٰ نے باپ بیٹے کے جذبہ قربانی کو قبول فرما کر اس کی یادگار کو رہتی دنیا تک قائم رکھنے کا حکم دے دیا۔قربانی کے فلسفہ کو سمجھنے اور اس کے پس منظر میں جانے کے لیے ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ اس کی ابتداء کب ہوئی؟ اور اس کا مقصد کیا تھا؟ قرآن حکیم سے معلوم ہوتا ہے۔کہ نسل انسانی کا بیج جب سے دنیا کی سطح پر بویا گیا۔اُسی وقت سے یہ مبارک رسم قائم ہوئی ہے۔

"ان لوگوں کو آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں کا واقعی قصہ سنا دیں۔ان دونوں نے قربانی کی۔ پھر ایک کی قبول ہوئی اور دوسرے کی قبول نہیں ہوئی......

......اللہ تو متقیوں کی قربانیاں قبول کرتا ہے"(المائدہ)

اس سے دو باتیں ثابت ہوتی ہیں۔ پہلی یہ کہ قربانی کی ابتداء نسل انسانی کے آغاز سے ہی ہوگئی تھی۔ دوسری بات یہ کہ قربانی کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہے جس سے معبود کا قرب اور رضا و خوشنودی حاصل کی جاتی ہے۔ ہر قوم کے مناسک میں جو ان کی جدا گانہ معاشرت اور طریق بو دوباش کے آئینہ تھے۔ یہی جذبات اصل الاصول رہے ہیں۔

''ہر امت کے لیے ہم نے قربانی کا ایک قاعدہ مقرر کردیا ہے۔ تاکہ (اس امت کے) لوگ ان جانوروں پر اللہ کا نام لیں جو اس نے ان کو بخشے ہیں۔'' (الحج:۳۴)

صرف اسلام ہی نہیں بلکہ اسلام کے علاوہ جتنے ادیان دنیا میں موجود ہیں۔سب میں قربانی کی بہت اہمیت ہے۔ ہندوستان کو ہی لیجئے۔ دیوتاؤں اور بتوں کی خوشنودی کی خاطر بڑی سے بڑی قربانی کی جاتی ہے۔حتیٰ کہ انسانی قربانی سے بھی دریغ نہیں کیا جاتا۔اس طرح بدھ مت، زرتشت، کنفوشش اور دیگر مذاہب باطلہ میں بھی قربانی کسی نہ کسی طریقہ سے رائج ہے۔اور معبود کے تقرب اور رضاو خوشنودی کے حصول کا ایک اہم ذریعہ تصور کیا جاتا ہے۔ نبی آخرالزمان حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے قبل بھی کفار بتوں کے آگے جانوروں کی قربانی دیا کرتے تھے۔اس لیے قربانی کے پس منظر میں جھانکیں تو پتہ چلتا ہے کہ اس کا آغاز روز اول سے ہی ہوگیا تھا۔

فلسفہ قربانی کا محور تقویٰ ہے اور یہی قربانی کا بنیادی مقصد ہے۔ جیسا کہ قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے۔''نہ ان کے گوشت اللہ کو پہنچتے ہیں، نہ خون، مگر اسے تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے''۔(سورۃ الحج)

یہ بات تو سب پر واضح ہے کہ قربانی ،عیدالاضحیٰ اور حج سب حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی شخصیات کے گرد ہی گھومتے ہیں اور ان کے مراسم و مناسک ان دونوں اللہ کے انبیاء کرام کی حیات طیبہ کے بعض واقعات کی یادگار کی حیثیت رکھتے ہیں۔حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی سراسر امتحان وآزمائش تھی۔جس کے لیے قرآن حکیم میں ابتلا کا لفظ آیا ہے۔ جیسا کہ سورۃ بقرہ میں ان کی پوری داستان حیات کو ان چند الفاظ میں سمودیا گیا:

''اور جب آزمایا ابراہیم علیہ السلام کو اس کے رب نے بہت سی باتوں میں۔تو اس نے ان سب کو پورا کردکھایا۔''

دراصل انسان کی پوری زندگی کی اصل غرض وغایت ہی ابتلاء وآزمائش ہے جیسا کہ سورۃ الملک میں ارشاد ہوتا ہے:

'' وہ جس نے پیدا کیا موت وحیات کو کہ تمہیں آزمائے کہ کون ہے۔تم میں سب سے اچھا عمل کے اعتبار سے۔''

بقول علامہ اقبال

قلزمِ ہستی سے تو ابھرا ہے مانندِ حباب
اس زیاں خانے میں تیرا امتحاں ہے زندگی

حضرت ابراہیم علیہ السلام پر کڑی آزمائشیں آئیں عزم و ہمت کا وہ کونسا امتحان تھا جو انہیں پیش نہ آیا۔صبر وثبات کی وہ کون سی آزمائش تھی جس سے وہ دو چار نہ ہوئے ہوں گے۔حوصلہ،تحمل وبرداشت اور جذبۂ ایثار وقربانی کی جانچ پرکھ کا وہ کونسا طریقہ تھا جو ان پر آزمایا نہ گیا۔گھر سے وہ نکالے گئے،معبد میں اُن پر دست درازی ہوئی۔سر عام ان پر ہجوم کیا گیا۔دربار نمرود میں ان کی پیشی ہوئی۔دہکتی ہوئی آگ میں وہ ڈالے گئے۔تب بھی ان کے عزم وارادے میں کوئی تزلزل نہ آیا۔عشق کی اس بلند پروازی پر وہ عقل بھی انگشت بدنداں رہ گئی جس نے ابتداً انہیں خود ہی اس راہ پر ڈالا تھا۔

بے خطر کود پڑا آتشِ نمرود میں عشق
عقل ہے محوِ تماشائے لبِ بام ابھی

معاشرے کے یہ امتحان ختم ہوئے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کڑی آزمائشیں شروع ہوگئیں۔ اللہ کی راہ میں ہجرت کا حکم ہوا۔اپنی پیاری اہلیہ اور لختِ جگر حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو بے آب و گیاہ ریگزار میں تن تنہا چھوڑ آئے۔جب وہ لختِ جگر جوان ہوا تو حکم ہوا کہ اسے اللہ کی راہ میں قربانی کر دو۔بڑھاپے کی اولاد تھی۔یہ آخری آزمائش بہت کڑی تھی،آپ کی امیدوں آرزوؤں اور تمناؤں کا امتحان تھا،زمین وآسمان لرز اٹھے۔ ملائکہ مبہوت رہ گئے مگر نہ بوڑھے باپ کے پائے ثبات میں کوئی لغزش پیدا ہوئی نہ نوجوان بیٹے کے صبر وتحمل میں کوئی لرزش۔دونوں نے سر تسلیم خم کر دیا۔

یہ علیحدہ بات ہے کہ عین آخری وقت پر رحمت خداوندی حکمت امتحان پر غالب آگئی اور بوڑھے باپ کی امتحان میں کامیابی کا اعلان کر دیا گیا۔پیشتر اس کے کہ وہ اپنے اکلوتے بیٹے کی ذبح شدہ لاش اپنی آنکھوں سے دیکھتا۔

”اور اس کے بدلے میں ہم نے دی ایک بڑی قربانی،اور پکار کھا اس پر (چلن) بعد کی نسلوں میں“

اسی طرح ابتلا کی ایک بڑی طویل داستان کمال کو پہنچ گئی۔اور عقل وفطرت کی سلامتی اور سیرت وکردار کی پختگی کی کٹھن جانچ پرکھ اور جذبات واحساسات کے ایثار اور محبت کی قربانی کے شکل امتحانات سے گزر کر اللہ کا ایک بندہ ایک طرف خلّت الٰہی کی خلعت سے سرفراز ہوا اور دوسری طرف امامت الناس کے منصب پر فائز ہوا۔

”سلام ہوا ابراہیم پر۔اسی طرح ہم بدلہ دیتے ہیں نیکوکاروں کو۔۔۔یقیناً وہ

ہمارے مومن بندوں میں سے تھا۔'' (الصّٰفّٰت)

یہ ہے ایک مومن بندے اور سچے مسلمان کی زندگی کی کامل تصویر اور ایمان حقیقی کی صحیح تعبیر

چوں می گویم مسلمانم، بلرزم
کہ دانم مشکلات لا الہ را

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ علیہ (اور امام ابن ماجہ رحمہ اللہ علیہ اپنی اپنی مسند میں لکھتے ہیں کہ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ سے دریافت کیا، یا رسول اللہ ﷺ! ان قربانیوں کی نوعیت کیا ہے؟'' ارشاد ہوا۔''یہ تمہارے باپ ابراہیم کی سنت ہے''

دراصل بکریوں، بھیڑوں، گایوں اور اونٹوں کی قربانی محض علامت کی حیثیت رکھتی ہے۔ قربانی کی روح اس علامت سے بہت مختلف ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے پاس قربانیوں کا گوشت اور خون نہیں پہنچتا۔ وہاں تو تقویٰ کو ہی رسائی حاصل ہے۔اطاعت وفرمانبرداری تسلیم ورضا اور اس پر مداومت و استقامت ہی قربانی کی روح ہے۔قربانی کرتے وقت ہمیں انہی جذباتِ ابراہیم علیہ السلام کا خیال رکھنا چاہیے۔ جو اُس وقت تھے۔ جب آپ نے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو ذبح کرنے کے لیے زمین پر لٹایا تھا۔انہی دل کے پاکیزہ جذبات کا نام تقویٰ ہے۔

ہم عیدالاضحےٰ مناتے ہیں۔ہمیں سنت ابراہیمی کے اتباع میں ایثار وقربانی کا مسلک اختیار کرنا چاہیے۔اس روز ہمیں دیکھنا چاہیے کہ آیا ہم سنت ابراہیمی پر محکم اور کاربند ہیں۔ اگر نہیں تو آئندہ کے لیے ایثار وقربانی کو شعار بنانے کے عزم کی تجدید کرنا چاہیے۔ ہم پرہیز گاری کے تمام تقاضے پورے کریں۔خشوع وخضوع کے ساتھ عبادت کرنے اور زندگی کو اللہ تعالیٰ کے احکام کے عین مطابق بسر کرکے ہی تقوی حاصل کیا جاسکتا ہے۔ہم اپنے معاملات کو اللہ کی رضا کے تابع کرلیں۔حقوق اللہ ادا کرنے میں بھی مستعد ہوں اور حقوق العباد ادا کرنے میں بھی۔اس طرح حرص و ہوا کے پھندوں سے نکل آئیں گے۔ اور اللہ کی راہ میں بڑی سے بڑی قربانی دینے میں بھی معمولی سا تامل اور تکلف نہیں کریں گے۔ یہی سنت ابراہیمی ہے۔عیدالاضحیٰ پر جانوروں کی قربانی دینے میں بھی یہی حکمت رکھی گئی ہے کہ ہم اپنے جذبہ قربانی کو کسی صورت بھی ماند نہ پڑنے دیں۔اسے زندہ اور فزوں میں رکھیں۔ ہم میں اتنی جرأت اور استقامت ہونی چاہیے کہ اگر دین، قوم، ملک اور معاشرہ ہم سے قربانی مانگے تو ہم پیچھے نہ ہٹ جائیں بلکہ مردانہ وار اپنے آپ کو پیش کریں۔

آج ہم نے قربانی کو محض ایک رسم بنالیا ہے۔بلکہ اسے قومی تہوار کی حیثیت دے دی ہے اور قربانی کی روح حقیقت میں مفقود ہوتی جا رہی ہے۔یہی وجہ ہے کہ ہر سال کئی لاکھ مسلمان حج کرتے ہیں۔کروڑوں کی تعداد میں قربانیاں دی جاتی ہیں۔ لیکن وہ روحِ تقویٰ کہیں نظر نہیں آتی۔

جس کی رسائی اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ تک ہے۔شاید علامہ اقبالؒ بات کی تہہ تک پہنچ گئے تھے!

رگوں میں وہ لہو باقی نہیں ہے
وہ دل وہ آرزو باقی نہیں ہے
نماز و روزہ و قربانی و حج
یہ سب باقی ہیں تو باقی نہیں ہے

کاش ہم اس صورت حال کا صحیح تجزیہ کر کے قربانی کی روح کو سمجھنے کی کوشش کریں۔

اِنَّ صلوٰتی ونُسُکی و محیای ومَمَاتی لِلّٰہِ ربّ العٰلمینؐ

اسلام میں جانوروں کے حقوق

اسلام دین فطرت ہے اور زندگی کے تمام شعبوں پر محیط ہے حقوق و فرائض کا تعین جس قدر اسلام نے کیا ہے دنیا کا کوئی دوسرا مذہب اس کا اہتمام نہیں کر سکا اسلام نے تو جانوروں تک کو ان کے حقوق عطا فرمائے۔ آج حقوق انسانی کے تحفظ کے نام نہاد ٹھیکیداروں کو اسلام کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ اگر اہل اسلام خود بھی اسلامی تعلیمات کا باریک بینی سے مطالعہ کریں تو انہیں اسلام کی حقیقی روح سے شناسائی ہوگی اور وہ مقصد حیات کو پالیں گے اسی میں رب کریم اور حضور اقدس ﷺ کی رضا و خوشنودی اور معرفت و پہچان کا راز مضمر ہے اسلام نے انسان تو انسان، جانوروں کو اذیت پہنچانے سے بھی سختی کے ساتھ منع کیا اور ان کی بہتری کی طرف راہنمائی کی ہے۔ پاکستان میں خصوصاً محکمہ ''تحفظ جنگلی حیات'' کا فرض ہے کہ وہ ان تعلیمات کو عام کر کے اپنا فرض ادا کریں۔ جانوروں کو لڑانا، جنگلی پرندوں کو بلاوجہ قید کرنا، محض تفریح کے لیے بلاضرورت شکار کرنا، ان پر ان کی طاقت سے زیادہ بوجھ لادنا، ان کے لیے کھانے پینے کا مناسب انتظام نہ کرنا اور ان پر ظلم کرنا سخت گناہ ہے اور اس پر اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے۔

ساڑھے چودہ صدیاں پہلے دربار رسالت سجا تھا صحابہ کرام حضور اقدس ﷺ کے اردگرد بیٹھے آپ کے نوری چہرۂ اقدس کی زیارت سے فیض یاب ہو رہے تھے اور آپ کی مقدس باتوں سے اپنی اصلاح کا سامان کر رہے تھے موضوع گفتگو ''انسان کا جذبۂ شفقت و رحم'' تھا رسولِ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

ایک شخص جنگل سے گذر رہا تھا، گرمیوں کا موسم اور دوپہر کا وقت تھا۔ اس شخص کو پیاس لگی تو ایک کنویں پر پہنچا، پیاس کی شدت، موسم کی حدت کے سبب مزید بڑھتی جا رہی تھی مگر کنویں میں نہ ڈول تھا اور نہ ہی رسی و زنجیر، چار و ناچار پیاسا شخص کنویں میں اترا...... پانی پیا...... اور بڑی مشکل سے باہر نکل آیا...... باہر آیا ہی تھا کہ اس نے ایک پیاسے کتے کو دیکھا جو ابھی وہاں پہنچا تھا...... اس مسافر نے سوچا کہ اس کتے کو جو بہر حال اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے اسے بھی پانی پلانا چاہیے لیکن اس کی کوئی تجویز بن نہیں رہی تھی ادھر پیاسا کتا کنویں کے کنارے پر موجود کیچڑ کو چاٹ کر پیاس بجھانے

کی کوشش کر رہا تھا...... یہ شخص دوبارہ کنویں میں اترا اور اس نے اپنے جوتوں میں پانی ڈالا باہر لا کر پیاسے کتے کو پلایا، اب کتا خوش ہو گیا اور دم ہلاتا ہوا واپس لوٹ گیا۔ اللہ تعالیٰ کو اپنی مخلوق کے ساتھ اس شخص کے شفقت آمیز اس رویے پر اس قدر پیار آ گیا کہ رب کریم نے اس کے گناہ معاف کر دیئے اور اسے نجات کا پروانہ عطا فرما دیا اس ساری گفتگو کو سننے والے صحابہ کرام کی دلچسپی اور زیادہ بڑھ چکی تھی اور انہوں نے تجسس بھرے لہجے میں پوچھا کہ یا رسول اللہ ﷺ! کیا جانوروں پر رحم کرنے سے بھی ثواب ملتا ہے...... حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا...... بے شک، جانوروں پر رحم کرنا، اجر و ثواب کا موجب ہے...... (مسند احمد)

حضور ﷺ نے جانوروں پر ان کی طاقت سے زیادہ بوجھ لادنے اور مشقت لینے سے بھی منع فرمایا ہے بخاری شریف میں ارشاد نبوی ہے کہ...... اک شخص بیل پر سوار ہو کر دوسری جگہ جا رہا تھا اچانک بیل نے مڑ کر اس شخص کو دیکھا اور پکار کر کہا کہ میں سواری کے لیے نہیں بلکہ کھیتی باڑی کے لیے پیدا کیا گیا ہوں...... ابو داؤد شریف میں حدیث نبوی ہے کہ ایک مرتبہ حضور انور ﷺ نے ایک دبلے پتلے اونٹ کو دیکھا۔ جو بہت کمزور ہو چکا تھا آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ...... ان بے زبان جانوروں کے معاملے میں خدا سے ڈرو، ان پر سوار ہوتے ہو تو ان کو اچھی حالت میں رکھو اور اگر ان کا گوشت کھاتے ہو تو ان کو اچھی حالت میں رکھ کر کھاؤ......

ابوداؤد اور مشکوٰۃ دونوں میں روایت موجود ہے کہ حضور اقدس ﷺ مدینہ منورہ کی ایک گلی سے گذر رہے تھے کہ معاً شور اٹھا ادھر ایک اونٹ بھاگم بھاگ آ رہا تھا، رحمت عالم و عالمیان ﷺ کے قریب آتے ہی گھٹنے ٹیک کر کے بیٹھ گیا...... اتنے میں اس کا تعاقب کرنے والے ڈھیر سارے افراد بھی آ گئے۔ پیغمبر امن و رحمت ﷺ نے اپنا دست شفقت اس اونٹ کے سر اور پشت پر پھیرا تو گویا اسے عجیب راحت و سکون مل گیا...... آپ ﷺ کے استفسار پر لوگوں نے بتایا کہ یہ اونٹ اب بوڑھا ہو گیا ہے کام کاج کے قابل نہیں لہٰذا اب ہم اسے ذبح کر کے اس کا گوشت کھانا چاہتے ہیں...... آپ ﷺ نے فرمایا یہ اونٹ بھی مجھے یہی بات بتا رہا تھا اب تم اس طرح کرو کہ چونکہ اس اونٹ نے طویل عرصہ تمہارے خدمت کی ہے اس لیے اب کچھ عرصہ تم بھی اس کی خدمت کرو۔ سبحان اللہ...... جب یہ منصفانہ اور حکیمانہ ارشاد گرامی انہوں نے سنا تو سر تسلیم خم کر دیا اور اونٹ کو چرنے کے لیے آزاد کر دیا......

عہد قدیم میں چونکہ جہالت عام تھی بلکہ سارا ماحول جہالت مآب تھا تو بے وقوف ظالم

لوگ جب چاہتے زندہ دنبے کی چکی کاٹ لیتے اور بھون کھاتے یا جب خیال آتا اونٹ کی کوہان سے گوشت کاٹ لیتے اور مزے اڑاتے اسلام نے اس برے فعل کی شدید مذمت کی اور ترمذی شریف میں ارشاد نبوی مرقوم ہے کہ حضور انور ﷺ نے زندہ جانوروں کے جسم سے اس طرح کٹ جانے والے گوشت کو مردار قرار دیا...... اور فرمایا کہ یہ حرام ہے۔ نسائی و مسلم شریف میں ارشاد نبوی ہے کہ...... جانوروں کو مثلہ کرنے، (ان کا کوئی عضو کاٹنے) والے پر لعنت ہے...... غور فرمایئے کہ اسلام نے کس طرح جانوروں کے حقوق کا تحفظ کیا...... اور اس وقت جب ان مظالم کو برا نہیں بلکہ ثقافت خیال کیا جاتا تھا...... اس وقت نشانہ بازی کے لیے بھی جانوروں کو استعمال کیا جاتا تھا کہ کسی جگہ کسی مرغ، بکری کے بچے یا کسی بھی جانور کو باندھ دیا جاتا اور پھر تیر اندازی کی جاتی...... بچارے جانور تیر لگنے سے تڑپ تڑپ کر مر جاتے اور ظالم تیر انداز خوشی و مسرت کا اظہار کرتے ہوئے شادیانے بجاتے۔ اسلام نے اس قبیح فعل کی شدید مذمت کی اور ایسے جانور کے گوشت کو بھی حرام قرار دیا...... بلکہ آپ ﷺ نے تو بلا ضرورت ذبیحہ کی بھی ممانعت فرمائی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ...... جو شخص ایک چڑیا کو بھی بلا ضرورت مارے گا۔ یوم حشر وہ چڑیا بھی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں فریاد کرے گی کہ فلاں شخص نے مجھے بلا ضرورت مارا تھا، حالانکہ اس میں اس کا کوئی فائدہ نہیں تھا...... (نسائی)

جلیل القدر صحابی رسول حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما، مدینہ منورہ کی ایک گلی سے گذرے تو آپ نے دیکھا کہ کچھ لوگ جمع ہیں...... درمیان میں ایک مرغی بندھی ہوتی ہے اور نوجوان اس پر اپنا نشانہ بنا رہے تھے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کو غصہ آ گیا آپ آگے بڑھے مرغی کو چھوڑ دیا اور ان نوجوانوں کو پکڑ لیا۔ ان کے گھر لے گئے اور ان کے والدین سے شکایت کی اور ساتھ ہی فرمایا کہ تم لوگ ان نوجوانوں کو نہیں سمجھاتے کہ حضور اقدس ﷺ نے اس طرح جانوروں پر ظلم کرنے سے منع فرمایا ہے؟ (بخاری شریف)

اسی طرح آج کل بھی ایک بری رسم ہمارے معاشرے میں موجود ہے کہ تیتر، بٹیرے اور مرغ لڑائے جاتے ہیں تیتروں کی ''چکری'' ہوتی ہے اس سلسلہ میں بعض علاقوں میں تو باقاعدہ طور پر مشتہری ہوتی ہے اشتہار چھپتے ہیں منادی ہوتی ہے...... ''ٹورنامنٹ'' منعقد ہوتے ہیں اور پھر جانوروں کو آپس میں لڑا کر یہ ظالمانہ کھیل کھیلا جاتا ہے اس سے ان جانوروں کو زخم آتے ہیں۔ ان کی آنکھیں نکل جاتی ہیں۔ بعض موقع پر مر جاتے ہیں ان کو تڑپتے دیکھ کر ظالم دیکھنے والے خوشی کا اظہار کرتے ہیں۔ انعام پاتے ہیں اور شرطیں لگائی جاتی ہیں۔ یاد رہے کہ اسلام میں ایسے ظالمانہ کھیل کی

کوئی گنجائش نہیں۔ ابوداؤد شریف میں ہے حضور پاک صاحب لولاک ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ...... تفریح کے لیے جانوروں کو لڑانا جائز نہیں...... بلکہ بخاری شریف میں تو ارشاد نبوی ہے کہ پتھر اور غلیل سے کیا جانے والا شکار درست نہیں فرمایا کہ اس طرح شکار کیا ہوگا جانور زخمی ضرور ہوگا......

مسلم شریف میں آپ ﷺ کا ارشاد گرامی مرقوم ہے کہ...... اللہ تعالیٰ نے ہر چیز پر احسان کرنا فرض کیا ہے اس لیے جب تم لوگ کسی جانور کو مارو تو اچھے طریقہ سے مارو...... اور جب ذبح کرو تو اچھے طریقے سے ذبح کرو...... تم میں ہر شخص اپنی چھری کو تیز کرے اور اپنے ذبیحہ کو آرام پہنچائے...... سبحان اللہ...... کس قدر باریک بینی سے ہر معاملے میں رسول اکرم ﷺ نے راہنمائی فرمائی ہے اگر اب بھی ہم ان معاملات میں خیال نہ رکھیں تو ہم قصور وار ہیں کیونکہ اسلامی تعلیمات تو بطریق احسن کھل کر بیان فرمائی گئی ہیں...... حضور اقدس ﷺ نے بلاوجہ جنگلی پرندوں کو پکڑنے سے بھی منع فرمایا ہے ایک مرتبہ کسی صحابی نے چڑیا کے دو بچے پکڑ لیے بچوں کی محبت میں چڑیا اس کے سر پر منڈلانے لگی جب حضور انور ﷺ نے یہ منظر دیکھا تو فرمایا کہ...... اس کے بچوں کو کس نے پکڑا ہے کہ یہ اس قدر بے قرار ہوگئی ہے؟ اسے فوراً اس کے بچے واپس کر دو...... (مسلم، بخاری)

بخاری شریف میں ہی واقعہ بیان کیا گیا ہے کہ ایک غزوہ کے موقع پر کسی شخص نے ایک رومال میں لپٹی کوئی چیز بارگاہ رسالت میں پیش کی جب آپ نے رومال ہٹایا تو دیکھا کہ ایک فاختہ ہے اور اس کے پروں کے نیچے دو بچے ہیں...... آپ نے صحابی سے دریافت فرمایا تو وہ کہنے لگا کہ میں جنگل سے گذر رہا تھا میں نے ایک جھاڑی میں ان بچوں کو دیکھا...... مجھے یہ بھلے لگے میں نے انہیں پکڑ لیا اسی اثناء میں دیکھا کہ میرے سر پر یہ فاختہ پھڑ پھڑانے لگی میں نے اسے بھی پکڑ لیا اور رومال میں ڈال کر لے آیا ہوں...... رحمت عالم ﷺ نے یہ بات سنی تو آب دیدہ ہو گئے اور نا پسندیدگی کا اظہار فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ان کو بے گھر کر کے تم نے اچھا نہیں کیا...... جاؤ! اور جس جگہ سے لائے ہو وہیں واپس پہنچا آؤ...... انہوں نے فوراً ارشاد کی تعمیل کی...... ایک مرتبہ سفر کے دوران صحابہ نے اپنا چولہا کسی ایسی جگہ گرم کرنا شروع کر دیا جہاں چیونٹیوں کے بل تھے آپ ﷺ نے دیکھا تو سختی سے منع فرمایا کہ آگ بجھاؤ اس سے چیونٹیوں کو تکلیف ہوگی وہ جل جائیں گی۔ صحابی رسول حضرت عدی بن حاتم جیسے لوگ بچی کچھی روٹی کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے چیونٹیوں کو ڈالتے اور فرماتے کہ یہ بھی ہمارے ہمسائے ہیں ان کا بھی ہم پر حق ہے...... مشغلے کے طور پر محض شوق کے لیے پرندے پکڑنا ان کے پر کاٹ دینا دم کاٹ دینا تاکہ اڑ نہ جائیں یہ بھی روا نہیں۔ حضور ﷺ نے

سے بھی منع فرمایا ہے...... ایک عبرتناک واقعہ ملاحظہ کیجئے کہ ایک عورت نے بلی پالی اسے باندھ دیا...... اس کی خوراک وغیرہ کا خاص خیال نہ رکھا...... اور وہ بیچاری اسی حال میں مرگئی رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اس بلی کو باندھ کر اس کی خدمت نہ کرنے کی وجہ سے اس بڑھیا کو یہ سزا ملی کہ جہنم اس کا ٹھکانہ بنا۔ (بخاری) اللہ تعالیٰ ہمیں اسلامی تعلیمات پر عمل کی توفیق عطا فرمائے حالی نے کا مشہور شعر اس وقت خوب ذہن نشین کرنے کی اشد ضرورت ہے ؎

کرو مہربانی تم اہل زمین پر
خدا مہرباں ہو گا عرش بریں پر

❁......❁......❁

اسلام اور طب کی روشنی میں گوشت

عید قربان کی مناسبت سے خصوصی مضمون

اللہ تعالیٰ نے انسان کو بے شمار نعمتوں سے نوازا ہے اس کی نعمتوں پر شکر بجا لانا لازم ہے۔ غذائیں خدا تعالیٰ کی طرف سے انسان کے لیے بہترین عطیہ ہیں اور غذاؤں میں سے گوشت نہایت عمدہ غذا ہے۔ جو لذیذ بھی ہے اور صحت پرور بھی...... گوشت کے استعمال سے جسم کی بڑھوتری، قوت و طاقت میں اضافہ اور صالح خون پیدا ہوتا ہے حضور سید عالم ﷺ کو گوشت بے حد مرغوب تھا۔ گویا آپ ﷺ نے گوشت کو کھانوں کا سردار قرار دیا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول پاک صاحب لولاک ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ گوشت کا سالن دنیا اور آخرت میں سب سالنوں میں سے سردار سالن ہے۔ یہی وجہ ہے کہ معاشرے کے تمام افراد اپنی حیثیت، استطاعت اور پسند کے مطابق وقتاً فوقتاً مختلف جانوروں کے گوشت کو استعمال میں لاتے رہتے ہیں وطن عزیز کے چاروں صوبوں اور آزاد کشمیر میں گوشت کی قسما قسم ڈشیں تیار کی جاتی ہیں۔ گھریلو پکوانوں سے لے کر، کڑاھی تک اور شامی کبابوں سے لے کر تکوں تک گوشت کا استعمال معاشرتی معمول ہے بلکہ اب تو بعض مخصوص مواقع پر گوشت کو خاص انداز میں پکا کر پیش کرنا تقریباً ثقافت کا حصہ بن کر رہ گیا ہے گوشت کو سالن کے طور پر مفرد بھی پکایا جا سکتا ہے اور مختلف قسم کی ترکاریوں، سبزیوں کے ساتھ بھی پکایا جاتا ہے بلکہ گوشت اور ترکاریاں اکٹھی پکائی جائیں تو ان کی لذت میں بھی اضافہ ہوتا ہے اور اہمیت و افادیت میں بھی۔ طبی حوالے سے بھی گوشت کی حدت ترکاری کی وجہ سے معتدل ہو جاتی ہے نہایت لذیذ اور صحت بخش سالن تیار ہوتا ہے...... حضور سید عالم ﷺ گوشت اور سبزی کا سالن پسند فرماتے تھے۔ حضرت عبد اللہ بن ابو طلحہ رضی اللہ عنہما راوی ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہما سے سنا کہ ایک درزی نے حضور انور ﷺ کی دعوت کی میں (حضرت انس) بھی آپ ﷺ کے ہمراہ تھا اس نے جو کی روٹی کے ساتھ خشک گوشت اور کدو کا شوربا پیش کیا حضور ﷺ پیالے کے کناروں سے کدو کے قتلے تلاش کر رہے تھے اس دن سے میں بھی کدو کو برابر پسند کرتا ہوں (شمائل ترمذی) مظہر مصطفیٰ امیر المومنین حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ لوگو! گوشت کھایا کرو۔ کہ

گوشت کھانا حلق کو اچھا کرتا ہے رنگ میں نکھار پیدا کرتا ہے اور پیٹ کو چھوٹا کرتا ہے..... حضور ﷺ "قدید" کو بہت شوق سے تناول فرماتے تھے۔ قدید اس سالن کو کہتے ہیں جو خشک کیے ہوئے گوشت کو پانی میں بھگونے کے بعد پکایا جاتا ہے پاکستان میں گوشت پکانے کے مختلف اور بہت سارے طریقے رائج ہیں خصوصاً عید قربان کے موقع پر ملک بھر میں ہر گھرانے کے اندر اپنی اپنی پسند اور ذوق کے مطابق گوشت پکائے جاتے ہیں بعض لوگ اس موقع پر گوشت کی فراوانی سے اس قدر جذبات میں آجاتے ہیں کہ بے تحاشا کھاتے ہیں اور نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ بیمار پڑ جاتے ہیں لہٰذا اس موقع پر حریصانہ انداز میں بسیار خوری سے بچنا از بس ضروری ہے مختلف جانوروں کے گوشت کا ذائقہ اور تاثیر مختلف ہوتی ہے اور پرندوں کا گوشت بھی نہایت عمدہ ہوتا ہے حضور سید عالم ﷺ نے مختلف پرندوں اور جانوروں کا گوشت پسند فرمایا گویا حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو دیکھا آپ مرغی کا گوشت تناول فرما رہے تھے اسی طرح ترمذی شریف کی حدیث ہے حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کے ہمراہ جباریٰ (بٹیر) کا گوشت کھایا بخاری شریف میں روایت ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم نے بمقام مراالظہر ان میں ایک خرگوش کو اس کے مقام سے نکالا لوگ اس کے پیچھے بھاگتے بھاگتے تھک گئے مگر میں نے اسے پکڑ ہی لیا۔ پھر میں اسے حضرت ابوطلحہ کے پاس لے آیا انہوں نے اسے ذبح کیا اور اس کے سرین یا رانیں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کیں حضور ﷺ نے اسے قبول فرما لیا ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے اسے تناول فرمالیا۔

بخاری شریف ہی میں روایت ہے کہ حضور ﷺ نے نیل گائے کا گوشت بھی تناول فرمایا گویا حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ ہم نے جنگل سے ایک نیل گائے کو شکار کیا حضور ﷺ نے فرمایا "اے قتادہ! اس گوشت میں سے کچھ تمہارے پاس ہے؟" عرض کیا گیا کہ اس کا پاؤں ہے۔ آپ ﷺ نے پکڑا اور اس میں سے تناول فرمایا۔ اسی طرح حضور ﷺ نے اونٹ، مچھلی، بکری وغیرہ جیسے متعدد حلال جانوروں کا گوشت تناول فرمایا۔

حضرت ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ...... جب تم ہانڈی پکاؤ۔ تو اس میں کدو ڈال دو اس لیے کہ یہ غمگین دل کو تقویت دیتا ہے اور طب نبوی میں ہے کہ کدو شامل کیا گیا سالن فرحت بخش ہے اور اس کی برودت گوشت کی حرارت کو دور کرتی ہے اور گوشت کی حرارت اس کی رطوبت کو بند کر دیتی ہے اور یوں وہ سالن معتدل ہو جاتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے حضور ﷺ کے ساتھ مسجد میں بیٹھ کر بھنا ہوا گوشت کھایا حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کے

لیے کلیجی اور دل بھون کر ہدیہ کیا تو آپ ﷺ نے اسے تناول فرمایا۔ (بخاری، مسلم، نسائی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ حضور ﷺ کو دست اور شانہ کا گوشت بہت پسند تھا حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ راویت ہیں کہ پٹھ کا گوشت بہترین گوشت ہے حضرت ابو ذر غفاریؓ اور حضرت جابر بن عبداللہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کو شوربہ والا گوشت بہت پسند تھا۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا راوی ہیں کہ حضور ﷺ نے ہڈی والا گوشت تناول فرمایا۔ (طحاوی): حضور ﷺ کو بکری کا مغز بھی پسند تھا اور آپ تناول فرماتے تھے۔

لذت اور ذائقہ کے اعتبار سے بکرے کا گوشت سب سے زیادہ بہتر ہے اس کا اعتدال پسندانہ استعمال جسمانی قوت اور افزائش صحت کے حوالے سے نہایت مفید ہے۔ مریضوں کو بکرے کے گوشت کا شوربہ غذا کے طور پر دیا جانا بحالی صحت کا موجب بنتا ہے۔ ہڈی کے قریب والے گوشت میں زیادہ رطوبت ہوتی ہے وہ زیادہ لذیذ اور غذائیت سے بھرپور ہوتا ہے لیکن ہضم ہونے میں دوسرے گوشت کی نسبت تاخیر سے ہضم ہوتا ہے۔

دنبے کے گوشت کے بارے میں اطباء قدیم اور جدید ماہرین صحت کا متفقہ فیصلہ ہے کہ تمام حلال جانوروں میں سے زود ہضم، اور لحمیات کے حوالے سے لطیف ترین غذا کی حیثیت رکھتا ہے نہایت مقوی اور لذیذ ہے مناسب مقدار میں کھانے سے طبیعت میں فرحت و تازگی پیدا ہوتی ہے۔

بھیڑ کا گوشت صحت پروری کے حوالے سے بکرے کے گوشت کے بعد پہلے نمبر پر خیال کیا جاتا ہے اس کی تاثیر گرم تر ہے اس کی تاثیر بکری کے گوشت سے صرف ایک حوالے سے مختلف ہے کہ اس کا زیادہ استعمال اپھارے کا موجب بنتا ہے اگر بھیڑ کے گوشت کو پکاتے وقت بڑی الائچی، دار چینی اور سیاہ زیرہ کی مقدار بڑھا دی جائے تو اس سے اپھارے والا نقص بھی دور ہو جاتا ہے۔

گائے کا گوشت ہمارے ہاں کثرت سے استعمال ہوتا ہے لیکن لوگ اسے بکرے کے گوشت سے کم غذائیت کا حامل خیال کرتے ہیں جو غلط ہے طبی نقطۂ نگاہ سے گائے کا گوشت بکرے کے گوشت کی نسبت جسم کو زیادہ حرارت اور طاقت بخشتا ہے البتہ اس کا کثرت سے استعمال سوداوی امراض پیدا کرتا ہے عرق النساء اور درد مفاصل کی حالت میں گائے کے گوشت کا استعمال نقصان دہ ہے جو لوگ زیادہ محنت اور مشقت کے عادی نہیں انہیں گائے کے گوشت سے احتیاط بہتر ہے۔

اونٹ کا گوشت اگرچہ پاکستان میں بہت کم کھایا جاتا ہے لیکن یہ اتنا زیادہ لذیذ نہیں ہوتا۔ طبی محققین کی رائے کے مطابق اس کا استعمال خون میں غلظت پیدا کرتا ہے یہ گوشت زیادہ ثقیل بھی ہوتا ہے گائے کی طرح یہ بھی جسم میں سوداوی خون پیدا کرتا ہے تاہم بواسیر کے مریضوں کے لیے مفید ہے شرعی حوالے سے یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ حلال جانوروں کے صحیح ذبح شدہ جسم میں سے

جاری خون، سفید سخت پٹھے، مغز حرام، کھر، دانت، سینگ، ہڈی (جس سے ضرر پہنچ) حد ضرر تک بال کھانا حرام ہیں۔ کپورے، غدود، اعضاء ہائے مخصوصہ (نر و مادہ) مثانہ پتہ وغیرہ حرام کے قریب ہیں۔ اوجھڑی اور آنتوں کا کھانا مکروہ تحریمی ہے اور شرعاً مکروہ تحریمی کا ارتکاب گناہ اور ناجائز ہے سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فتاویٰ رضویہ میں قوی دلائل کے ساتھ ثابت کیا ہے اوجھڑی اور آنتیں کھانا مکروہ تحریمی یعنی حرام کے قریب ہے۔ اس لیے اجتناب ضروری ہے ویسے طبی نقطۂ نگاہ سے بھی صحت انسانی کے لیے ضرر رساں ہے۔

قربانی

شعراء کی زبانی

(منظومات)

غریب و سادہ و رنگین ہے داستانِ حرم
نہایت اس کی حسینؓ ابتداء ہے اسماعیلؑ

......قربانی......

دین ہمارا ہم کو سکھائے قربانی
قربانی ہے جذبۂ ایمانی پہ ختم

....

ہم اہل ایمان کا ''سال'' بھی ہوتا ہے
قربانی سے شروع، قربانی پہ ختم

(مظفر وارثی)

تازہ پھر ہوتی ہے، سنت آج ابراہیم علیہ السلام کی

عیدالاضحیٰ آئی ہے لے کر اُخوت کا پیام
دوحۂ بطحا میں لہرائی محبت کی شمیم
تازہ پھر ہوتی ہے سنت آج ابراہیمؑ کی!
ہو رہا آج پھر حل عقدہ ذبحِ عظیم
رولتے ہیں آج وہ موتی گدایانِ حرم
جن کو آیا تھا لٹانے ایک مکہ کا یتیم
ملک میں ایثار و سربازی کا ہے آج امتحاں
اے مسلمانو! تمہارا تو یہ مسلک ہے قدیم

(مولانا ظفرعلی خاں)

پیغامِ قربانی

کر اپنے جذبہ ایثار سے اتمامِ قربانی
کہ آئی عیدِ قرباں لے کے پھر پیغامِ قربانی
حصولِ مقصدِ عالی کبھی ارزاں نہیں ہوتا
متاعِ کامرانی ہے یہاں انعامِ قربانی
بہارِ زندگی پرور ہے انجامِ خزاں بے شک
عروج و برتری ہے لاریب انجامِ قربانی
ضیائے شمع روشن ہو کہ حسنِ خندۂ گل ہو
یہاں ہر چیز ہے آئینۂ اکرامِ قربانی
جہاں میں خدمت قوم و وطن کا یہ تقاضا ہے
کہ ہو سینے میں پیدا جذبۂ اقدامِ قربانی
شجر کو زندگی دیتا ہے دانہ خاک میں مل کر
نہیں ممکن فروغ قوم بے اتمامِ قربانی
سبق ایثار کا کر عزمِ ابراہیمؑ سے حاصل
ہوا ہے زندۂ جاوید جس سے نامِ قربانی
کبھی ہوتی نہیں اس قوم کی نشوونما جس نے
سپرد طاقِ نسیاں کر دیئے احکامِ قربانی
سبق ایثار و قربانی کا لے کر عیدِ اضحٰی سے
خس و خارِ غرض مندی ۔ ہٹا گلزارِ دُنیا سے

(نظیر لدھیانوی)

نظام مصطفےٰ ﷺ لاؤ

وطن میں عید کا دن ہے

خدا کا دین پھیلاؤ، وطن میں عید کا دن ہے
رہِ توحید اپناؤ، وطن میں عید کا دن ہے
لہو ملت کا گرماؤ، وطن میں عید کا دن ہے
خودی کے پھول مہکاؤ، وطن میں عید کا دن ہے
نظام مصطفےٰ لاؤ، وطن میں عید کا دن ہے

خدا جس کو نظامِ مصطفےٰ کا نام دیتا ہے
مئے ایثار کا نوعِ بشر کو جام دیتا ہے
ہلالِ عید ہر مومن کو درسِ عام دیتا ہے
جہاں کو عزمِ ابراہیمؑ کا پیغام دیتا ہے
وہی تاریخ دہراؤ وطن میں عید کا دن ہے

صداقت اُسوۂ صدیقؓ کی تفسیر بن جائے
عدالت جذبہ فاروقؓ کی تعبیر بن جائے
سخاوت نیّرِ عثمانؓ کی تنویر بن جائے
شجاعت حیدر کرارؓ کی تصویر بن جائے
علَم منزل کا لہراؤ وطن میں عید کا دن ہے

خداوندا! دُعا گو ہیں محمد ﷺ کے یہ شیدائی
عطا کر پھر انہیں اسلاف کا وہ ذوق دارائی
جہاں میں حسب سابق ان کو ہو ہر سو پذیرائی
وطن کے ذرے ذرے کو عطا کر دے مسیحائی
اخوت کی چلے ناؤ وطن میں عید کا دن ہے
(ڈاکٹر اقبال سرہندی)

❁……❁……❁

عید

قربانیاں کریں گے مسلمان عید کو
تازہ کریں گے اس طرح ایمان عید کو
ہیں بے شمار لوگ پریشان عید کو
اور پھر رہے ہیں بے سر و سامان عید کو
چاروں طرف تھا لوگوں کا طوفان عید کو
لیکن ملا نہ کوئی بھی انسان عید کو
شکوے ہزارہا سہی ہوتا تو پھر بھی ہے
روٹھے ہوؤں، سے ملنے کا امکان عید کو
جانِ بہار ! تیرے لیے دیکھ تو سہی
گھر کو بنا دیا ہے گلستان عید کو
اطہرؔ! مری نگاہ میں عشق بتاں ہے کفر
تقصیر یہ کرے کوئی نادان عید کو

(نذیر اطہرؔ)

عید کس کی ہے؟

عید اُن کی ہے جو دیتے ہیں اُخوت کا پیغام
عید اُن کی ہے جو کرتے ہیں دلوں کو شاد کام
عید اُن کی ہے جنہیں انسانیت کا پاس ہے
عید اُن کی جن کو حاصل دولتِ احساس ہے
عید اُن کی، جن کا دل سوزِ محبت کا امیں
عید اُن کی جن کے دامن میں ہیں انوارِ یقیں
عید اُن کی جو غریبوں پر ستم کرتے نہیں
عید اُن کی جو ہوس کاری کا دم بھرتے نہیں
عید اُن کی جن کا رشتہ عالمِ اسلام ہے
عید اُن کی جن کو اُلفت ہے خدا کے نام سے
عید اُن کی سر بکف ہیں جو وطن کی آن پر
عید اُن کی جو تصدق ارضِ پاکستان پر
عید اُن کی جو ادا کر دیں مئے خوں کی زکات
عید اُن کی جن کے نغموں سے گل افشاں کائنات
عید اُن کی، صبحِ عشرت کا جو پرچم کھول دیں
عید اُن کی جو غمِ ہستی میں امرت گھول دیں
عید کا دن ہے ذرا - دل کو ٹٹولو دوستو
چاہتا ہے کون ایسی عید؟ بولو دوستو

(غافل کرنالی)

رسمِ قربانی سے آتی ہے زمانے میں بہار

صد مبارک مومنو، ہے عید قرباں آ گئی
رحمتِ حق ہے زمیں سے آسماں تک چھا گئی
پھر خلیل اللہ کی مانند اَسلَمتُ کہو
پھر ذبیح اللہ کی ہے آرزو لہرا گئی
آ رہی ہے کان میں ان صلاتی کی نوید
پھر مشیت، شانِ تسلیم و رضا دکھلا گئی
کانپتے ہیں اہلِ باطل سن کے قربانی کا نام
برقِ وانحر خرمنِ باطل سے ہے ٹکرا گئی
رسمِ قربانی سے آتی ہے زمانے میں بہار
بارشِ امن و سکوں ہے یہ گھٹا برسا گئی
قوم وہ مردہ ہے جس میں ذوقِ قربانی نہ ہو
رازِ ہستی کا ہے قربانی مجھے سمجھا گئی
اہلِ حق کو حق کی خاطر رسمِ قربانی عزیزؔ
اس سے رُوحِ ملتِ اسلامیہ گرما گئی

(حکیم مظفر عزیزؔ)

عید۔اب کے برس

ہلال عید نے نشتر لگائے اب کے برس
غریب شہر کو آنسو رلائے اب کے برس
بہار زیست نے وہ گل کھلائے اب کے برس
دل و نگاہ میں کانٹے سجائے اب کے برس
ہوئے ہیں ایسے کچھ اپنے، پرائے اب کے برس
جو بھول کر بھی مرے گھر نہ آئے اب کے برس
کبھی نہ گردش دوراں سے مات کھائی تھی
مگر نصیب نے یہ دن دکھائے اب کے برس
ٹھہر سکے نہ حوادث کے رخ پہ اک پل بھی
بہت امید کے قلعے بنائے اب کے برس
مسرتوں، کے تصور سے دل لرزتا ہے
خوشی کے نام پہ وہ غم اٹھائے اب کے برس
یہ بات راز نہیں، پھر بھی پوچھتے ہیں آپ!
فریب کس نے دیئے، کس نے کھائے، اب کے برس
مآل شوق نے ہر آرزو کا خون کیا!
ہوائے وقت نے پردے گرائے اب کے برس
میں گر گیا ہوں، خود اپنی نگاہ سے بھی
کچھ ایسے میرے قدم ڈگمگائے اب کے برس

(انعام عجمی......علیگ)

شعور و فہم میں روشن ہوا نظارۂ عید

فضا میں پھیل گئی روشنی کی ایک لکیر
اُجال اُجال گئی زیست کو خوشی کی کرن
دیارِ شوق میں ابھرے خلوص کے پیکر
تھی جن میں رقص کناں ایک آگہی کی لگن

....

ہر ایک ضمیر میں ابھری خلوص کی تصویر
کہ جس کی ضو سے عمل زندگی کا جاگ اٹھا
خرد کی جوت جلی ہوش کے جھروکوں میں
نفس نفس میں عمل دوستی کا جاگ اٹھا

....

ہر ایک دل میں تقاضے حیات کے جاگے
ہر ایک ذہن میں رقصاں ہوا ستارہ عید
ہر ایک آنکھ میں رنگِ طلب نمایاں ہوا
شعور و فہم میں روشن ہوا نظارۂ عید

....

یہ شہرِ زیست میں کس نے لگایا نعرۂ نو
یہ کون آیا نیا فکرِ امتحاں لے کر
یہ آگہی کا چلن یہ اصولِ قربانی
حیات جاگ اٹھی رنگِ جاوداں لے کر
(اکبر کاظمی)

بڑی عید کی بڑی بات

بڑی عید کی بڑی بات
ماس کھائیں اور چھوڑیں بھات
بڑی عید کی بڑی بات
جوں جوں عید کی دستک آئے
بکرے کی ماں خیر منائے
دن دن بھر اور ساری رات
بڑی عید کی بڑی بات

....

آدھا بکرا کھایا، کھا کر
پوری ران فریج کے اندر
رکھی ہے تاکید کے ساتھ
بڑی عید کی بڑی بات

....

کھانا ہے یامار و مار
چھوٹا دل اور بڑے ڈکار
چورن، سوڈا سب سوغات
بڑی عید کی بڑی بات

....

گوشت کا مطلب سیدھا سادہ
جائے کم اور آئے زیادہ
باقی — تضیع اوقات
بڑی عید کی بڑی بات

....

ترکاری پر دال مزید
یوں گزری عیدو کی عید
بیٹھا ہے دھو کر منہ ہات
بڑی عید کی بڑی بات

(ظفر اقبال)

یہ انتہا ہے کہ خنجر بکف ہیں ابراہیم

پلا دے ہمدم دیرینہ، ظلِ عید قدیم
کہ آج پیش نظر ہے بیانِ ذبحِ عظیم
بس ایک جام ہی کافی ہے تیری عمردراز
سن اب بتاؤں تجھے حسن و عشق کی تقسیم

....

ملی ہے حسن کو فرمان و فخر کی تعلیم
عطا ہوا ہے محبت کو شیوۂ تسلیم
ازل سے محفلِ ہستی میں ہے یہی دستور
ہوئی نہ ہو گی اس آئین میں کبھی ترمیم

....

نہیں ہے راہ وفا میں کوئی امید و بیم
یہاں ہے گھر کا لٹانا حصولِ قربِ مریم
عزیز تر ہے جہاں میں متاعِ لختِ جگر
مگر وہ نذر ہے ادنیٰ بنامِ ربِ رحیم

....

بس ایک دل ہے یہاں جو ہے رہنما و علیم
کہ اس مقام پہ ہے محوِ فکرِ عقلِ سلیم
یہ ابتدا ہے کہ سرخم کئے ہیں اسمٰعیلؑ
یہ انتہا ہے کہ خنجر بکف ہیں ابراہیمؑ

(دلاور عسکری)

ایثار وقربانی

آگ میں نمرود کی کام آ گئی شانِ نظر
وسعت صحرا کہاں، گلشن تھا دامانِ نظر
بوکھلا اُٹھی تھی تقدیرِ جفا کی آرزو
دیدنی تھا جذبہ ایثار و عرفان نظر
کون کہتا ہے خزاں پر تھا مدار آگہی
زندگی کی ہر روش پر تھیں بہارانِ نظر
صورت آشفتگی ہو یا کہ تعمیر وفا
فکر بخشی ہے انہیں جو تھے فدایانِ نظر
ساز کی لے سے وفا نا آشنا واقف نہیں
ہر حقیقت سے گریزاں تھا گریزانِ نظر
شدت احساس نے بخشا تھا وہ کیف و سرور
جس کے باعث وجد میں تھے عہد و پیمان نظر
کیا خبر تھی ظلمتوں سے روشنی مل جائے گی
صبحِ تاباں بن گئی تفسیرِ فرمانِ نظر
ہر نظر قرباں خلیل اللہ کے ایثار پر
سچ تو کہہ جاتے ہیں یارانِ طریقت دار پر

(عاطر ہاشمی)

حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی قربانی

حفیظ جالندھری مرحوم

بشارت خواب میں پائی کہ اٹھ ہمت کا ساماں کر
پئے خوشنودیٔ مولیٰ اسی بیٹے کو قرباں کر
خلیل اللہ اٹھے خواب سے دل کو یقیں آیا
کہ آخر امتحاں بندے کا مالک نے ہے فرمایا
چلا مرسل اسی عالم میں رسی اور تبر لے کر
پئے تعمیل حق نکلا خدا کا پاک پیغمبر
بلندی سے صدا دی ''آؤ اسمٰعیل ؑ اِدھر آؤ''
اِدھر آؤ خدائے پاک کا ارشاد سن جاؤ
پدر کی یہ صدا سن کر پسر دوڑا ہوا آیا
رکا ہرگز نہ اسمٰعیل گو شیطان نے بہکایا
پدر بولا کہ بیٹا آج میں نے خواب دیکھا ہے
کتاب زندگی کا اک نرالا باب دیکھا ہے
یہ دیکھا ہے کہ میں خود آپ تجھ کو ذبح کرتا ہوں
خدا کے نام سے تیرے لہو میں ہاتھ پھیرتا ہوں
سعادت مند بیٹا جھک گیا فرمان باری پر
زمیں و آسماں حیراں تھے اس اطاعت گزاری پر
رضا جوئی کی یہ صورت نظر آئی نہ تھی اب تک
یہ جرأت پیشتر انساں نے دکھلائی نہ تھی ابتک

عجب بشاش تھے دونوں رضائے رب عزت پر
تأمل یا تذبذب کچھ نہ تھا دونوں کی صورت پر
کہا فرزند نے اے باپ، اسماعیل صابر ہے
خدا کے حکم پر بندہ بچے تعمیل حاضر ہے
مگر آنکھوں پر اپنی آپ پٹی باندھ لیجئے گا
مرے ہاتھوں اور پیروں میں رسی باندھ دیجئے گا
مبادا آپ کو صورت پہ میری رحم آجائے
مبادا میں تڑپ کر چھوٹ جاؤں ہاتھ تھر آئے
پسر کی بات سن کر باپ نے تعریف ۔ فرمائی
یہ رسی اور پٹی باندھنی ان کو پسند آئی
ہوئے اب ہر طرح تیار دونوں باپ اور بیٹا
چھری اس نے سنبھالی تو یہ جھٹ قدموں میں آلٹیا
پچھاڑا اور گھٹنا سینۂ معصوم پر رکھا
چھری پتھر پہ رگڑی ہاتھ کو حلقوم پر رکھا
زمیں سہمی پڑی تھی آسمان ساکن تھا بے چارہ
نہ اس نے پیشتر دیکھا تھا یہ حیرت کا نظارہ
پدر تھا مطمئن بیٹے کے چہرے پر بحالی تھی
چھری حلقوم اسماعیلؑ پر چلنے ہی والی تھی
مشیت کا مگر دریائے رحمت جوش میں آیا
کہا اسماعیلؑ کا اک رونگٹا کٹنے نہیں پایا
ہوئے جبریلؑ نازل اور تھاما ہاتھ حضرت کا
کہا بس، امتحاں مقصود تھا ایثار و جرأت کا
اطاعت اور قربانی ہوئی منظور یزدانی ﷺ
کہ جنت سے یہ برہ آگیا ہے بہر قربانی

ہمیشہ کے لئے اس خواب صادق کا ثمر لیجیے
اِسی برے کو بیٹے کے عوض قربان کر دیجئے
غرض دُنبہ ہوا قربان اسمٰعیل کے صدقے
ہوئی یہ سنت اس ایمان کی تکمیل کے صدقے[4]
خطاب اُس دن سے اسمٰعیل نے پایا ذبیح اللہ
خدا نے آپ ان کے حق میں فرمایا ذبیح اللہ

☆☆☆☆

---

1. فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْیَ قَالَ یٰبُنَیَّ اِنِّیۤ اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّیۤ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰی ("پھر جب وہ لڑکا اس کے ساتھ ہولیا تو (حضرت ابراہیم علیہ السلام) نے کہا! اے بیٹے میں نے خواب دیکھا کہ میں تجھ کو ذبح کر رہا ہوں تیری کیا رائے ہے؟"
2. یٰۤاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِیۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ (القرآن) (ابا آپ کو جو حکم ہوا ہے تو یہ کام سرگرمی سے کیجئے خدا نے چاہا تو میں ثابت قدم رہوں گا۔"
3. یٰۤاِبْرٰهِیْمُ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْیَا اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ٥ (اے ابراہیم علیہ السلام تو نے خواب کو سچا کر دکھایا ہم اسی طرح نیکوکاروں کو جزا دیتے ہیں۔)
4. وَفَدَیْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِیْمٍ٥ (اسمٰعیل کی قربانی کے بدلے ہم نے بڑی قربانی قائم کی ہے۔)

عید قربان

پروفیسر فیض رسول فیضان

عید قربان پھر سے آئی ہے ہر نظر میں خوشی سمائی ہے
دیکھ، کر جذبہ وفائے خلیلؑ زندگی نے حیات پائی ہے
سن کے افسانہ خلوصِ ذبیح بندگی نے جبیں جھکائی ہے
سیدہ ہاجرہ کی تربیت وقت پر خوب کام آئی ہے
عیدالاضحیٰ کا ہے یہی پیغام اس نے بات ایک ہی بتائی ہے
کہ فدا کر دو اپنا تن من دھن تم کو مقصود گر بھلائی ہے
ملک و ملت پہ وار دو سب کچھ عمر بھر کی یہی کمائی ہے
نفس بھی پھونک دو رہ حق میں جمع پونجی اگر لٹائی ہے
جاں وطن سے اگر رہی پیاری دیس سے پھر یہ بے وفائی ہے
مرد مسلم امیر ہو کہ غریب ہر کوئی دوسرے کا بھائی ہے
اہل زر مفلسوں کو مت بھولیں عید کی بس یہی دہائی ہے
رب کعبہ کا شکر کر فیضانؔ
جس نے پھر خوشی دکھائی ہے

قربانی

مسلماں کے لیے درس عمل ہے عید قربانی
کہ یہ ہر سال کرتی ہے اسے تاکید قربانی
شہادت منزل مقصود ہے مرد مسلماں کی
صلوٰۃ و صوم ہے اس راہ میں تمہید قربانی
مسرت سے کسی کی راہ میں سب کچھ لٹا دینا
یہی ہے قرب ربانی یہی ہے عید قربانی
مسلماں اور دل ہو جذبہ ایثار سے خالی
صدف ہو اور ہو نایاب مروارید قربانی
سر شبیر نے نیزے پہ چڑھ کر جب تلاوت کی
ریاضت سے فزوں تر ہو گئی تمجید قربانی
چمن ہے تو بہار اک روز آ ہی جائیگی اس میں
ہے دل میں جذبہ ایماں تو ہے اُمید قربانی
مسلماں بھول جائے احتساب نفس کو کیونکر
جو ہوتی آ رہی ہے ہر برس تجدید قربانی
جہاں سر خوش نوائے لا اللہ سے ہو فضا ہر دم
وہاں ممکن نہیں رقصاں نہ ہونا ہید قربانی
نظیر اس قوم کا بخت سیہ تا بندہ ہو کیونکر
جو ہو نا آشنائے طلعت خورشید قربانی

ماہ ذوالحجہ میں شہادت یا وصال پانے والے مشاہیر امت و بزرگانِ ملت

ماہ ذوالحجہ میں کئی بزرگان دین کے ایام وصال ہیں۔ چند اسماء گرامی یہ ہیں۔

۱۔ سیدنا امام محمد باقر۔ ۷ ذوالحجہ ۱۱۶ھ۔

۲۔ حضرت مسلم بن عقیل۔ ۸ ذوالحجہ۔

۳۔ حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت ۸ ذوالحجہ ۷۸۵ھ۔

۴۔ ابوبکر شبلی ۱۷ ذوالحجہ ۳۳۶ھ۔

۵۔ سیدنا عثمان غنی۔ ۱۸ ذوالحجہ ۳۶ھ۔

۶۔ صدر الافاضل مولانا سید نعیم الدین مرادآبادی ۱۳۶۷ھ ۱۸ ذوالحجہ۔

۷۔ سفیر اسلام مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی ۲۲ ذوالحجہ ۱۳۷۶ھ۔

۸۔ سیدنا فاروق اعظم۔ ۲۸ ذوالحجہ ۲۳ھ۔

بعض کے مختصر احوال زندگی پیش کرتے ہوئے مسرت محسوس کرتا ہوں ملاحظہ ہوں۔

صاحب حلم وحیا

حضرت امیر المؤمنین سیّدنا عثمانِ غنی ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یوم شہادت ۔ ۱۸ ذوالحجہ

حضور رسول اکرم ﷺ نے اپنی بے پناہ محنت سے فرائض نبوت ادا کرتے ہوئے عرب کے ذلیل ترین معاشرے کو کائنات کے عظیم ترین معاشرے میں بدل دیا...... بہن، بھائی کی تمیز سے عاری لوگ فیضانِ نبوت سے مستنیر ہونے کے بعد دنیا کو تربیت دینے لگے...... جانوروں کو پانی پلانے اور میدان میں گھوڑا آگے بڑھانے پر قتل و غارت گری کا بازار گرم کرنے والے شرق سے غرب تک امن کے سفیر بن گئے...... ایسے بدلے، ایسے بدلے...... کہ...... خدا کے آخری رسول ﷺ نے ان کے متعلق اعلان فرما دیا کہ...... میرے صحابہ آسمان رشد و ہدایت کے چمکتے دمکتے ستارے ہیں، جس کی بھی پیروی کرو گے، نجات پاؤ گے...... گویا گمراہی اور ضلالت میں پھنسے ہوئے افراد کو صحبت نبویؐ ﷺ نے ہدایت و عرفان کی معراج عطا کر دی بدعقیدگی، شرک اور کفر و طغیان کے اندھیروں میں بھٹکنے والے لوگ حضور ﷺ کے فیضان سے معیارِ حق قرار پائے......

ایک لاکھ چوبیس ہزار افراد نے ۲۳ سال کے مختصر عرصہ میں ''مقام صحابیت'' حاصل کیا......

ان میں سے دس افراد کو...... عشرہ مبشرہ...... قرار دے دیا گیا، ایسے دس افراد جن کو دنیا ہی میں رہتے ہوئے جنت کی بشارت نصیب ہوئی...... وہ بھی کیسا خوش بخت ہے جس کو اللہ تعالیٰ کے محبوب پاک ﷺ جنتی ہونے کی بشارتیں عطا فرما دیں...... اور پھر ان عشرہ مبشرہ میں خلفائے راشدین اہم ترین ہستیاں قرار پائیں...... حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ خلفائے راشدین میں تیسرے خلیفۂ راشد اور نائب رسول ہیں۔ آپ کا اسم گرامی عثمان بن عفان بن ابی العاص بن امیہ بن عبدالشمس بن عبد مناف ہے آپ ابوعبداللہ، ابولیلیٰ اور ابوعمر کی کنیت سے یاد کیے جاتے رہے ذوالنورین آپ کا لقب ہے...... قریش کے نامور خاندان بنو امیہ کے ایک نامور فرد تھے...... اور سردار تھے...... تجارت آپ کا پیشہ تھا...... پانچویں پشت میں حضرت عبد مناف پر آپ کا شجرۂ نسب حضور اکرم ﷺ کے نسب شریف سے جا ملتا ہے...... حضرت عثمان کے پردادا ''امیہ'' کی نسبت سے آپ کا خاندان بنو امیہ کہلاتا تھا......

زمانۂ جاہلیت میں قریش کا قومی پرچم...... ''عقاب''...... آپ ہی کے خاندان کے پاس تھا...... اور جنگوں کے موقع پر اسی خاندان کا سربراہ اپنا پرچم...... عقاب...... لہرایا کرتا تھا...... آپ کی ولادت فیل کے چھٹے سال مکہ مکرمہ کے نزدیک ہی ایک گاؤں طائف میں ہوئی...... آپ ہجرت نبوی سے ۴۷ سال قبل پیدا ہوئے...... اعلان نبوت کے وقت ایک تجارتی سفر میں شام گئے ہوئے تھے واپسی پر ایک جگہ قافلے نے پڑاؤ کیا تو آپ نے بیداری اور نیند کی درمیانی کیفیت میں منادی کرنے والے کی ندا سنی...... وہ کہہ رہا تھا...... اے سونے والو، جاگ اٹھو! مکہ میں ہادیٔ برحق کا ظہور ہو چکا ہے...... جن کا نام ''احمد'' ہے...... ابھی یہ بات آپ کے دل و دماغ پر اپنے اثرات قائم رکھے ہوئے تھی کہ آپ مکہ مکرمہ پہنچے...... اپنی ایک نیک، پارسا اور دانا خالہ حضرت سعدیٰ سے ملاقاتی ہوئے ان کی پاکبازی اور دانائی سارے خاندان میں مشہور تھی...... انہوں نے حضرت عثمان کو قبول اسلام کی ترغیب دی...... ادھر باہر نکلے تو اپنے دیرینہ دوست ''ابوبکرؓ'' سے ملاقات ہو گئی...... وہ اسلام قبول کر چکے تھے...... باتوں باتوں میں اسلام اور صاحب اسلام ﷺ کا ذکر خیر چل نکلا...... حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی آپ کو اسلام کی ترغیب دے رہے تھے کہ اسی اثناء میں خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ دو جہاں کے والی، حضور رسالت مآب ﷺ ادھر تشریف لے آئے...... آپ نے اپنے یار غار ابو بکر کے پاس عثمان کو بیٹھے دیکھا تو دریائے رحمت میں جولانی آئی...... اور...... بے ساختہ ارشاد فرمایا...... عثمان! خدا کی جنت قبول کر لے، مجھے اسی لیے بھیجا گیا ہے کہ میں تمہیں اور ساری مخلوق کو راہ حق کی طرف راہنمائی کروں اور سیدھا راستہ دکھاؤں...... حضور ﷺ کے یہ جملے خالی الفاظ نہیں تھے بلکہ ان میں تو تاثیر کی بجلیاں بھری ہوئی تھیں...... یہ سیدھے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دل و دماغ میں اتر گئے...... دل کا زنگ اترنے لگا...... قلبی کیفیت بدلنے لگی...... قدم آگے بڑھنے لگے اور ہاتھ جلدی سے لپکنے لگے اور پھر آپ کو یوں محسوس ہو رہا تھا کہ ۔

ہاتھوں میں ہاتھ اس کا ایسے لگا
جیسے ہاتھوں میں کوئی گلاب آ گیا

پھر کیا تھا...... زبان پر کلمۂ طیبہ جاری ہو گیا...... اور آپ نے حضور ﷺ کی دعوت پر ''جنت'' کو قبول کر لیا...... مسلمان ہو گئے...... راہ خدا میں بے شمار تکلیفیں اٹھائیں...... مصائب جھیلے...... مشکلات برداشت کیں...... اسلام کے لیے قربانیاں دیں......

حضور ﷺ کی پیاری صاحبزادی حضرت رقیہ سے آپ کا عقد ہوا...... اور آپ کو داماد

رسول ﷺ بننے کا شرف ملا...... ان کی رحلت کے بعد آپ بے حد رنجیدہ ہوئے...... اکثر غمگین رہتے...... صحابہ انہیں دلاسہ دیتے...... ایک مرتبہ روتے ہوئے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے کہہ دیا کہ مجھے تو اس بات کا بے حد دکھ ہے کہ مجھے ایک اعزاز نصیب تھا جس سے محروم ہو گیا کہ سرکار دو جہاں ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ...... قیامت کے دن قرابت کے سارے رشتے ٹوٹ جائیں گے لیکن میری قرابت کا رشتہ کبھی نہیں ٹوٹے گا...... آپ نے مزید کہا کہ...... مجھے دکھ ہے کہ حضور ﷺ کے ساتھ میرا قرابت کا جو رشتہ قائم تھا وہ منقطع ہو گیا ہے...... جب یہ بات حضور سرور کائنات ﷺ تک پہنچی تو آپ نے اپنی دوسری صاحبزادی حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا عقد بھی حضرت عثمان سے کر دیا...... اسی وجہ سے آپ کو ذوالنورین کہا جاتا ہے...... ذوالنورین...... کا معنی ہے...... دو نوروں والا...... یعنی محبوب خدا ﷺ کے دو نور (دو بیٹیاں) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عقد میں (یکے بعد دیگرے) آئیں...... اور یہ کائناتی تاریخ کی واحد مثال ہے کہ کسی نبی کی دو بیٹیاں یکے بعد دیگرے کسی ایک ہی فرد کے عقد میں آئی ہوں۔

آپ نے دو مرتبہ ہجرت کی...... پہلی دفعہ مکہ مکرمہ سے حبشہ ہجرت کی اور...... آپ کے ساتھ آپ کی اہلیہ، دختر رسول حضرت سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں...... ان مہاجرین کی کل تعداد بارہ مردوں اور چار خواتین پر مشتمل تھی...... بعض انبیاء کے بعد امتیوں میں یہ پہلے میاں بیوی تھے جنہوں نے اسلام کی خاطر ہجرت کا شرف پایا...... کچھ عرصہ کے بعد ایک افواہ کے نتیجہ میں مکہ مکرمہ واپس آئے...... افواہ غلط ثابت ہوئی...... تو آپ نے دوبارہ ہجرت کی...... اور آپ دوسری مرتبہ ہجرت کر کے مدینہ منورہ آئے...... یہاں کا پانی کھاری تھا...... آپ نے ایک میٹھا کنواں جس کا نام...... بیر رومہ...... تھا۔ جنت کے عوض خرید کر مسلمانوں کے لیے وقف کر دیا...... حضور ﷺ نے آپ کو جنت کی بشارت عطا فرمائی...... اس زمانے میں یہ کنواں آپ نے نہایت مہنگے داموں خریدا...... غزوۂ احد کے بعد ایک غزوہ...... ذات الرقاع...... لڑنا پڑا تو حضور ﷺ نے مجاہدین کے ساتھ روانہ ہونے سے قبل آپ کو بلایا اور حکم دیا کہ مدینہ میں ٹھہرنا کیونکہ میں تمہیں اپنا قائم مقام بنا کر جا رہا ہوں...... گویا...... آپ حیات نبوی ہی میں نائب رسول ﷺ بنائے گئے...... ۶ ھ میں صلح حدیبیہ کے وقت آپ سفیرِ مصطفیٰ بننے کے عظیم شرف سے سرفراز ہوئے...... آپ کا عشق رسول بھی اس قدر بام عروج پر تھا کہ جب آپ سفیر بن کر مذاکرات کے لیے مکہ مکرمہ پہنچے اور آپ نے قریشی سرداروں کو سمجھانا چاہا کہ رسول اکرم ﷺ صحابہ کرام کے ساتھ صرف عمرہ کے لیے مکہ مکرمہ آنا چاہتے

ہیں..... آپ لوگ مداخلت نہ کریں تو قریشی سرداروں (جن میں ابوسفیان بھی شامل تھے) نے ایک نہ مانی اور کہنے لگے..... اے عثمان..... تم اگر چاہو تو عمرہ کر لو کعبہ کا طواف کر لو..... لیکن ہم محمد (ﷺ) اور ان کے صحابہ کو یہاں داخل نہیں ہونے دیں گے.....حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے یہ بات سنی تو وہ جواب دیا جو صبح قیامت تک اسلامی تاریخ کے صفحات میں پوری آب و تاب کے ساتھ ہمیشہ جگمگاتا رہے گا اور عشاق رسول ﷺ کے لیے مینارۂ نور کی حیثیت برقرار رکھے گا..... حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ..... یہ کیسے ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ کے محبوب پاک ﷺ تو عمرہ نہ کریں اور میں یہاں عمرے کرتا پھروں اور کعبۃ اللہ کے طواف کرلوں۔

گویا..... حضور ﷺ کے بغیر تو ہمیں کعبے کا طواف بھی وارا نہیں کھاتا ہے..... اس بات سے قریش نے اپنی سبکی محسوس کی اور آپ کو قید کر لیا..... اس کے بعد بیعت رضوان کا واقعہ بھی رونما ہوا اور حضور ﷺ نے جب تمام صحابہ سے بیعت لی اور حضرت عثمان کی طرف سے خود اپنا دست مبارک اپنے دوسرے ہاتھ پر رکھا..... اپنے ہاتھ کو حضرت عثمان کا ہاتھ قرار دیا..... جس سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی عظمت کو ظاہر فرمایا..... اور ایک کنائے اشارے میں ان کی شہادت کی افواہ کو بھی بیان فرما دیا..... کہ عثمان شہید نہیں ہوئے تبھی تو خود ان کی طرف سے بیعت لی..... امیر المومنین، خلیفۂ دوم حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ۳ محرم الحرام ۲۴ھ (بمطابق ۶۴۴ء) کو آپ خلیفہ بنے..... اور ۱۸ ذوالحجہ ۳۵ھ کو شہادت پائی بعض نے ۱۸ کے بجائے ۱۳ ذوالحجہ کو بھی یوم شہادت لکھا ہے آپ کا دور خلافت تقریباً ۱۲ سال پر محیط ہے.....

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے کارناموں کی فہرست بہت طویل ہے..... حلم و حیا، صبر و رضا، جود و سخا، زہد و تقویٰ اور علم و ورع آپ کی خصوصیات میں سے ہیں..... ایثار و قربانی آپ کی طبیعت ثانیہ تھی..... باغیوں نے چالیس روز تک آپ کے گھر کا محاصرہ کیے رکھا..... چالیس روز تک اپنے اہل و عیال سمیت آپ بھوکے پیاسے رہے..... مگر پائے استقلال میں ذرہ برابر کمی نہ آئی..... جب باغیوں نے چالیسویں روز آپ کے گھر کے دروازے کو آگ لگائی تو آپ اس وقت نماز ادا کر رہے تھے..... نماز کے بعد پورے سکون اور کامل یکسوئی کے ساتھ آپ قرآن کریم کی تلاوت میں مشغول ہو گئے..... مگر ازلی بد بختوں نے قرآن کریم کی تلاوت کرتے ہوئے کاتب وحی، جانشین رسول، امیر المومنین، داماد رسول حضرت عثمان غنی ذوالنورین رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا..... انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپ کے خون کا پہلا قطرہ قرآن کریم کے مبارک صفحات کو سرخ کر گیا آپ

ارشادات سونے کے پانی سے لکھنے کے قابل ہیں آپ نے فرمایا کہ اگر انسان چار کام کر لے تو اسے عبادت الٰہی میں لطف اور چاشنی نصیب ہو گی۔ (۱) اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ فرائض ادا کرے (۲) اس کی حرام کردہ چیزوں سے اجتناب کرے۔ (۳) نیک کاموں کو فریضہ جان کر سر انجام دے اور (۴) خدا سے ڈر کر برائی سے بچے، اسی طرح آپ نے فرمایا کہ غرباء کا امیروں کے پاس آنا امیروں کے لیے اللہ کا انعام ہے...... آپ نے فرمایا کہ حقیر سے حقیر ہدیہ اختیار کرنا بھیک مانگنے سے بہتر ہے آپ کا ارشاد ہے کہ مجھے دنیا میں تین کاموں سے دلی رغبت ہے ایک بھوکوں کو کھانا کھلانا، دوسرے قران کریم کی تلاوت کرنا اور تیسرے محتاج اور مستحق افراد کی مدد کرنا آپ نے فرمایا کہ دنیا کے غم دل میں تاریکی پیدا کرتے ہیں اور آخرت کا غم دل کو نور سے معمور کر دیتا ہے۔ رب کریم ہمیں اور ہمارے معاشرے کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا فیضان نصیب فرمائے۔ آمین!

مفسر قرآن، صاحب خزائن العرفان

صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی

وفات۔ ۱۸ ذوالحجہ ۱۳۶۷ھ

کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن پر تفسیری حاشیہ خزائن العرفان لکھنے والے عظیم بزرگ، دو قومی نظریے میں علامہ اقبال کے سب سے پہلے موئید اور اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام اہل سنت مولانا الشاہ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ' کے خلیفہ مجاز حضرت صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی قدس سرہ' پچھلی صدی میں مسلمانان برصغیر کا سرمایہ افتخار تھے آپ کی گراں قدر عالی خدمات روز روشن کی طرح ظاہر و باہر ہیں شارح بخاری حضرت علامہ سید محمود احمد رضوی محدث لاہوری قدس سرہٗ نے آپ کی شخصیت و جذبات کا بہت خوبصورت نقشہ کھینچا ہے۔

آپ کا اسم گرامی سید محمد نعیم الدین والد ماجد کا نام محمد معین۔ الدین نزہت (م ۱۳۳۹ھ) جدامجد کا نام مولانا محمد امین الدین راسخ اور پردادا کا نام محمد کریم الدین آرزو تھا۔ آپ ۲۱ صفر ۱۳۰۰ھ بمطابق یکم جنوری ۱۸۸۳ء بروز پیر پیدا ہوئے۔ تاریخی نام غلام مصطفےٰ تجویز ہوا۔ آٹھ سال کی عمر میں حفظ قرآن کے بعد اُردو اور فارسی کی کتب والد بزرگوار سے پڑھیں۔ پھر کچھ کتابیں مولانا فضل احمد سے پڑھ کر مدرسہ امدادیہ میں مولانا سید گل محمد صاحب سے درس نظامی و دورۂ حدیث کی تکمیل کر کے ۱۳۲۰ھ مطابق ۱۹۰۲ء میں دستار فضیلت حاصل کی۔

سلسلہ قادریہ استاذ گرامی حضرت مولانا سید گل محمد صاحب سے بیعت کی اور خلافت اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہ العزیز سے حاصل کی۔[1] اعلیٰ حضرت بریلوی مولانا شاہ احمد رضا خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے آپ کے رابطہ کا سبب یہ بنا کہ ایک دفعہ جودھ پور کے ادریس نامی شخص نے اخبار

''نظام الملک'' میں اعلیٰ حضرت کے خلاف ایک مضمون لکھا۔ جس میں بد زبانی کا مظاہرہ کیا گیا تھا۔ صدر الافاضل کو یہ مضمون دیکھ کر بیحد دُکھ ہوا اور اسی رات جواباً ایک مضمون لکھ کر ''نظام الملک'' میں شائع کرایا۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ العزیز کو پتہ چلا تو اپنے مخلص حاجی محمد اشرف شاذلی کو لکھا کہ سید محمد نعیم الدین کو ساتھ لے کر بریلی آئیں۔ اس ملاقات سے صدر الافاضل اس قدر متاثر ہوئے کہ ہر ماہ بریلی کی حاضری ان کا معمول بن گیا۔[۲]

۱۳۲۸ھ میں مراد آباد میں ''مدرسہ انجمن اہل سنت و الجماعت'' کی بنیاد رکھی گئی جس میں تمام عقلی و نقلی علوم کی تعلیم کا اعلیٰ پیمانے پر بندوبست کیا گیا۔ ۱۳۵۲ھ میں آپ کی نسبت سے اس مدرسہ کا نام ''جامعہ نعیمیہ'' رکھا گیا۔ آپ اس میں درس نظامی کے علاوہ حدیث شریف کا درس بھی دیتے تھے۔ جلد ہی مدرسہ کی شہرت کو چار چاند لگ گئے اور ممالک غیر سے طلباء آ کر مستفید و مستفیض ہونے لگے۔ آج برصغیر میں اکثر دینی مدارس بالواسطہ یا بلاواسطہ اسی مدرسہ سے ہے۔ پاکستان کے مندرجہ ذیل مشہور علماء آپ کے شاگرد ہیں:۔

۱۔ مولانا ابو الحسنات سید محمد احمد قادری علیہ الرحمۃ

۲۔ مفتی اعظم پاکستان علامہ ابو البرکات سید احمد قدس سرہٗ العزیز
بانی مرکزی دار العلوم حزب الاحناف لاہور

۳۔ تاج العلماء مفتی محمد عمر کراچی رحمۃ اللہ علیہ

۴۔ مفتی محمد حسین نعیمی جامعہ نعیمیہ لاہور

۵۔ حضرت مفتی احمد یار خاں گجراتی رحمتہ اللہ علیہ

۶۔ مفتی محمد امین الدین صاحب کامونکی ضلع گوجرانوالہ

۷۔ مفتی غلام معین الدین نعیمی

۸۔ مولانا غلام فخر الدین کانگوی میانوالی

۹۔ فقیہہ اعظم مولانا حافظ محمد نور اللہ صاحب نعیمی مدظلہ بصیر پور ضلع ساہیوال۔

۱۰۔ پیر محمد کرم شاہ ایم۔ اے مدیر اعلیٰ ضیائے حرم بھیرہ۔

آپ کو شعر گوئی کا بھی ذوق تھا، عربی فارسی اور اُردو میں عمدہ شعر کہتے تھے۔ فن مناظرہ میں ید طولیٰ حاصل تھا۔ اور بفضل خدا ہر میدان میں فتح و نصرت نے آپ کے قدم چومے۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کو آپ پر اس قدر اعتماد تھا کہ جہاں کہیں مناظرہ ہوتا آپ کو بھیج دیتے تھے۔ آپ آن کی

آن میں مد مقابل کو لاجواب کر دیتے تھے۔[۳]

۱۹۲۰ء میں جب سلطنت ترکی کے تحفظ و حمایت میں خلافت کمیٹی قائم ہوئی تو آپ نے ہندو مسلم اشتراک کی مخالفت کی اور فرمایا۔

''سلطنت اسلامیہ کی تباہی و بربادی اور مقامات مقدسہ بلکہ مقبوضات اسلام کا مسلمانوں کے ہاتھوں سے نکل جانا ہر مسلمان کو اپنی اور اپنے خاندان کی تباہی و بربادی سے زیادہ اور بدرجہ ہا زیادہ شاق اور گراں ہے اور اس کا صدمہ جس قدر بھی ہو کم ہے۔ سلطنت اسلامیہ کی اعانت و حمایت، خادم الحرمین کی نصرت و مدد مسلمانوں پر فرض ہے۔

لیکن کسی طرح جائز نہیں کہ ہندوؤں کو مقتداء بنایا جائے اور دین و ایمان کو خیر باد کہہ دیا جائے۔ اگر اتنا ہی ہوتا کہ مسلمان مطالبہ کرتے اور ہندو ان کے ساتھ متفق ہو کر پکارتے درست ہے بجا ہے۔ مسلمان آگے ہوتے اور ہندو ان کے ساتھ ہو کر ان کی موافقت کرتے تو بیجا نہ تھا۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ ہندو امام بنے آگے آگے ہیں۔ کہیں ہندوؤں کی خاطر قربانی اور گائے کا ذبیحہ ترک کرنے کی تجاویز پاس ہوتی ہیں۔ ان پر عمل کرنے کی صورتیں سوچی جاتی ہیں۔ اسلامی شعائر مٹانے کی کوششیں عمل میں لائی جاتی ہیں۔ کہیں پیشانی پر قشقہ کھینچ کر کفر کا شعار (ٹریڈ مارک) نمایاں کیا جاتا ہے کہیں بتوں پر پھول اور ریوڑیاں چڑھا کر توحید کی دولت برباد کی جاتی ہے۔ معاذ اللہ۔ کروڑ سلطنتیں ہوں تو دین پر فدا کی جائیں۔ مذہب کسی سلطنت کی طمع میں برباد نہیں کیا جا سکتا۔ مولانا سید سلیمان اشرف بہاری صاحب نے خوب فرمایا ہے کہ لعنت ہے اس سلطنت پر جو دین بیچ کر حاصل کی جائے۔ (حیات صدر الافاضل مطبوعہ لاہور ص ۹۹)۔

۱۹۲۳ء میں شدھی تحریک چلی۔ جس کا مقصد مسلمانوں کو مرتد بنانا تھا۔ بریلی شریف میں ''رضائے مصطفےٰ ﷺ'' قائم کی گئی جس کے تحت آپ نے دیگر علمائے اہلسنت کے ساتھ مل کر ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ آگرہ، متھرا، بھرت پور، گوڑ گانواں، گوبند گڑھ، جے پور اور کشن گڑھ کے طوفانی دورے کیے۔ آگرہ میں حضرت امیر ملت محدث علی پور کے ساتھ ہیڈ کوارٹر قائم کر کے ایک مدت تک قیام کیا اور لاکھوں مسلمانوں کو مرتد ہونے سے بچایا۔

۱۳۴۳ھ (۱۹۲۴ء) میں آپ نے مراد آباد سے ماہنامہ السواد الاعظم جاری کیا۔ اس پرچے میں دو قومی نظریہ کی بھرپور تائید و حمایت کی اور ہندوؤں کی عیاریوں کی خوب قلعی کھولی۔ ربیع الآخر ۱۳۴۷ھ کے شمارہ میں مدرسہ اہلسنت مراد آباد میں ۱۸ ستمبر ۱۹۲۷ء کو آل انڈیا سنی کانفرنس کے اجلاس میں پاس ہونے والی قرار داد کا ذکر ہے جس میں کہا گیا ہے کہ یہ جلسہ نہرو کمیٹی کی رپورٹ کو مسلمانوں کے حق میں نہایت مضر سمجھ کر اس سے ناراضگی کا اظہار کرتا ہے۔

یاد رہے کہ یہ کانفرنس حضرت محدث علی پوری رحمتہ اللہ علیہ کی زیر صدارت ہوئی تھی۔
۱۹۳۰ء میں علامہ اقبال نے خطبہ الہ آباد میں ان افکار کا اظہار فرمایا جو ہماری قومی جدوجہد میں ایک نئے موڑ کا پیش خیمہ ثابت ہوئے۔ اسی موڑ سے تحریک آزادی کا قافلہ اس شاہراہ پر جس پر گامزن ہو کر وہ قیام پاکستان کی منزل تک پہنچ گیا۔ تاہم اس دور میں جب علامہ اقبال اپنے افکار کا اظہار کر رہے تھے۔ ان کی تائید کرنے والا کوئی نہ تھا۔ بقول چوہدری خلیق الزمان ''خود الہ آباد مسلم لیگ کے اجلاس میں بھی بے رُخی اور لاتعلقی کی کیفیت پائی جاتی تھی [۵]۔ تاہم علمائے اہلسنت چونکہ شروع ہی سے ایسے افکار کے داعی تھے اور مسلمانوں کے الگ وجود کے تحفظ کی ضمانت چاہتے تھے۔ اس لیے انہوں نے علامہ اقبال کی واضح تائید کی۔ علامہ اقبال نے خطبے میں فرمایا تھا۔ ''ہندوستان دنیا میں سب سے بڑا اسلامی ملک ہے اور اگر ہم چاہتے کہ اس ملک میں اسلام بحیثیت ایک تمدنی قوت کے زندہ رہے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ ایک مخصوص علاقے میں دینی مرکزیت قائم کر سکے۔ اس طرح نہ صرف ہندوؤں کا مسئلہ حل ہو جائیگا بلکہ خود اس سے مسلمانوں کے احساسات ذمہ داری قوی ہو جائیں گے اور ان کا جذبہ حب الوطنی بڑھ جائیگا۔ (تحریک پاکستان ص ٦٨)

حضرت حکیم الامت علامہ اقبال ؒ کے انہیں افکار پر جہاں دیگر مسلمان لیڈر بے تعلق اور خاموش تھے وہاں دوسری طرف ہندو لیڈروں اور اخبارات نے علامہ اقبال کے خلاف اپنے بغض کا اظہار شروع کر دیا۔ اس وقت حضرت صدر الافاضل نے ''السواد اعظم'' شعبان ۱۳۴۹ھ جنوری ۱۹۳۱ء کے شمارے میں علامہ اقبال کے افکار کی تائید کرتے ہوئے لکھا۔ ''ڈاکٹر اقبال کی رائے کہ ہندوستان کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا جائے۔ ایک حصہ ہندوؤں کے زیر اقتدار ہو دوسرا مسلمانوں کے۔ ہندوؤں کو کس قدر اس پر غیظ آیا۔ یہ ہندو اخبارات دیکھنے سے ظاہر ہوگا۔ کیا یہ کوئی ناانصافی کی بات تھی؟ اگر اس سے ایک طرف مسلمانوں کو کوئی فائدہ پہنچتا تھا تو ہندوؤں کو بھی اسی نسبت سے نفع ملتا...... اس کو کون جانتا ہے کہ پردۂ غیب سے کیا ظہور کرے گا اور مستقبل کیا صورتیں سامنے لائے گا۔ لیکن ہندو اس وقت خالی بات بھی زبان نوک پر لانے کو تیار نہیں ہیں جو مسلمانوں کو اچھی معلوم ہو۔ اس حالت میں بھی کوئی مسلمان کہلانے والی جماعت ہندوؤں کا کلمہ پڑھتی ہے اور اپنی فرسودہ لکیر کو پیٹا کرے تو اس پر ہزار افسوس۔ کاش! اس وقت یہ حضرات خاموش ہو جائیں اور کام کرنے دیں۔''

تحریک پاکستان کا آپ نے دل و جان سے ساتھ دیا۔ ۱۹۴۰ء میں جب منٹو پارک (اقبال پارک) لاہور میں قرار داد پاکستان منظور ہوئی تو علمائے اہلسنت نے اس کی پرزور تائید حمایت کی۔ ان میں سے ایک صدر الافاضل بھی تھے۔

۱۳۶۵ھ (۱۹۴۶ء) میں بنارس میں حضرت محدث علی پور رحمتہ اللہ علیہ کی زیر صدارت

آل انڈیا سنی کانفرس منعقد ہوئی تو حضرت صدر الا فاضل اس کے ناظم اعلیٰ تھے۔ پانچ ہزار علماء و مشائخ کا اجتماع اور ڈیڑھ لاکھ سامعین کا جمگھٹا تھا۔ آپ کی کوششوں سے تیار شدہ یہ قرار داد متفقہ طور پر منظور کی گئی۔

''آل انڈیا سنی کانفرنس کا یہ اجلاس مطالبہ پاکستان کی پر زور حمایت کرتا ہے اور اعلان کرتا ہے کہ علماء مشائخ اہلسنت اسلامی حکومت کے قیام کی تحریک کو کامیاب بنانے کے لیے ہر امکانی قربانی کے واسطے تیار ہیں اور یہ اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ ایک ایسی حکومت قائم کریں جو قرآن کریم اور حدیث نبی ﷺ کی روشنی میں فقہی اصول کے مطابق ہو۔''

(حیات صدر الا فاضل ص ۱۸۹، ۱۹۰)

اس کانفرنس کے بعد اس کی غرض و غایت کو عملی جامہ پہنانے کے آپ نے صوبجات مدراس، گجرات، کاٹھیاواڑ، دہلی، راجپوتانہ، جوناگڑھ، یوپی، پنجاب، بہار، کلکتہ، ہگلی، چوبیس پرگنہ، ڈھاکہ، کرنافلی، چٹاگانگ اور سلہٹ کے مسلسل دورے کر کے قیام پاکستان کی راہ ہموار کی۔ تحریک پاکستان سے آپ کو عشق کی حد تک لگاؤ تھا۔ چنانچہ مولانا ابو الحسنات قادری کے نام پر ایک خط میں لکھتے ہیں۔ پاکستان کی تجویز سے ''جمہوریت اسلامیہ (آل انڈیا سنی کانفرنس کا دوسرا نام) کو کسی طرح دستبردار ہونا منظور نہیں۔ خود جناح اس کے حامی رہیں یا نہ رہیں۔''

(حیات صدر الا فاضل ص ۱۸۶)

پاکستان معرض وجود میں آ گیا۔ تو ۱۹۴۸ء میں آپ حضرت سید محمد غوث کچھوچھوی علیہ الرحمۃ تاج العلماء مفتی محمد عمر نعیمی اور مفتی غلام معین الدین نعیمی کے ساتھ بذریعہ ہوائی جہاز دہلی سے لاہور پہنچے۔ مقامی علماء و زعماء سے اسلامی دستور کے بارے میں گفتگو کے بعد کراچی تشریف لے گئے۔ وہاں علماء سے گفتگو کرنے کے بعد اسلامی دستور کا خاکہ تیار کرنے کی ذمہ داری کا قرعہ آپ کے نام ہی پڑا۔ حضرت نے وعدہ فرمایا کہ مراد آباد واپس جا کر خاکہ تیار کر کے بھیج دوں گا۔ مگر آپ کراچی میں ہی علیل ہو گئے اور اپنے قیام کو مختصر کر کے مراد آباد تشریف لے گئے۔ علالت کے باوجود خاکہ کی تیاری کا کام شروع کر دیا۔ ابھی چند دفعات ہی تیار کی تھیں کہ موت کے بے رحم ہاتھوں نے ہم سے اس بطل جلیل کو چھین لیا۔

آپ نے مندرجہ ذیل کتب تصنیف فرمائیں:۔

۱۔ تفسیر خزائن العرفان (ترجمہ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کنز الایمان پر حاشیہ)۔

۲۔ اطیب البیان رد تقویت الایمان۔

۳۔ الکلمۃ العلیاء مسئلہ غیب پر محققانہ کتاب۔

۴۔ سیرت صحابہ

۵۔ سوانح کربلا اُردو (اس کا گجراتی زبان میں ترجمہ ہو چکا ہے)

۶۔ التحقیقات رافع التلبیسات۔ المہند کارد۔

۷۔ کتاب العقائد۔

۸۔ زادالحرمین۔

۹۔ آداب الاخیار۔

۱۰۔ کشف الحجاب (ایصال ثواب کے موضوع پر اس کا سندھی میں ترجمہ ہو چکا ہے۔

۱۱۔ اسواط العذاب وغیرہ وغیرہ۔

۱۸۔ ذوالحجہ ۱۳۶۷ھ مطابق ۲۳ ر اکتوبر ۱۹۴۸ بروز جمعۃ المبارک بارہ بج کر پچیس منٹ پر آپ کی رُوح قفس عنصری سے پرواز کرگئی۔ مزار مبارک مسجد مراد آباد کے بائیں گوشے میں مرجع خواص وعوام ہے۔

حواشی

۱۔ تذکرہ علمائے اہلسنت مطبوعہ کانپور انڈیا ص ۲۵۳ پر حضرت علی حسین کچھوچھوی سے بیعت وخلافت کا ذکر مذکور ہے،

۲۔ ماہنامہ ضیائے حرم لاہور میں جنوری ۷۴ء: ص ۶۵، ۶۶

۳۔ تفصیل کے لیے دیکھئے حیات صدر الافاضل از مفتی غلام معین الدین نعیمی مطبوعہ لاہور

۴۔ ماہنامہ ترجمان اہلسنت کراچی اگست ۱۹۷۱ء ص ۴۲

۵۔ ماہنامہ ترجمان اہلسنت کراچی اگست ۱۹۷۱ء ص ۴۳


نوری کتابیں
روشن کتابیں
باذوق قارئین کیلئے
سیرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام
تحقیق وترتیب
محمد عبد الاحد قادری
موت سے کفن دفن تک
عورتوں کے مسائل اور ان کا حل
موت کا آنکھوں دیکھا حال
نوری بک ڈپو
دربار مارکیٹ، گنج بخش روڈ، لاہور
نوری کتب خانہ
Voice:042-6366385